سیر حامدی

حصہ اول

یعنی

روزنامۂ سیاحت اعلیحضرت نواب محمد حامد علی خان صاحب بہادر

فرزند دلپذیر دولت انگلشیہ فرماں روائے ریاست مصطفی آباد عرف رامپور

جسکو

مولوی فرخی صاحب استاد حضور ممدوح نے چھپواکر شائع کیا

اور مطبع عام مفید آگرہ میں باہتمام محمد قادر علیخاں صوفی طبع ہوا

سیر حامدی

حصہ اوّل

یعنی

روزنامہ سیاحت اعلیحضرت نواب محمد حامد علی خان صاحب بہادر

فرزند دلپذیر دولت انگلشیہ فرمانروائے ریاست مصطفی آباد عرف رامپور

جسکو

مولوی فرخی صاحب استاد حضور ممدوح نے چھپوا کر شائع کیا

اور مطبع مفید عام آگرہ میں باہتمام محمد قادر علیخاں صوفی طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سجودے میتواں کردن درودے میتواں گفتن	زلاف حمد و نعت اولیٰ ست در خاک ادب خفتن

میں اپنی سیاحت کے حالات لکھنے سے قبل چاہتا ہوں کہ اِس تصنیف کی نسبت اپنا خیال اپنے ہموطنوں پر ظاہر کروں - میری غرض اس کتاب کے لکھنے سے نہ تو ایسی تصنیف کی اشاعت مقصود ہی جو مصنف کی شہرت و نام آوری کا باعث ہوتی ہی - نہ یہ امر ظاہر کرنے کی خواہش ہی کہ جو کچھ ہمنے دیکھا وہ ایسی عنقا چیز تھی کہ ہمارے سوا کسی نے نہیں دیکھی اور ہم جابلسا سے جابلقا تک پھر کر خیالی قہقہہ دیوار کے بھی اُس پار ہو آئے - اور نہ دیکھنے والوں پر اُس کے اظہار سے فخر کریں - نہ یہ مدعا ہی کہ حیرت انگیز حالات سُنا کر سننے والوں کو حیرت میں ڈالیں - بلکہ محض یہ غرض ہی کہ دوران سیاحت میں جو ملک اور قومیں ہماری نظر سے گزریں اُن کی طبعی حالت - طرز معاشرت - تہذیب و تمدن - حرفت و صنعت - اسباب تجارت اور جس چیز کی اُن کو ہمارے ملک سے ضرورت ہی یا جس امر میں ہم

اُن کی صنعت وحرفت یا طبعی اشیا کے خواہشمند ہیں۔ اور سیاح کو وہاں کس قسم کے امور پیش آتے ہیں۔ ظاہر کریں جو باتیں اہلِ ملک کی نظر میں مفید وموافق ہوں اُن کو بقدر اعتدال اختیار اور جو غیر مفید وبیکار سمجھیں اُن کو یک لخت ترک کرنے کے مختار ہیں۔ غرضکہ ہمارے لکھے ہوئے نوٹوں سے کارآمد وفائدہ رساں باتیں اخذ کرلیں۔

میرا خیال بے محل نہیں ہے کہ اہلِ ہندوستان نے بھی اولوالعزمی وترقی کے زینے پر قدم رکھ کر تقدیر آزمائی شروع کی ہے۔ اگر اپنے ارادوں میں پختہ اور راسخ رہے تو ضرور ایک دن مابہ المقصود حاصل کرلیں گے۔

اس ملک میں اصلی باشندوں کے نام سے **مسلمان** اور **ہندو** دو قومیں آباد ہیں جنکی دنیوی تقدیر اور نفع ونقصان قدرتاً شریک اور مدت سے اِن دونوں فرقوں کی آسائش اور حصول معاشرت کی سہولت ایک دوسرے کی موافقت ویکدلی کی محتاج رہی ہے۔

خدا تعالیٰ سے میری درخواست ہے کہ مخالفت باہمی اور تعصبات قومی سے اِن دونوں گروہوں کو بچائے رکھے تاکہ ترقی کے راستے مسدود نہوں اور ایک بھائی دوسرے کے حق میں خار راہ نہ شمار کیا جائے۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔ وباللہ التوفیق۔

یہ کتاب ہماری سیاحت کا جو ممالک **ایشیا - امریکہ - یورپ** اور مصر
کے بعض دیار میں واقع ہوگی روزنامہ ہے اگر خداوند تعالیٰ نے چاہا تو روزنامے کے طور
پر تحریر ہوگا۔

سیاحت مذکور کی نسبت پہلی تجویز جون ۱۸۹۲ء میں جبکہ ہم نینی تال میں گرمی کا
موسم بسر کر رہے تھے ہز آنر سر **آکلنڈ کالون صاحب بہادر** کے سی ایم جی
لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی کی طرف سے پیش ہوکر آخر جولائی تک گورنمنٹ
آف انڈیا کے اتفاق رائے سے مصمم ہوگئی - اور مقرر ہوا کہ مارچ ۱۸۹۳ء میں ہم
سیاحت کے واسطے روانہ ہونگے اسی روز سے خیالات میں سفر کا ارادہ راسخ ہونے لگا
اور جوں جوں میعاد سفر کا زمانہ قریب ہوتا گیا خیالات سفر زیادہ روشن اور آمادہ ہوتے
گئے - اکتوبر ۱۸۹۲ء میں سردی شروع ہوجانے کی وجہ سے نینی تال سے بریلی اور
بریلی میں موسم سرما بسر کرنے کے بعد فروری میں اس لیئے رامپور آئے کہ سب سے

رل جل کر روانہ مقصد ہوں۔

چنانچہ آج ہم تیسری مارچ ۱۸۹۳ء کو جو پندرہ شعبان ۱۳۱۰ھ سے مطابق ہی گیارہ بجے دن کے مچھی بھون کے جنوبی دروازے سے حضرت علیا والدہ ماجدہ اور تمام بیگمات کو خدا حافظ کہکر بریلی کو واپس آنے کے واسطے چرٹ پر سوار ہوکر مرادآباد کو روانہ ہوے کہ بارہ مارچ تک بریلی میں ٹھیرکر سامان سفر مہیا کریں اور تیرہ کو سفر میں قدم رکھیں رامپور سے چلنے کے وقت جنگی سواروں کا رسالہ چرٹ کے آگے پیچھے اور متوسلین ریاست عمائد شہر اور عزیز و اقارب ہر طرف سے ہمکو احاطہ کیئے ہوئے تھے۔ راستے کے اطراف میں زن و مرد وداع کے واسطے کھڑے ہوئے حسرت بھری نگاہوں سے ہماری طرف دیکھ رہے تھے ہر فرد بشر ہماری روانگی پر حیرت زدہ اور سفر دراز کی صعوبت کے خیال میں غرق پایا جاتا تھا آخرش سب جابجا مشایعت وداع کرتے ہوئے رہ گیئے اور ہم بعجلت آگے بڑھ کر اُسی روز شب کے نو بجے بریلی پہنچے بارہ مارچ تک نو روز سامان سفر کے انتخاب و اختصار میں صرف ہوئے۔

۱۳ - مارچ ۱۸۹۳ء - صبح کو بہت سویرے اُٹھکر بریلی کنٹونمنٹ اسٹیشن سے چھ بجے ریل پر سوار ہوئے اور اس غرض سے آگرے کو چلے کہ سترہ مارچ تک وہاں رہیں اور گھوڑدوڑ دیکھکر بمبی کو روانہ ہوں۔ بریلی کے قیام کے زمانے میں احباب اور متوسلیں ریاست اگرچہ رامپور میں بھی ہم سے رخصت ہو چکے تھے مگر اً ملنے کو آتے تھے۔

ہز ہائنس فخر الدولہ فرخ میرزا نواب امیرالدین احمد خان بہادر والی لہارو وداع کے
واسطے اپنی دارالریاستہ سے تشریف لائے اور دو روز و شب رونق بخش مجلس اُنس
رہ کر تیسرے روز رخصت ہوئے گو پہلے سے رسم ترسل جاری تھی مگر نواب صاحب
ممدوح سے اوّل ملاقات گذشتہ دسمبر ۱۸۹۲ء میں ہوئی تھی جبکہ وہ میلہ بے نظیر
کی تقریب میں مخصوصاً ہم سے ہی ملنے کیواسطے تشریف لائے تھے۔ نواب صاحب
موصوف دہلی کے قدیمی عمائد سے عالی خاندان اور میرے خیال میں اپنے نامور سلف
کے صالح واقبالمند خلف اور ذی علم مکمل تکمیل کمالات انسانی حلیم الطبع متین الوضع
خلیق و مہذب دیندار اور پرہیزگار شخص ہیں۔ راے بہادر لالہ کرشنا ساہ رئیس نینی تال
راجہ کشن کنوار رئیس بلاری۔ اور بعض دیگر عمائد مراد آباد وغیرہ بریلی سے رخصت ہوئے
رائے بہادر لالہ کرشنا ساہ نے چندوسی تک مشایعت کی وہاں سے رخصت ہوئے۔
بریلی ریلوے اسٹیشن پر خان بہادر سید علی حسن خاں صاحب ریونیو ممبر ریاست رامپور
موقتاً رامپور سے آکر وداع کے بعد رخصت ہوئے۔ کرنل ونسنٹ صاحب بہادر
پریسیڈنٹ ریاست رامپور اور صاحبزادہ حیدر علی خاں صاحب بہادر خلف فردوس مکان
نواب محمد یوسف علی خاں صاحب بہادر بریلی کے اسٹیشن پر ملے اور وہیں سے رخصت
ہوئے اور ہم آگرے کو روانہ ہوگئے۔

ہمراہیوں کی تفصیل جو شریک سفر ہیں

کپتان بجے آر کالون صاحب بہادر بہار سے گورنر۔ محمد عبدالمجید خاں پرایوٹ سکرٹری

مسٹر بڈن انگلش ٹیچر۔ مولوی فرخی جو مجکو فارسی پڑہانے پر مامور ہین اور حالت سفر میں میرے بیان کے مطابق سفر نامے کی ترتیب و تحریر بھی اُنہیں سے متعلق ہے کپتان فتحیاب خان افسر فوج رامپور۔ عبد الصمد خان خلف صاحبزادہ عبد السلام خان صاحب سب جج اوناؤ چار خدمتگار ایک بادرچی اور ان کے سوا مسٹر ہوس طامس (ٹامس) کُک کے ایجنٹ جو دوران سفر میں درستی و طیّاری سامان سفر کا اہتمام کریں گے۔ غرض کہ اُسی روز شام کو آگرے پہنچکر ہوٹل میں قیام ہوا۔ چودہ پندرہ[15] مارچ کو بھی آگرے میں قیام رہے۔

سولہ[16] کو صاحبزادہ میجر حمید الظفر خان بہادر سکرٹری آف کونسل رامپور اور مسٹر رائٹ صاحب بہادر چیف انجینیر ریاست آگرے میں آکر بمبی تک مشایعت کیواسطے شریک ہوگئے۔ مسٹر بڈن اور عبد الصمد خان بھی جو بضرورت خانگی بریلی میں رہ گئے تھے آج آگئے۔ کپتان ریڈ صاحب بہادر بھی بمبئی تک مشایعت کرینگے۔

۱۷-۱۸- مارچ سنہ ۱۸۹۳ء۔ سولہ[16] تک گھوڑدوڑ کا جلسہ جو آگرے میں ہمارے قیام کا باعث تھا ختم ہوا اور ہم سترہ کو دو بجے دن کے براہ جھانسی وبھوپال بمبئی کو روانہ ہوئے قریب صبح جھکورہ اسٹیشن پر پہنچنے سے کچھ پہلے دو مال گاڑیاں باہم ٹکراگئیں مگر جانوں کا کچھ نقصان نہیں ہوا صرف چند گاڑیاں اور ایک بریک ٹوٹ گئی شکستہ گاڑیاں جنکے تصادم سے کسیقدر لائن بھی اُکھڑ کر خراب اور راہ میں غار پڑ گئے تھے لین پر پڑے رہنے سے راستہ رُک گیا تھا اور بمبئی پہنچنے کیوقت

میں نو گھنٹے کا تفاوت واقع ہوا بمبئی سے آنیوالی ٹرین خراب شدہ لین اور شکستہ گاڑیوں کے اُس طرف اور بمبی کو جانے والی جسپر ہم سوار تھے اِس طرف روکی گئیں اور بھزاحمت تقیل طرفین سے آدمی اور اسباب تبدیل ہوکر آنیوالی بمبئی کو اور بمبی جانے والی جھانسی کو مسافر لے کر لوٹ گئیں - اٹارسی سے ریلوی کمپنی کے عملے نے اسپیشل ٹرین میں مسافروں کو فوراً بمبئی کو روانہ کردیا اُسی روز اٹھارہ مارچ کی شام کو صاحبزادہ یار محمد خانصاحب بہادر کامدار ریاست جاورہ مع خان محمد خان اپنے فرزند اور صاحبزادہ محمد افتخار علی خاں بہادر ولیعہد ریاست جاورہ کھنڈوہ اسٹیشن پر ہم سے آملے اور برسم مشایعت بمبئی تک ہمارے ساتھ ہوئے -

۱۹ - مارچ ۱۸۹۳ء کو دن کے تین بجے ہم بخیریت بمبی پہنچے وکٹوریا ٹرمینس Victoria Terminus اسٹیشن پر آغا احمد علی مازندرانی چند گاڑیاں لیئے ہوے استقبال کو آے - آغا صاحب ریاست رامپور کے ساتھ غفران مآب حضرت خلد آشیاں نواب محمد کلب علیخان بہادر کے عہد مبارک سے تعلق رکھتے ہیں بمبی کے معزز تاجروں میں ہیں - علی رضا خاں تحصیلدار اور ہادی حسن خاں مجسٹریٹ ملازمان ریاست بھی جو حج و زیارت سے مشرف ہونے کے ارادے پر حرمین شریفین کو جاتے ہیں اسٹیشن پر آے تھے ہم واٹسن ہوٹل میں جہاں دو دفعہ پہلے بھی قیام کا اتفاق ہوا تھا ٹھیرے -

۲۰ - مارچ ۱۸۹۳ء - آج بمبی میں قیام ہے - ہمارے دوست

میر محمد حسین ڈائرکٹر آف ایگری کلچر (محکمۂ زراعت) ڈپارٹمنٹ ریاست حیدرآباد جو
نہایت لطیف طبع یورپ کے تعلیم یافتہ اور خالی از تکلفات ظاہری سادہ وضع شخص ہیں
آئے ہیں اور ہوٹل میں ہمارے ہی ساتھ ٹھیرے ہیں ۲۱-۲۲ کو اور دو روز بمبی میں رہکر
باقیماندہ حوائج سفر کا بندوبست کیا گیا۔

۲۳- مارچ پنجشنبہ بارہ بجے سے قبل ہوٹل سے روانہ ہوکر پی اینڈ او
کمپنی کے **ستلج اسٹیمر** پر جو کنارے سے ملا ہوا گودی میں کھڑا تھا سوار
ہوئے۔ سب دوستوں نے جو ہمارے ساتھ آئے تھے اسٹیمر تک مشایعت کی
ڈیڑھ بجے جہاز نے لنگر اٹھایا۔ اور ہم خدا حافظ کہکر روانہ مقصد ہوئے صاحبزادہ میجر
حمید الظفر خاں صاحب بہادر صاحبزادہ یار محمد خانصاحب بہادر کا مدار ریاست جاورہ
ولیعہد جاورہ اور نیز تمام احباب جب تک کہ جہاز نظر سے غائب نہو لیا کنارے پر
کھڑے ہوئے رومال کے اشارے سے سلام رخصت کرتے تھے۔ یہ جہاز
۵۱۳ فیٹ لمبا اور ۲۴ ۱/۲ فیٹ چوڑا ہی۔ پیندے سے کمروں کی چھت تک چالیس
فیٹ اور وہاں سے ہر یکن ڈک یعنی عرشے کی نیچے کی چھتری تک ۸ فیٹ سب ملاکر
۴۸ فیٹ بلندی ہی۔ عرشہ تقریباً تین گز چھتری سے اور بلند ہی جسپر کپتان وغیرہ
کھڑے رہکر جہاز چلاتے ہیں۔ اِس جہاز کا کل وزن چار ہزار دو سو پانچ ٹن + ہی۔
اور اس کا انجن آٹھ سو گھوڑوں کی قوت رکھتا ہی جو خشکی کے حساب سے چار چند تصور

+ ٹن اٹھائیس من وزن کو کہتے ہیں ۱۲

کیجاتی ہی یعنی پانی میں ایک گھوڑے کا زور خشکی پر چار گھوڑوں کی قوت کا کام دیتا ہی - جہاز کی رفتار فی گھنٹہ پندرہ ناٹ† ہی - درجہ اوّل کے مسافر ۱۳۸ درجہ دوم کے ۱۶۰ - آدمی ہیں ۱۸۸۱ء میں بنایا گیا ہی اور ہر قسم کے حوائج مہیا کرنے میں نہایت سنجیدگی اور استقلال سے بندوبست کیا ہی - علاوہ امور مذکورہ کے تمام افسر خلیق بامروّت اور مسافر دوست ہیں خصوصاً کپتان اوسٹر Captain Oyster جس کا مثل نیک مزاجی اور آدمیت میں اس عہدے والوں میں کم ہوگا - جہاز میں سوار ہونے سے قبل ہمکو دوران سر اور قی کا اندیشہ تھا مگر سوا مسٹر بڈن کے اور کسی کو اب تک دوران سر اور غثیان وغیرہ نہیں ہوا موسم اسقدر گرم ہی کہ بارہ ۸۰ ڈگری تک بلند ہی -

۲۴ جمعہ ۲۵ ہفتہ - ابتداے روانگی سے چبیس تک ایک حالت پر جارہے ہیں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا چونکہ ہم سیدھے مشرق کو جارہے ہیں اور فصل بھی گرمی کی ہی اس لیئے جسقدر آگے بڑھتے جاتے ہیں گرمی زیادہ محسوس ہوتی جاتی ہی کوئی گھڑی اپنے وقت پر قائم نہیں ہی - چونکہ طلوع کسیقدر پہلے ہوتا ہی گھنٹوں کی رفتار سست ہوتی جاتی ہی اور روز وقت بدلنا پڑتا ہی - اب تک دریا کے سطح پر ذی روح کی قسم سے صرف ایک گز بھر کا سانپ دیکھا گیا پرند‡ مچھلیاں اور بعض

† ناٹ دو ہزار گز خشکی کی مسافت ہی میل سے دو سو چالیس گز زیادہ ہی اور دریا کی مسافت کا اندازہ ناٹ سے ہوتا ہی یعنی ناٹ دریائی میل ہی ۱۲

‡ پرند مچھلی چھوٹی چمگادڑ کے مثل ہوتی ہی اور پانی کے سطح سے ملے ہوے جھلر جھلر کے اُڑتے ہیں -

ماہی خوار پرند اُڑتے ہوئے نظر آتے ہیں پچھپن کو ابر تو صبح سے ہی تھا ہوا بھی تیز
چلنے لگی کسیقدر ترشح بھی ہوئی - چونکہ اسٹیمر مشرق کو جا رہا ہی اور ہوا بھی پُروائی ہی بائی
ہوا سے اُن کھڑکیوں کی راہ سے کیبنوں Cabins (کوٹھڑیوں) میں آتا ہی اسوجہ سے
جہازی عملہ نے جو ہر وقت مصروف نگرانی ہی کھڑکیاں بند کردی ہیں ہوا کی شدت
چھتری پر بھی ٹھیرنے نہیں دیتی تمام زن و مرد ایسی حالت میں ہیں کہ جب کمرے
سے گرمی نکال دیتی ہی تو بغل میں بستر دبائے ہوئے چھتری پر جاتے ہیں اور
جب ہوا ڈک Deck پر قدم نہیں جمنے دیتی تو کمروں میں بھاگتے ہیں تاہم مردوں
کو تکلیف اُٹھانا آسان ہی مگر بیچاری عورتیں شدت سے بیچین ہیں لباس
کی گرانی اُس پر ہوا کی طغیانی جہاز کی حرکت و تکان کس کس کے حملے کو روکیں -

۲۶ - مارچ ۱۸۹۳ء آج بھی ہوا تیز ہی ۲۳ - تاریخ سے آج تک
سوائے چھوٹی چھوٹی بادبانی کشتیوں کے جو ہمارے بائیں طرف ملیبار کے ساحلوں
سے قریب قریب جا رہی تھیں اور کوئی چیز نظر نہیں آئی کبھی کبھی ملیبار کے کناروں
کے پہاڑ نظر آتے ہیں مگر چونکہ موسم غبار انگیز ہی بخوبی محسوس نہیں ہوتے صبح سے
جہاز کی تکان کو دریا کے تموج نے زیادہ کردیا ہی بعض آدمیوں کو دوران سر اور
غثیان محسوس ہوتا ہی تین بجے سے ابر غلیظ ہی ہوا بھی پہلے کی نسبت تند ہی
ساحلوں پر بارش ہو رہی ہی باوجود اسکے کہ ہم جزیرہ سیلون کے
قریب اور شہر کولمبو سے بہت نزدیک ہیں لیکن ابر حائل ہی شہر نظر نہیں آتا - ۴ بجے

سے کولمبو کی بعض عمارات اور روشنی کا مینار نظر آنے لگا ساڑھے پانچ بجے
جہاز نے شہر کے قریب لنگر کیا چونکہ شام ہوگئی تھی اس لیے شہر میں نہیں گیے
رات جہاز میں بسر کی۔

۲۷- مارچ ۱۸۹۳ء آج ہم کوہ کینڈی کو جو اس گرم ملک میں نہایت
خوش فضا اور ٹھنڈا پہاڑ ہی جائیں گے۔ صبح کو اُٹھکر دیکھا کہ دریا کے سطح پر بہت
کشتیاں تجارتی مال لانے اور لیجانے کے واسطے جہاز کے گرد و پیش جمع ہیں اس
جزیرے سے الایچی سفید۔ کافی۔ چاء۔ دارچینی۔ چھالیہ اور ناریل غیر ملکوں کو جاتے
ہیں خصوصاً یہ مال ہندوستان کو بکثرت جاتا ہی۔ سفید الائچیاں نہایت
خوشبودار اور قد میں بہت بڑی ڈھائی اور سوا دو روپیہ پونڈ بکتی ہیں۔ اور اجناس
بھی ارزاں ہیں ناریل کے ریشے کے رسے جو جہاز رانی کے کام میں آتے ہیں
اسی جزیرے سے اکثر ملکوں کو جاتے ہیں۔ جواہرات کی قسم کے پتھر اِس ملک میں
کثرت سے نکلتے ہیں گلابی خوشرنگ تامڑہ نیلم۔ دھنیلا۔ سرخ اور گلابی یاقوت
کٹیلا جسکو جمنیا بھی کہتے ہیں پکھراج بلور اور ابرک سیسا وغیرہ مختلف فلزات بھی
پیدا ہوتے ہیں گودَودنتہ کے نگینے جو موتی کی طرح سفید آبدار پتھر ہی زیادہ قدر سے
خریدے جاتے ہیں زیور اور سونے چاندی کی انگوٹھی چھلے بھی یہاں بہت خوشنما
بنتے ہیں چنانچہ نگینے اور بنا بنایا زیور خوردہ فروش سوداگر جہازوں پر آکر مسافروں کے
ہاتھ بیچتے ہیں لیکن بڑے چالاک اور عیار ہوتے ہیں پیتل کی انگوٹھیاں جن پر سلول

کے گلابی تامڑے یا یاقوت اور نیلم کے نگینے جڑے ہوتے ہیں ہمیشہ سونے
کی کہکر مسافروں کو دھوکا دیتے ہیں یہ دست فروش اکثر سنگلی (جن کا مذہب بدھ
ہی) اور عربوں کی نسل کے مسلمان ہوتے ہیں زیور اور سیلانی جواہرات فروخت
کرنے والی چند معتبر دکانیں بھی شہر میں ہیں - چونکہ پنسل بنانے کا مصالحہ بھی یہاں
کثرت سے میسر ہوتا ہی اس لیے ایک کارخانہ پنسل کے لیڈ بنانے کا شہر کولمبو
میں دائر ہی - غرض کہ ہم جہاز سے اُترکر دخانی کشتی میں سوار ہوے اور شہر میں آے
کپتان کالون صاحب بہادر عبدالمجید خاں عبدالصمد خاں اور مسٹر ہوس ہمارے
ساتھ تھے - مسٹر ہوس نے پہلے سے گاڑیوں کا انتظام کرلیا تھا طامس کک کا
ایجنٹ جو سب جگہ کی مثل یہاں بھی رہتا ہی نہایت عمدہ دو گاڑیاں لیے ہوے کنارے
پر حاضر تھا ہم بلافصل کشتی سے اُترکر ریل کے اسٹیشن کو گئے چونکہ ریل کے جانے
میں آدھا گھنٹہ باقی تھا وقت بسر کرنے کو اسٹیشن پر پھرتے رہے یہاں کی ریلوی
لائن چھوٹی ہی گاڑیوں کی طرز ہندوستان کی گاڑیوں سے بالکل مختلف ہی وقت
پورا ہونے کے بعد ریل پر سوار ہوکر کینڈی کو روانہ ہوے کسی قدر چلکر ایک مقام
پر ریل ٹھیری ہم اپنی گاڑی سے اُترکر کھانے کی گاڑی میں گئے جو مخصوص اسی واسطے
تھی کھانا کھایا - اِس فصل میں ہمنے پہلی دفع آج ریل میں آم کھاے اگرچہ ہندوستان
کے آم سے کچھ نسبت نہیں ہی تاہم آم تھے اِس نام کی رعایت سے کھاے گیے
بارہ بجے ایک اسٹیشن پر پہنچے جہاں سے کینڈی تک بیچ میں کوئی اسٹیشن نہیں ہی

چونکہ اسٹیشن کے اطراف میں چند باغ راستے سے تھوڑے فاصلے پر تھے اُن کو دیکھنے کی غرض سے ہم یہاں اُتر لیئے اور گھوڑا گاڑیوں میں سوار ہو کر سیر کو گیے۔ اسی اسٹیشن پر ایک سنگلی آدمی کینڈی ہوٹل کا نوکر ہوٹل کی طرف سے ہمکو لینے آیا تھا راستے میں چند پہاڑوں کے اوپر اور کہیں سوراخوں کے اندر سے ریل گذرتی ہی۔ بلندی سے نہایت خوشنما چشم انداز ہی۔ جہانتک نظر جاتی ہی سواے سبزہ زار اور پہاڑوں کے کچھ نظر نہیں آتا ایک پہاڑ جسکو لوگ **کوہ آدم** کہتے ہیں اور سیلوں کے کوہستان میں سب سے زیادہ بلند اور مشرقی دنیا میں مشہور پہاڑ ہی دور سے نظر آتا ہی کہتے ہیں کہ حضرت آدم **علیہ السلام** جنت سے نکلکر اوّل اسی پہاڑ پر تشریف لائے تھے کوہ آدم موسوم ہونے کی وجہ تسمیہ بھی یہی معلوم ہوتی ہی۔ بیان کرتے ہیں کہ پہاڑ کے اوپر ایک توانا اور دراز قد انسان کے قدم کا نشان پتھر پر نقش ہی جسکو مسلمان حضرت آدم کے اور ہنود بدھ کے پاوں کا نشان گمان کرتے ہیں۔ غرض کہ اسٹیشن سے ہم باغات کی سیر کو روانہ ہوے اور کپتان کالوں صاحب گھوڑا گاڑی میں کوہ کینڈی کو چلے گیے۔ راہ کسیقدر پست و بلند تھی آفتاب کی تمازت نے گاڑی کو اسقدر گرم کر دیا تھا کہ بیٹھنا مشکل ہو گیا گویا تنور میں بیٹھے ہیں۔ مگر متوکلاً علی اللہ چلے جاتے تھے تقریباً ایک میل چلکر باغ میں پہنچے مہتمم باغات جو سنگلی شخص تھا حاضر ہوا اور ہمکو باغ میں لے گیا بعض درخت نہایت عجیب اور خوشنما دیکھے۔ چند درختوں کے پھل بھی پیش کیے گیے۔ **کونین کا درخت** پہلے پہل ہمنے یہیں دیکھا ہی۔ اِس درخت کی

بلندی بقدر دو قد آدم ہی پتّے تقریباً چھ چھ انچ لمبے آم کے پتّے کی شکل نوکدار اور چکنے - جڑیں دور تک پھیلی ہوئی ہیں اسکے سوا **لونگ کا درخت** بھی تھا جو ڈیڑھ قد آدم بلند ہو گا تازہ لونگیں درخت پر اور کسیقدر نیچے پڑی ہوئی تھیں بعض پھول بھی نئی قسم کے دیکھے جو ہندوستان میں نہیں ہوتے اگر تمام عجیب درختوں اور پھولوں کی تفصیل لکھی جاوے تو ایک طولانی دفتر کی حاجت ہی - ایک درخت کی نسبت مشہور ہی کہ انسان اُسکے نیچے جانے سے فوراً مر جاتا ہی - چونکہ پہلے سے معلوم نہ تھا ہم سب اُسکے نیچے گیے اور تجربہ سے یہ شہرت بے اصل ثابت ہوئی - البتہ اسقدر صحیح ہی کہ اگر ایسے چند درخت یکجا ہوں اور اُن کے سائے میں سو رہے یا دو ڈھائی پہر تک ٹھیرا رہے تو ضرور درخت کے زہر کا اثر جسم میں سرایت کر جاوے جس سے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہی - باغ کے بیچ میں سے ایک مختصر سی ندی بہتی ہی اُسمیں سے نہر کے چند شعبے کج و واکج شکل میں نکالے ہیں جو باغ کے تمام حصوں میں جاری ہیں نہر کے کناروں پر بانس کی باڑھ ہی جس کو دیکھ کر بے اختیار **رامپور** کی بانسی کی فصیل یاد آتی ہی لیکن یہاں کے بانس رامپور کے بانس کی شکل گھنے اور بلند نہ تھے باغ سے کینڈی کو جانے والی سڑک پہلے راستے کی طرح اونچی نیچی ہی جا بجا پانی کے چشمے جاری ہیں - چار میل راستہ چل کر کینڈی پہنچے - یہ پہاڑ اس ملک کا ایلاق ہی - گرمی میں گورنر سیلون بھی یہاں رہا کرتے ہیں پہاڑ کے اوپر

* گرمی میں رہنے کا مقام ۱۲

ایک خوشنما تالاب تقریباً ۴ میل بھر لمبا پاؤ میل چوڑا واقع ہی جسکے ایک طرف کو پختہ بند
باندھ کر پانی روک دیا ہی۔ اُسی کے کنارے پر نہایت خوش فضا ہوٹل ہی۔ ہم آبادی
کے اکثر حصوں کی سیر کرتے ہوے ہوٹل میں پہنچے راستے میں چند مسجدیں بھی
دیکھیں معلوم ہوا کہ یہاں مسلمان بہت ہیں مسجدوں کی طرز تعمیر **شہر کولمبو** کے ذکر
میں لکھی جائے گی۔ کپتان کالوں صاحب بہادر ہوٹل میں ملے شب کو وہ وہیں
رہ گئے اور ہم عصر کے ناشتے اور چاء کے بعد تین تار ہندوستان کو دیکر کولمبو
کو پلٹ آئے راستے میں خوب مینہ برسا گاڑی کو بند کر دیا کہ بھیگنے سے محفوظ
رہیں غرض کہ اسٹیشن پر پہنچے آدھ گھنٹے کے بعد ریل روانہ ہوی اور قریب سات
بجے کے جہاز پر آ گئے شام کے کھانے پر ہمارا انتظار تھا کھانے کے بعد چونکہ
تھکے ہوے آئے تھے سو رہے صبح کو سنگلی اور مسلمان لوگ جواہرات اور چھلّے
انگوٹھیاں اور بہت خوبصورت انگریزی طرز کا زنانہ زیور جہاز پر لائے۔ سنگلدیپ یا
سیلان کے اصلی باشندے جنکو چنگلی کہتے ہیں جنگلی لامذہب اور شہروں کے
رہنے والے بدھ مذہب ہیں اِن کے علاوہ عیسائی بہت کم اور مسلمان کسیقدر
زیادہ جنکے اسلاف ملایا عرب اور کوکن وغیرہ سے آکر بسے ہیں اس ملک میں
آباد ہیں کوہستان اور صحرا کا اکثر حصہ وحشی برہنہ رہنے والی مخلوق سے آباد ہی۔
اِس شہر میں جو یہاں کا دارالسلطنۃ اور گورنر نشین شہر ہی چنگلوں کا لباس صرف
ایک تہ بند او کمر تک اونچا کوٹ سر برہنہ عورتوں کی شکل لمبے بال جوڑا بندھا ہوا اُسپر

ایک ہلالی شکل کی کنگھی جیسا بعض انگلش عورتیں سر پر لگاتی ہیں بالوں میں رکھتے ہیں اور اُسکو چنگلے متبرک اور عبادت کی چیز تصور کرتے ہیں سنگلی زبان میں ایسی کنگھی کو پناوا (پ ن ا و ا م) کہتے ہیں اور کچھوے کی ہڈی سے بنائی جاتی ہی زبان سنگلی علحدہ ہی مگر مسلمان ملائی زبان بولتے ہیں اور اُسی میں خط وکتابت کرتے ہیں خط کی رسم نسخ حروف میں ہی پردیسی یہاں آکر صرف انگریزی ہی بولنے سے کام نکال سکتا ہی کولمبو بہت بڑا شہر ہی اکثر مکانات پختہ بمبی کی طرز کے ہیں مگر شہر کے کناروں پر پست اور حقیر یک منزلی عمارت بھی ہی ۔ مساجد بہت خوبصورت باراحت دو منزلی سہ منزلی عمارت ۔ گیاس کی روشنی ۔ فرش وغیرہ سے خوب آراستہ اور دلچسپ ۔ پانی کے حوض وضو وغیرہ کے سامان سب مہیا ہیں بڑی مسجد کے گوشے میں خارج مسجد ایک ملایائی بزرگ کا مزار ہی جسکے اوپر کھپریل کا گنبد اور دائرے کے اطراف میں دَر ہیں بالین مرقد پر یہ کتبہ لکھا ہی (التربتہ الفاضل العالم الکامل شیخ بہار الدین باکوس گرادن بن محمد بہلو بالعکائی السہلانی صبتہ شابیب الغفران ۱۲۷۹ ہجری) ہمنے پہلے بیان کیا ہی کہ سنگلی مسلمانوں کی تحریر عربی خط میں ہوتی ہی مگر زبان ملائی یا سنگلی بولتے ہیں بعض حروف کی صورت عربی سے ہے مگر تلفظ بالکل غیر ہی چنانچہ مسجد میں چند مہینوں کے نام جو اوقات نماز کی جنتری پر لکھے تھے بعینہ نقل کیے جاتے ہیں ۔

لفظ بخط ملائی	تلفظ	ترجمہ
تیُ۔	تائی	جنوری
ماش	ماشی	فروری
فغنکن	پنگ اڑین	مارچ
سِتِرِیُ	سِتُرِی	اپریل
ویکاش	وائی کاشی	مئی
آنِ	آنی	جون

یہی خط سنگاپور اور تمام جزیرہ ملایا میں بھی مروج ہے اس ملک میں گرمسیر کے فواکہ سب ہی ہوتے ہیں مگر بعض پھل مختلف ہیں چنانچہ لیچو جسکی اصل چین سے معلوم ہوتی ہے اس ملک میں گہرا سرخ رنگ اوپر دو ڈیڑھ انچھ لمبے سرخ اور سبز رنگ کے بال مغز اور تخم متعارف لیچو کی مثل مگر کسیقدر کم آب ہوتا ہے اور سیلون میں اُسکو رمٹا (رَمْ ٹا اُ) کہتے ہیں ایک پھل نہایت خوشرنگ سرخ مزے میں ترش جمبو ہے دوسرا امرود کے ہمشکل مگر مزا اچھا اور لاؤل ہے - انبلی یہاں کی نہایت خوش وضع آلوچے کی شکل ہوتی ہے جامنی رنگ اور املی کا سا مزہ چیار کافی وغیرہ بھی جیسا کہ اول بیان ہوا بکثرت اور عمدہ ہے دارچینی بہت ارزاں مثل عام لکڑی کے بکتی ہے چھالیہ اور دارچینی کی خوبصورت خوشبودار چھڑیاں عمدہ دستے لگے ہوئے بازار میں بہت سستی بکتی ہیں سواری بگھی ہے لیکن تین قسم کی ایک متعارف

گھوڑا گاڑی دوسری مختصر خوبصورت ایک بیل کی گاڑی تیسری اُس سے بھی
ہلکی اور سبک ہی جسکو رکشا کہتے ہیں اور ایک آدمی کھینچتا ہی اس ملک کے بیل
بہت چھوٹے قد کے غایت درجہ چار فیٹ بلند ہوتے ہیں اسیطرح آدمی بھی حقیر
پستہ قد قلیل الجثہ جنکے دیکھنے سے یقین ہوتا ہی کہ اجودھیا کے بادشاہ مہاراجہ
رامچندر جی نے بیسواڑے کے راجپوت اور گونڈ بھیل وغیرہ کے لشکر سے
بہت آسانی کے ساتھ اس ملک کو فتح کیا ہوگا اور ایسا سکہ بٹھایا ہی کہ اب تک
سنگلی مندروں پر اُس لڑائی کی تصویریں نقش ہیں چنانچہ کادری سنگوول
نام مندر پر مہاراجہ رام چندر جی اور اُن کے جان نثار بھائی شاہزادہ لچھمن جی اور ہنومان
اور انگد وغیرہ سپہ سالاران لشکر کی تصویریں مشہور راون کے مقابل تیر اندازی
کرتی ہوئی نقش ہیں اس مندر کا دروازہ نہایت خوبصورت زرد لکڑی کا جسکو
پُرتی کہتے ہیں بنا ہوا ہی لکڑی پر نہایت باریک اور عمدہ منبت کا کام کیا ہی شہر کے
سواد میں جسطرف پارک اور باغات ہیں ایک عمدہ عمارت میں میوزیم (عجائب خانہ)
بھی ہی۔ نیچے کے درجے میں زیادہ تر ایسی چیزیں رکھی ہیں جو ہیں کی پیداوار
اور قدیم زمانے کی یادگار سے متعلق ہیں چنانچہ سیلوں کی چار۔ الائچی سفید
و اچینی۔ ناریل جنمیں بعض اوسط درجے کے تربوز کی برابر ہیں اور قدیمی سکے زنانہ و
مردانہ طلائی اور نقرئی زیور۔ طلا کار صندوقچے اور دیہاتی لوگوں کے لباس رکھے ہیں
زنانہ لباس میں پھیلے ہوئے گریبان کے کرتوں پر جو آبی اور سیاہ سوتی یا ریشمی کپڑے

کے ہیں نہایت سنگین اور عمدہ کلابتون کا کام کیا ہی جس سے وحشی جنگلیوں
کی دستکاری اور سلیقہ مندی معلوم ہوتی ہی بعض پتھر کی مورتیں ہیں منجملہ اُن کے
ایک جنگلی مرد مع عورت کے طبیعی حالت پر تلاش معاش میں مصروف بنایا ہی مرد
کے ایک ہاتھ میں بشکل غلیل ایک کمان ہی رسّی کا چلّہ بندھا ہوا اور چوڑی پیکان
کے چند تیر دوسرے ہاتھ میں ہیں جسم سیاہ اور برہنہ صرف ایک لنگوٹی بلکہ
ایک دھجی کا پردہ دیکھنے والوں کی تہذیب نے ڈالدیا ہی ورنہ صحرائی برہنہ
رہتے ہیں - عورت بھی برہنہ ہی - ایک ہاتھ میں اپنے شوہر کا شکار کیا ہوا خرگوش
لٹکائے ہوئے دوسرے میں اپنے ہاتھ کی کمائی شہد کا چھتہ تازہ ٹوٹا ہوا لا رہی ہی -
ایک مورت نہایت عمدہ مشہور بُدھ کی ہی فقیروں کی طرح کشکول میں قدرے غذا
چادر کے آنچل سے ڈھانکے ہوئے اپنے استھان کو لا رہا ہی - ہرگز گمان نہیں
ہوتا کہ یہ مٹی یا پتھر کی مورت ہی بلکہ زندہ انسان معلوم ہوتا ہی - دو نہایت عمدہ اور
کامل سنگتراشی کی صنعت سے بنائی ہوئی تصویریں دو سیلانی راجاؤں کی ہیں -
اِن کے چہرے جنگلوں کی شکلوں کے خلاف چوڑے چکلے بھری ہوئی ڈاڑھی
بیچ سے کھلی ہوئی - چکر دار پگڑی کی مثل ٹوپیاں پیک وغیرہ مختصر زری کے
کام سے آراستہ - لباس زیریں تہ بند اور نیم کوٹ پہنے ہتھیار لگائے ہوئے
نہایت شاندار اور قوی الجثہ آدمی ہیں - یہ راجہ حال میں موجود ہیں - راجہ **بکرمادت**
(بکرماجیت) کی سنگ مرمر کی مورت ڈھائی تین گز بلند نہایت عمدہ ترشی ہوئی رکھی ہی

جسکو اہلِ سیلون پراکرما کہتے ہیں۔ اِسی مورت کے قریب سنگ مرمر کا ایک قوی الجثہ شیر تراش کر رکھا ہی۔ اِن کے علاوہ اور بہت سی مورتیں ہیں جو چنداں قابلِ التفات نہیں۔ البتہ جو چیزیں قابل تذکرہ ہیں وہ جنگلیوں کے ہتیار اور قدیم زمانے کے یادگار پتھر ہیں جن سے قدمائے سیلوں کی دستکاری اور خیالات ظاہر ہوتے ہیں۔ اِن میں ایک پتھر ہی جو سانپ کی شکل پر تراش کر درخت پر لپیٹا ہی۔ اِس میں اعلیٰ درجہ کی صنعت یہ ہی کہ درخت اور سانپ سفید پتھر کے ایک ہی ٹکڑے میں تراشے گیے ہیں۔ اِسی درجے میں مصر کے سیاہ اری پتھر کا ایک ستون تقریباً پونے تین گز لمبا ڈیڑھ گز مدور نہایت خوشنما اور شفاف رکھا ہی اوپر کے درجے میں زینے کے برابر تین مردہ کچھوے رکھے ہیں جنمیں ایک سیاہ اور دو زرد رنگ کے ہیں بیچ کا کچھوا چھوٹے ٹٹو کی برابر ہی اور اطراف کے دونوں بھی جسامت میں گدھے سے کم نہونگے۔ گو یہ کچھوے مردہ ہیں مگر اِس سلیقے سے بنائے گیے ہیں کہ مردہ اور زندہ میں مطلق فرق نہیں معلوم ہوتا۔ پرندوں میں بندرہ قسم کے صرف اُلو ہیں جنمیں سب سے چھوٹا چڑیا کی برابر ہی اور بڑا عقاب سے کم نہوگا۔ اِسی ملک کے ہاتھی کی دو کھوپریاں دانتوں سمیت رکھی ہیں۔ انمیں ایک کے دانت سوا دو گز باہر نکلے ہوئے ہیں۔ گیارہ قسم کے سیاہ اور زرد بندر دیکھے جنمیں بڑا لنگور کی برابر اور چھوٹا چوہے کی برابر ہی ایک بھینس کا پنجر ہی جسمیں چودہ چودہ گرہ لمبے سینگ ہیں اور قد کی بلندی چھ فیٹ ہی۔ سلو سانپ بھی جسکو ہندی میں بجر کیٹ کہتے ہیں

ہمارے ملک کے سلوسانپ کی نسبت بہت بڑا ہی جسامت میں گیدڑ کے برابر ہوگا۔
پندرہ قسم کی مختلف الالوان گلہریاں اور جنگلی سور کی برابر ایک خارپشت (سہی)
سیاہ ریچھ اور نہایت خوبصورت خرگوش تین مردہ گلدار شیر ہیں کہ ہر ایک
کی جسامت شیر ببر کے برابر ہی۔ یہ مردہ جانور اس صنعت سے بنا کر رکھے گیے ہیں
جن پر زندہ جانور کا دھوکا ہوتا ہے۔ کاریگری اور مصالحہ کی خوبی نے مردہ اور زندہ میں
حرکت و رفتار کے سوا اور کوئی فرق باقی نہیں رکھا۔ ایک درجے میں ویل مچھلی کا سر
اور بعض ہڈیاں رکھی ہیں جنمیں ہر ایک ہڈی شہتیر کی مثل ہی۔ سر بھی تین گز
چوڑا اور قریب چار گز کے لمبا ہی۔ اسی کی برابر ایک دوسرے کمرے میں چھ سات
مچھلیاں زمین سے دو گز بلند لکڑی کے ستونوں پر رکھی ہیں۔ منجملہ اُن کے
ایک شارک مچھلی بہت بڑی ہی جسکا طول آٹھ گز سے زیادہ اور دور ساڑھے تین گز ہی
باقی اِن سے چھوٹی مچھلیاں پانچ اور چھ گز تک لمبی ہیں۔ دو سورڈ فش
Sword fish (تلوار یا آرے دار مچھلیاں) ہیں جنکے مُنہ پر ڈیڑھ دو گز لمبی
اور سات آٹھ انچھ چوڑی ایک چپٹی ہڈی ہی اُسمیں دونوں طرف ایک ایک انچھ کے
خار آرے کی طرح سے لگے ہوے ہیں جو دریائی جانوروں کے شکار کرنے کیواسطے
تلوار کا کام دیتے ہیں۔ آبی پرندوں میں حواصل ہنس۔ اور بعض پرند اصلی آشیانوں
اور انڈوں سمیت طبیعی حالت پر رکھے ہیں۔ اسکے علاوہ اور بہت سی عجیب و غریب
چیزیں دیکھی گئیں عجائب خانہ میں بھی معدنی پتھروں کی قسم سے گلابی اور سُرخ یاقوت

دھنیلا نیلم - پکھراج - بلور - اودی اور نافرمانی رنگ کا کٹیلا اور اکثر فلزات کے نمونے خصوصاً ابرک کے بڑے بڑے ورق نمایش کے واسطے رکھے ہیں ان پتھروں میں کنول بنا ہوا ایک پکھراج جسکا قطر دو انچھ ہوگا نہایت شفاف اور روشن عجیب چیز ہی - یہ جملہ معدنی اشیا اسی ملک کے پہاڑونکی پیدا وار ہی - غالباً انہیں جواہرات کی افراط نے لنکا کو سونے کی لنکا مشہور کر دیا ہوگا -

دریائی جانوروں میں اکثر عجیب و غریب شکل کے گھونگے - پتھر کے پھول جو دریا میں ایک قسم کے کیڑوں کے بنانے سے پیدا ہوتے ہیں شیشے کے خانوں میں رکھی ہیں سیپیاں طبیعی حالت پر جسطرح پانی کے اندر رہتی ہیں اُسی طرح پر شیشے کے خانوں میں رکھی ہیں چنانچہ سرو کی مثل ایک باریک پتونکی شاخ میں صدہا سیپیاں لپٹی ہوئی ہیں اسکے سوا ایک پتھر اور ایک لکڑی کے ٹکڑے پر بیشمار سیپیوں کے گچھے ہیں - پیدائش کی ابتدا سے آخر عمر تک اُنکی طبیعی حالت ظاہر ہوتی ہی - اُنمیں سب سے چھوٹی جوار کے دانے سے بھی کم اور بڑی معمولی سیپیوں کی برابر ہیں جنہوں نے اُسی چھوٹے جسم سے بتدریج بڑھتے بڑھتے اسقدر جسامت حاصل کی ہی - بعض دریائی کیڑے گھاس کی شکل بعض پھول کی صورت پر بعضے خار دار ہیں جو دیکھنے میں کانٹونکا ایک گچھا معلوم ہوتا ہی ناواقف آدمی دیکھنے سے ہرگز تمیز نہیں کرسکتا کہ یہ ذی روح اور حیوانات کی مثل غذا کے طالب ہیں - یہ پہلے بیان کیا گیا ہی کہ سیلون کا دار السلطنۃ کولمبو ہی جسمیں گورنر رہتا ہی شہر کی عمارتیں اکثر آبی یا گہرے نیلے رنگ سے رنگی ہوئی ہیں عوام کے مکان بہت تنگ

ہیں جن کا صحن بمبئی کے مکانوں کے مثل چھوٹا ہی - بالعموم تو زبان سنگلی ہی لیکن شاذ و نادر ملایا اور بازاروں میں مسافروں کے ساتھ ٹوٹی پھوٹی انگریزی بولی جاتی ہی - مسلمان قریب قریب تمام شافعی المذہب ہیں -

۲۸ - ۲۹ - ۳۰ - مارچ ۱۸۹۳ء - ۲۸ مارچ کو دن کے ساڑھے تین بجے ہمارے جہاز نے پنانگ اور سنگاپور جانے کے واسطے لنگر اُٹھایا سیلون کے کمانڈر انچیف بھی اسی جہاز پر سوار ہو کر سنگاپور کو جاتے ہیں - اُنکے پہنچانے کو جہاز تک گورنر سیلون بھی آئے ہیں -

بندرگاہ پر روشنی کا ایک مینار جہازوں کو اسطرف جانے سے روکنے کیواسطے بنا ہوا ہی یہاں کے باشندوں کا گمان ہی کہ مشہور راون کا قلعہ جو خالص تانبے کا بنا ہوا ہی شہر کے کنارے سے ملا ہوا اِسی مینار کے نیچے واقع ہی اور زمانے کے نشیب و فراز نے اُسے سمندر کے پانی میں چھپا دیا ہی - جہازوں کو اسطرف جانے سے روکنے کی وجہ بھی یہی بیان کرتے ہیں کہ ڈوبے ہوے قلعے سے ٹکرا کر نہ ٹوٹ جائیں - عوام الناس کہتے ہیں کہ بعض حکام نے اُس کا تانبا نکالنا چاہا تھا مگر غایت استحکام اور پانی میں غرق ہونے کی وجہ سے بآسانی نہ نکل سکا -

ان جزیروں میں ہندوستان کا روپیہ بھی چلتا ہی لیکن یہاں کا سکہ علحدہ ہی - چنانچہ نصف روپیہ شلنگ - چونّی ہاف شلنگ - دونّی - دس سینٹ اور سینٹ ڈبل پیسہ کی برابر ہی - یہاں کے کل سکوں پر ایک جانب ناریل کے درخت کا نشان اور دوسری

حارث ملکہ معظمہ کی تصویر ہے۔ اَدھنّا ڈبل بھی چلتا ہے جسکو بینی کہتے ہیں۔

۲۸ - مارچ سے ۳۱ - مارچ تک ہم ایک حالت پر چلے گئے۔ اِس عرصے میں سوائے اسکے کہ ۳۰ - مارچ کی شام کو دو اسٹیمر ہمارے دہنے بائیں آدھے آدھے میل کے فاصلے سے گزر کر بمبئی کو چلے گئے - کوئی چیز قابل لحاظ نہیں دیکھی۔ ۲۹ - مارچ کی صبح سے ہم بحر ہند یعنی انڈین اوشن میں خلیج بنگالہ کے اتصال کے قریب قریب جارہے ہیں ہمارے بائیں طرف خلیج بنگالہ ملا ہوا ہے اور دہنی طرف دو تین روز کی راہ پر جنوب کی سمت مشرق کو جھکا ہوا جزائر سماترا کا سلسلہ چلا آتا ہے جنمیں سے اکثر جزیرے قوم ڈچ کی حکومت میں ہیں۔

جمعہ ۳۱ - مارچ - دریا بھی تین روز سے ساکن ہے - ہوا کسیقدر سرد ہے۔ جہاز کے کمروں میں ۸۰ ڈگری گرمی ہے مگر جہاز کی چھتری پر بالکل معلوم نہیں ہوتی - دریا میں یوں بھی اکثر ٹھنڈی ہوا رہتی ہے - اس وقت دن کے نو بجے ہیں اور ہم چھتری پر بیٹھے ہوئے دریا کے سطح کو دیکھ رہے ہیں - ایک چیز چھوٹی کشتی کی برابر دس بارہ گز لمبی بھورا رنگ پانی پر تیرتی ہوئی نظر آتی ہے - کبھی گمان کرتے ہیں کہ مچھلی ہے کبھی خیال ہوتا ہے کہ بغیر ملاح کے کوئی لاوارث کشتی بہتی پھرتی ہے دوربین سے صرف اسقدر معلوم ہوا کہ کوئی چیز لکڑی کی مثل خشک اور ایک طرف سے شاخدار ہے مچھلی ہو یا اور کچھ اچھی طرح سے تشخیص نہیں ہو سکتا شام کو ساڑھے سات بجے کے قریب جزیرہ نکوبار کا **لائٹ ہوس** (روشنی کا مینار) بائیں

جانب بہت قریب معلوم ہوا - غالباً چھ سات میل سے زیادہ دور نہوگا **نکوبار** ایک
چھوٹا سا جزیرہ خلیج بنگالہ کے اختتام پر جہاں سے بحر ہند شروع ہوتا ہی واقع ہی -
کہتے ہیں بعض ہندوستانی دائم الحبس قیدی بھی کسی زمانے سے یہاں ہیں -
اس جزیرے کی زبان **برما** اور **ملایا** زبان سے بالکل جدا ہی - بعض لفظ سنسکرت
سے اور بعض ترکی سے ملتے جلتے ہیں چنانچہ شمار اعداد میں طاق بولتے ہیں مثلاً
ہنک طاق (یعنی کسقدر) اور خدا تعالیٰ کو **دیوسا** کہتے ہیں (ہمارے خیال
میں اختلاف تلفظ سے دیوتا کا دیوسا ہوگیا ہی) جزیرہ نکوبار کے شمال میں **انڈمان**
اور اُسکے شمال میں جزیرہ **مول مین** ہی جزیرہ نکوبار کے قریب بحر ہند کا عمق دو میل
بیان کیا گیا ہی -

شنبہ یکم اپریل - صبح کا دلچسپ اور سہانا وقت ہی جزیرہ **آچین**
کا لائٹ ہوس اور ساحل کے پہاڑ ایک میل اور آدھے میل کے فاصلے پر دونوں
جانب نظر آتے ہیں - کہیں کہیں پختہ عمارتیں بھی معلوم ہوتی ہیں مگر نہایت کم رتبہ اور حقیر
آچین† سے ملا ہوا مشرق کی جانب جزیرہ **سماترا** ہی اور ہم **مکاسر اسٹریٹ** (آبنائے ملا)
میں جا رہے ہیں - دونوں طرف کہیں ایک میل اور کہیں اور بھی کم فاصلے پر پہاڑ اور
گنجان درخت نظر آتے ہیں - اول سماترا کا لائٹ ہوس ملا ایک مکان بنگلے
کی مثل بلند ٹیلے پر واقع ہی - دونوں طرف کے جزیرے یعنی سماترا وغیرہ **ہالنڈ**

† ان جزائر اور آبادیوں کو اسٹریٹ سٹلمنٹ کہتے ہیں ۱۲

(ڈچ) کے تحت حکومت ہیں۔ برکا ئیر اسٹریٹ (یا آبنا ئے ملاکا کے آخر میں بائیں
جانب شمال و مشرق کی سمت شہر پنانگ ملے گا وہاں سے آگے چلکر جزیرہ
نمائے ملایا اور سماترا کے بیچ میں راستہ ہی۔ ملایا کے اکثر باشندے مسلمان
ہیں۔ سماترا سے ملا ہوا بورنیو کے جنوب میں جزیرہ جاوا ہی۔ بائیں جانب
چند چھوٹے چھوٹے جزیرے ہیں جنمیں کوئی کوئی آباد اور باقی ویران ہیں۔ اور بعض
جو ہمسے ایک میل یا آدھے میل کے فاصلے پر واقع ہیں وہ اسقدر چھوٹے ہیں جنکو
ہم جزیروں میں شمار نہیں کر سکتے۔

دوشنبہ ۲۔ اپریل۔ آج صبح سے اُٹھتے ہی شہر پنانگ
کا سواد اور سبز و شاداب پہاڑوں کا سلسلہ نظر آرہا ہی شہر کے قریب پہاڑوں پر بعض
عمارتیں بھی ہیں جو دور سے بہت خوشنما معلوم ہوتی ہیں بندرگاہ سے دہنی جانب
شہر ہی اور بائیں جانب ناریل اور چھالیہ وغیرہ کا گنجان جنگل ہی جسمیں خال خال مکانات
بھی ہیں۔ صبح کے آٹھ بجے ہمارے جہاز نے لنگر کیا ہم اُسیوقت کشتی میں
سوار ہو کر پنانگ کی سیر کو گئے دو تین گاڑیاں جنمیں عمدہ دیگر گھوڑے جتے ہوئے
تھے کنارے پر ہمارے انتظار میں طامس کک کیطرف سے طیار تھیں کپتان
کالون صاحب بہادر کے سوا ہمارے سب ہمراہی گاڑیوں میں سوار ہو کر سواد شہر
اور شہر سے گذر کر ہوٹل میں آئے جو شہر کے دوسری جانب ایک میدان میں
سمندر کے کنارے پر واقع ہی کھڑے کھڑے ہوٹل کے منیجر کو کھانے کی طیاری کا

حکم دیتے ہوئے ایک آبشار کے دیکھنے کو چلے گئے۔

نہایت وسیع اور شاداب پارک کے آخر میں پہاڑ ہی جسپر تقریباً بیس گز بلندی سے پانی کی چادر گرتی ہی اور پارک کے بیچ میں سے ایک نالے کی صورت میں بہکر سمندر میں ملجاتی ہی آبشار پر جانے کیواسطے نینی تال کی سڑک کی شکل پیچیدہ و خمیدہ چڑہائی ہی۔ اس پارک میں نہایت خوبصورت راستے اور خوشنما چمن ترتیب دیئے ہیں۔ یہاں اکثر ابر رہتا ہی اسوقت بھی بادل گھرا ہوا ہی اور بارش ہو رہی ہی ہوٹل سے پارک کو جاتے ہوئے راستہ میں بہت چھوٹی ریلوے لائیں ہی۔ گاڑیاں جنھیں سوار ہوتے ہیں مختصر خوشنما اور دو منزلی ہیں۔ شہر ہانگ کے اطراف میں ناریل اور چھالیہ کے باغ بکثرت ہیں۔ ناریل کے درخت ایک خوشنما قطار میں پانچ چھ گز کے فصل سے لگاتے ہیں اُنہیں میں جا بجا چھالیہ کے درخت بھی ہیں انکی علاوہ جو گیا اور سرخ پھول کا گڑہل۔ نہایت خوشرنگ۔ سرخ انجیر مگر بہت چھوٹا ناگ پھن۔ مولسری۔ امرود۔ اور خال خال آم۔ املی۔ اور نیم وغیرہ کے درخت ہیں ایک قسم کے درخت پر جو قد میں مولسری کی برابر ہی کثرت سے زرد رنگ کے پھول لدے ہوئے ہیں جنکی خوشبو سے تمام جنگل اور راستے مہک رہے ہیں۔ مکانات کی ساخت ہمارے ملک کی عمارت سے بالکل مختلف ہی یعنی قریب گز بھر کے بلند پختہ پیل پایہ بنا کر اُسپر شہتیر اور تختے پاٹ کر اُسکے اوپر کوٹھی یا بنگلے کی شکل عمارت بناتے ہیں اور نیچے کا حصہ جسکی چھت زمین سے گز بھر سے زیادہ بلند نہوگی لطخ اور مرغیوں

کے رہنے کیواسطے خالی پڑا رہتا ہی - اور یہ اصول تعمیر صرف رطوبت سے محفوظ رہنے
کی غرض سے اختیار کیا گیا ہی ایسے مکان سہ منزلے جو منزلے ہوتے ہیں -

اس موقع پر ہمکو اپنا ملک اور وہاں کے باشندوں کی طرز معاشرت اور بے ڈھنگے
مکان یاد آتے ہیں گو ہمارا ملک حاصل خیز اور تجارت اور زراعت پیشہ لوگ آسودہ حال
ہیں - مگر عام طور پر زندگی بسر کرنے کیواسطے ایسے سامان آسائش مہیا کرنے کی قابلیت
نہیں رکھتے جو جسمانی صحت کے معین ہوں - اکثر مکان ایسے بناتے ہیں جنمیں
سواے ایک سمت کے اور کہیں سے ہوا کا نفوذ نہیں ہوتا جب ہم ان ممالک
کے باشندوں کی مفید و خوشس سلیقہ طرز زندگی کو دیکھتے ہیں تو اپنے ہم وطنوں
کی حالت پر افسوس ہوتا ہی - جسقدر مکان سواد شہر میں واقع ہیں اُنمیں باغ بھی ضرور ہیں
باقی وسط شہر کے مکان اکثر یکمنزلے ہیں بازار کی سڑکیں کشادہ اور صاف ہیں -
دوکاندار زیادہ تر چینی ہیں جنکی دکانوں پر دس بارہ لکڑی کے تختے سیاہ یا سبز رنگے
ہوئے اور اُن پر طلائی چینی حروف میں صاحب دُکان کا نام لکھا ہوا آویزاں
ہوتے ہیں -

سواد شہر میں چینیوں کے بعض عبادتخانے بھی ہیں جنکے مخروطی گنبدوں پر بعینہ
ہندوستان کے مندروں کی مثل چونے کی مورتیں نصب ہیں -

اس شہر میں ملائی مسلمان اور چینی ملے جلے آباد ہیں - کاریگر بالعموم چینی ہیں -
دفاتر میں ملائی خط مروج ہی جسکی طرز سیلون کے بیان میں ہم لکھ چکے ہیں -

ہماری نظر میں پنانگ کولمبو کی نسبت زیادہ خوش فضا اور خوشنما معلوم ہوتا ہے۔ انگریزی عملداری ہے۔ گورنر کبھی پنانگ اور کبھی کولمبو میں رہتا ہے۔ روپے کی جگہ چاندی کا ڈالر چلتا ہے جو ہمارے یہاں کے حساب سے سوا دو روپیہ کا ہے۔ ایک ڈالر کے سو سینٹ ہوتے ہیں۔ سینٹ تانبے کا سکہ یا ڈبل پیسہ ہے۔ ہندوستان سے چلنے کے بعد ہمکو خیال تھا کہ اب پان نہ ملیں گے مگر کولمبو اور پنانگ میں پان بکثرت تھے لیکن اسقدر تلخ اور بدمزا ہوتے ہیں کہ جنکو ہندوستانی کسیطرح نہیں کھا سکتے پان کا نام یہاں کی زبان میں سیری (بروزن بیری) ہے۔ انناس اور کیلا بھی نہایت خوشگوار اور شیریں ہوتا ہے۔ کھانا ہمنے ہوٹل میں کھایا۔ گو انگریزی طرز کا کھانا تھا مگر شوربے میں مرچیں اسقدر تھیں کہ ناگوار معلوم ہوتی تھیں۔

کھانے سے فارغ ہوکر تفریحاً ہوٹل کے برآمدے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک مدراسی بازیگر آیا بہت سے انگریز بھی موجود تھے جو ہماری طرح سیاحت کی غرض سے آئے ہیں سب کی مرضی پاکر بازیگر کو اجازت دیگئی اور وہ دیر تک تماشا کرتا رہا وہ ایک تماشے بہت صاف کرتا تھا۔

چنانچہ ایک گیند کو مینا یا طوطا بنا دیتا تھا جسکی فقط چونچ اور سر ہاتھ سے باہر نکال کر دکھاتا تھا۔ بازیگر کا ساتھی ایک پہلوان بھی تھا جو ایک آٹھ نو برس کے لڑکے کو کہ بذات ترین اطفال تھا کبھی ہاتھوں پر کبھی پاؤں پر اُچھالتا تھا۔ بازیگر نے ایک ڈبے میں گولیوں کی اشرفیاں بنا دیں اور اشرفیوں کو ایک انگریز کے

ہاتھ پر اُلٹنے کا ارادہ کیا صاحب نے نہایت شوق و شغف سے ہاتھ پھیلائے مگر بجائے اشرفیوں کے ایک جیتا جاگتا سانپ اُنکے ہاتھ پر گرا۔ جسکو صاحب فوراً پھینک کر دیر تک پتلون سے ہاتھ پوچھا کئے۔ بازی گر نے پندرہ سولہ برس کی ایک سیاہ فام عورت کو جو غالباً بازی گر کی بی بی تھی ہاتھ پانو گردن سے ملا کر رسّی سے مضبوط باندھا۔ پھر تمام جسم کو رسّی کی بُنی ہوئی جالی میں بھر کے اُسکا مُنہ بھی باندھ دیا پھر اُسکو ایک بانس سے بنے ہوئے ظرف میں بزور ٹھونس دیا (یہ ظرف مٹکے کی شکل کا لوکرا مُنہ چھوٹا پیٹ بڑا بانس سے بُنا جاتا ہی جسکو ہمارے ملک میں کنڈی یا کنڈیا بولتے ہیں اور مرغیاں وغیرہ بند کرنے کے کام آتی ہی) اور اُس پر کپڑا ڈالکر چھپا دیا۔ لڑکی اندر ہی اندر غائب ہو گئی۔ بازیگر نے کپڑا اُٹھا کر ہر طرف سے ایک لمبی چھری بھوکنا شروع کی جس سے معلوم ہوا کہ اسمیں کوئی چیز نہیں ہی۔ اِس کے بعد اُسی کنڈی میں سے بغیر کسی اعانت کے ہاتھ پانو کی تمام بندشیں اور جالی کا مُنہ کھولکر سمٹ سمٹا کر عورت باہر نکل آئی۔

چار بجے جہاز کا لنگر اُٹھنے والا تھا اِس لیے ہمکو زیادہ مہلت نہ تھی۔ وہاں سے سوار ہو کر شہر میں آئے اور سینٹ جارج نام اسکول کے پہلو میں فوٹو گرافر کی دکان پر جا کر تصویریں دیکھیں۔ اِن میں اکثر پنانگ کے خوش فضا اور دلچسپ سواد کے منظر اور طبیعی حالت کے چشم انداز تھے۔ اگرچہ انبار لگا ہوا تھا لیکن خریدنے کے قابل ایک بھی نہ تھی۔ کیونکہ اچھی اچھی پہلے بک چکی تھیں۔ مولوی فرخی کو بازار میں چھوڑ دیا کہ ہمارے

واسطے پان اور جو چیز مناسب سمجھیں خرید لائیں۔ پان تلخ تھے تربوز کی حاجت نہ تھی کیونکہ جہاز پر بکثرت موجود ہیں۔ اِس ملک کا بڑا تحفہ **منگواسٹون** (م ن گ و ا س ٹ و ن) Mango stone ہی وہ بھی جہاز پر روز کھانے کے ساتھ لایا جاتا ہی۔ یہ ایک پھل ہی صورت میں چپٹا گول ڈنٹھل کے آخر میں بیگن کی طرح آدھے انچھ کی گول سبز ٹوپی چھلکا بہت دبیز اوپر سے گہرا عنابی اور اندر کی طرف گلابی جیسے سیل کے گدے پر ہوتا ہی اس کے اندر سفید رنگ کا مغز اُسمیں آم کے مثل چھوٹی سی ریشہ دار گٹھلی۔ نہایت خوش مزہ اور شیریں پھل ہی۔ بڑے سے بڑا نارنگی کے برابر ہوتا ہی۔ گودا جو کھانے کی چیز ہی گٹھلی پر لپٹا ہوا اخروٹ کے برابر ہی۔ غرض کہ ہم کنارے پر آئے۔ لنگرگاہ پر جو عمارتیں لب دریا واقع ہیں وہ بھی بہت خوشنما ہیں۔ وہاں سے بوٹ میں سوار ہو کر جہاز میں آئے۔ دن کے تین بجکر چالیس منٹ آئے تھے کہ جہاز نے لنگر اُٹھایا۔ یہاں سے **سنگاپور** جانے کو دو چینا عورتیں بھی ہمارے ساتھ جہاز پر سوار ہوئیں۔ اُنمیں سے ایک عورت چینیوں میں فی الجملہ خوبصورت ہی۔ ورنہ ہمنے اب تک اکثر چینی بدصورت ہی دیکھے ہیں۔ چینیوں کا حلیہ یہ ہی کہ ناک چپٹی۔ بھویں کم رنگ۔ یا صرف ایک باریک سی لکیر۔ آنکھیں گول۔ کچھ عجیب نقشہ ہی۔ چینی عورتوں کا لباس جو اب تک نظر سے گذرا ہی وہ یہ ہی۔ کہ ایک نیم عرض کے پائچے کا نیلا یا سیاہ پائجامہ اور نیلے رنگ کا ڈھیلا ڈھالا کرتا۔ گریبان میں دو یا ایک چھلے دار بٹن لگے ہوئے چوٹی مانگ پر گندھی

ہوئی جسمیں جوڑا باندھ کر بقدر حیثیت سونے یا چاندی کے موٹے موٹے چھلے یا
یا گھنڈی دار پن لگاتی ہیں - مردوں کے لباس میں بھی وہی یم عرض کا نیلا یا کالا یا لچا
اور کولھوں تک نیچا کُرتا یا کوٹ اور اُس پاںجامے پر سفید کپڑے کے اور یہ وان
تنگ پائنچے جو گیٹس کیطرح زانو تک چڑھا کر فیتے سے ران پر باندھ لیتے ہیں
یہ پائنچے بدن کے ڈول کے موافق ٹخنوں سے رانوں تک گاؤدم ہوتے ہیں
سر پر بید کی بُنی ہوئی چھتری نما ٹوپی جنمیں بعض کا قطر بارہ چودہ گرہ تک ہوتا ہی -
بال مُنڈے ہوئے مگر صرف سر کے پچھلے حصے پر چوٹی چھوٹی ہوئی جس کو
ریشم کے ڈورے یا دھجی سے ملا کر گوندھ لیتے ہیں اور پانو تک لٹکائے رکھتے
ہیں یا کبھی کام کے وقت پگڑی کی طرح لپیٹ لیتے ہیں -

رات کا وقت ہی جہاز اپنی معمولی حالت پر چل رہا ہی تاریکی کے سبب سے کوئی
چیز محسوس نہیں ہوتی -

۳ - **اپریل** - صبح سے ملایا جزیرہ نما کے ساحل کہیں ایک میل کہیں دو
میل فاصلے پر نظر آ رہے ہیں اور ہم ملایا کے دہنی جانب کنارے سے بہت
قریب گزر رہے ہیں - ہمارے دہنی طرف مغرب و جنوب میں جزیرہ سماترا ہی - جہاز
کو احتیاط سے چلا رہے ہیں کیونکہ پانی بہت کم ہی پانی کا گدلا ہونا اُتھلے دریا کی
علامت ہی - شام کے ساڑھے پانچ بجے سے شہر ملاکا بائیں طرف سمندر
کے کنارے پر نظر آتا ہی اسقدر قریب ہی کہ عمارت پختہ و سنگین اور پکی شہر پناہ

بخوبی محسوس ہوتی ہے۔ دوربین کی چونکہ کم قوت ہے اور شام کی تاریکی آسمان پر پھیلتی جاتی ہے اس لئے انسان اور حیوان اچھی طرح تشخیص نہیں ہو سکتے۔

شہر ملا کا جزیرہ نمائے ملایا کا مشہور اور بڑا شہر ہے۔

۴-اپریل صبح کے پانچ بجے سے سنگاپور کا سواد اور کنارے کی عمارتیں نظر آنے لگیں۔

دو جہاز اور بھی سنگاپور کو جا رہے ہیں۔ باہم معمولی سلامی دے لے کر وہ ہم سے پیچھے رہ گئے ہمارے جہاز نے بہت احتیاط سے آگے بڑھ کر تختوں کے اسکلے پر لنگر کیا۔

سنگاپور کے اطراف میں دریا کے کنارے پر لنگرگاہ کے تین طرف چھوٹی چھوٹی چند پہاڑیاں ہیں جنکی بلندی پر سفال پوش یعنی کھپریل کے مکانات بنے ہوئے ہیں۔ دور سے یہ پہاڑیاں پتھر اور بھورے رنگ کی مٹی سے مرکب معلوم ہوتی ہیں۔ پتھر بھی ایک قسم کا سنگ باسی معلوم ہوتا ہے۔ ایک ٹیلے پر بعض کارخانے ہیں جنکے انجن چل رہے ہیں اور چمنیوں سے دھواں نکل رہا ہے لنگرگاہ شہر سے ملی ہوئی ہے۔ اور جا بجا متعدد اسکلے بنے ہوئے ہیں۔ شہر کے مقابل میں دیوار کی شکل کی ایک چھوٹی پہاڑی پر بھی بعض پست اور حقیر عمارتیں نظر آتی ہیں۔ یہ شہر ملایا اسٹریٹ کے آخر میں ہندوستان سے مشرق کی طرف کو واقع ہے۔ ملایا کی زمین کا سلسلہ خشکی کے راستے سے سیام برما اور وہاں سے ہو کر ہندوستان تک ملا ہوا ہے۔

یعنی اسی برِاعظم سے ملحق ہی جس پر ہم لوگ اور تمام ایشیا کے باشندے بستے ہیں
پنانگ اور کولمبو کا منظر جو بندرگاہ سے نظر آتا ہی سنگاپور کی نسبت بہت
خوشنما اور دلکش ہی۔ خاصکر پنانگ کا منظر تو بہت ہی دلپسند و لطیف ہی
جہاز سے اُترکر بوٹ میں سوار ہوئے اور کنارے پر آئے طامس کُک صاحب
کا ایجنٹ جو شل اور جگہ کے اس شہر میں بھی رہتا ہی چند عمدہ گاڑیاں لئے ہوئے
استقبال اور خدمت کیواسطے آمادہ تھا۔ ہم گاڑیوں میں سوار ہوکر عجائب خانے ہوتے
ہوئے **باغ وحش** کو گئے عجائب خانے کی عمارت نہایت عالیشان
اور خوشنما ہی۔ بیچ کے درجے پر بہت بلند اور مدوّر ساٹھ فیٹ اونچا گنبد ہی۔ اوپر کے
حصّے میں سفید آئینے اور گنبد کے دور میں رنگین شیشے لگے ہوئے ہیں۔
دو منزلی عمارت ہی۔ زینہ پر چڑھتے ہی ایک ہاتھی کا سر (غالباً جو اس ملک میں
پیدا ہوتا ہی) رکھا ہی۔ اِن جزائر میں ہاتھی اجنبی چیز نہیں ہی۔ چنانچہ سیلون کے
ہاتھی کو اکثر سوداگر ہندوستان میں لاکر بیچتے ہیں سیلون میں ہندوستان کی
طرح ہاتھی اوبی یا پھاندے سے نہیں پکڑا جاتا بلکہ اور ہی طریقہ ہی جو مولوی فرخی سے
ایک تاجر نے بیان کیا یعنی اوّل ایک ہتنی کو بیسوا پن سکھا کر کٹنی بنا کر جنگل میں
چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ کسی نوجوان ہاتھی سے اُنس بڑھا کر اُسکو اپنے دام محبت
میں پھنسا کر اپنے گھر تک (جو جنگل میں بنا ہوتا ہی) لے آتی ہی۔ وہاں آدمی پوشیدہ
گھات میں لگے ہوتے ہیں جو آسانی سے اُسے قابو میں کر لیتے ہیں۔ عجائب خانے

میں دریائی حیوانات کی قسم سے بڑے بڑے مگرمچھ اور ایک چار گز کی لمبی مردہ شارک مچھلی نہایت کاری گری سے بنا کر رکھی ہی۔ بعض سانپ بھی نو نو اور دس دس گز لمبے ہیں۔ ایک مچھلی جسکی صورت تُکل کی مثل ہی۔ عرض میں سوا دو گز اور طول سر سے دُم تک ساڑھے چار گز ہی اسی قسم کی صدہا اشیا جو اکثر پنانگ اور کولمبو میں بھی تھیں یہاں بھی ہیں۔ پرندوں میں ایک عجیب جانور دیکھا جسکو پرندوں کا گینڈا کہتے ہیں۔ سر پر شکل سینگ ایک شاخ ہی اسکے سوا خاکی رنگ کے گُلدار شیر امریکا کا جنگلی بھینسا جسکو بزّون (ب ز و ن) کہتے ہیں عجیب شکل کا جانور ہی۔ اگلا دھڑ بھاری پچھلا بہت ہلکا سر اور شانوں پر لمبے لمبے بال لٹکتے ہیں۔ چار پانچ جنگلی بیل دیکھے جنکا قد چھ فیٹ کے قریب بلند اور ہاتھی کے مثل فربہ و جسیم بہت زبردست جانور ہی۔ اِسکے سوا عجیب الخلقت حیوانوں میں جو پنجر دار بند ہی۔ اور بھی بہت حیوان ہیں۔ اِس ملک کا **بن مانس** (جو اُورانگ اُوٹانگ) کے نام سے مشہور ہی زیادہ تو جزائر بورنیو (ب و ر ن ی و) اور **جاوا** میں ہوتا ہی۔ یہاں بھی پلا ہوا پنجرے میں موجود ہی۔ شاید جنگل میں بھی ہو یہ جانور قد میں متوسط انسان کے برابر ہی۔ وسط سر اور چہرے کے علاوہ بدن پر بھورے بال ہیں۔ ہاتھ زیادہ لمبے اور بدشکل کھڑے ہونے پر قد اوسط اندام آدمی کے برابر صورت بھی بدشکل آدمی سے بہت ملتی جُلتی ہی۔ نہایت زبردست اور موذی جانور ہی۔ ایک جانور گیدڑ کے برابر نیولے کی شکل ہی جس کو پاکا ما

(پ اک ام ا) کہتے ہیں۔ عجائبات میں گلدار شیر کے ہم رنگ۔ ایک بلّی ہی کہ
گلدار کے بچّے اور اُسمیں کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا۔ چرندوں کی قسم میں (تاپیر
(ت اپ ی ر) ایک چوپایہ جانور گدھے کی برابر قد پیچھے سے بھینس کے بچّے یا سور
کی شکل معلوم ہوتا ہی۔ فرق صرف اسقدر ہی کہ اسکی تھوتھنی نوکدار ہی اسکے سوا سرخ
اور سیاہ رنگ کی پرند گلہریاں ہیں جنکو بہت احتیاط سے پنجروں میں رکھا ہی۔ ایک
اور جانور ریچھ کے بچّے کی ہمشکل ہی جسکو جربوا (ج ر ب و ا) کہتے ہیں اور فارسی
میں موش سلطانی مگر ہمکو چھوٹا ریچھ ہی معلوم ہوتا ہی۔ شاید اسقدر کم قد کے ریچھ کی قسم
کو جربوا کہتے ہوں۔ نمائشی اشیا میں۔ اہل ملاکا کے ہتیار۔ تیر۔ کمان۔ اور
نیزے وغیرہ بہت سلیقے سے رکھّے ہیں۔ کازواری (ک ا ز و ا ر ی) جو شتر مرغ
کے مثل بغیر بازو کا جانور ہی۔ وہ بھی یہاں دیکھا تمام بدن پروں سے ڈھکا ہوا
ہی۔ بازو نہیں ہیں مُنہ اور سر مور سے زیادہ مشابہ ہی۔ بہت خوبصورت جانور ہی۔
باز عقاب۔ اور ایسے اُلو جنکا مُنہ زرد ہی۔ بغیر دُم کے خاکی و سیاہ بندر نکوبار کے
سبز اور سرمئی کبوتر۔ جو جسامت میں پہاڑی کوّے کی برابر ہیں۔ زندہ پنجروں میں رکھّے
ہیں۔ ایک اور سنہری رنگ کی بلّی دیکھی جسے طلائی بلّی کہتے ہیں یہ بھی بہت
خوبصورت جانور ہی۔ کازواری کی ہمشکل ایک اور جانور ہی جسے ایم یو (ا ی م ی و
کہتے ہیں فرق صرف اسقدر ہی کہ کازواری کا سر سرمئی ہوتا ہی اور ایم یو کا بدن اسکے
ہمرنگ زردی مائل خاکی۔ لارج موئس (ل ا ر ج م و س) یعنی خرگوش کی برابر لمبے قد

کے چوہے۔ اور دریائی چیل بھی۔ ہنس راج بط کی برابر مردہ و زندہ رکھی ہیں باغ وحش میں بعض درخت بھی عجیب ہیں۔

درس چی فلیٹیا (درس ج ی ف ل ی ٹ ا) تاڑ کے درخت کی مثل ایک درخت ہی جسمیں چھالیا کی صورت کے پھل اور جائفل کی ہمشکل گٹھلی ہوتی ہی۔ غرض کہ ہماری نظر میں یہاں کی جو چیز ہی وہ نئی اور جو شی ہی وہ عجیب۔

سنگاپور کے اکثر باشندے چینا اور اصلی ملک والے ملائی مسلمان ہیں اور پردیسی لوگ بھی ہیں جو تجارت وغیرہ کے سبب سے یہاں آکر آباد ہو گئے ہیں بازار میں یک منزلی دکانیں۔ اور مکان پنانگ کے مثل کرسی دار زمین سے گز سوا گز بلند پایوں پر بنے ہوئے ہیں۔ کیونکہ بغیر اس تدبیر کے رطوبت کے اثر سے محفوظ رہنا ممکن نہیں۔

پنانگ اور سنگاپور میں مزدور بہت مہنگے ہیں بیس پچیس روپے مہینے سے کم پر نوکر بھی میسر نہیں ہو سکتا۔ مزدور بھی ایک روپیہ روز آسانی سے کما سکتا ہی۔ اگر ہندوستان کے مفلس بے معاش لوگ چند برس ان جزائر میں مزدوری کریں اور یہاں کی کمائی سے اپنے ملک میں جا کر نیک چلنی اور ایمانداری سے تجارت وغیرہ کوئی پیشہ کریں تو عمر بسر کرنے کو کافی سرمایہ بہم پہنچ سکتا ہی۔ سنگاپور کی مشہور عمارتوں میں سلطان ابوبکر بادشاہ جوہر کا محل ہی۔

شہر جوہر سنگاپور سے تقریباً پچیس میل کے فاصلے پر واقع ہی اور یہی مقام

جزیرہ نمائے ملایا کا دار السلطنۃ ہی عجائب خانے سے واپس ہوکر ہم سلطان کا
محل دیکھنے گئے برآمدے اور دروازے انگریزی کوٹھی کی مثل ہیں - عمدہ زرد
اور سفید مرمر کے گملے جا بجا رکھے ہوئے ہیں - سنگ مرمر کا ہی فرش ہے -
نہایت عالیشان عمارت ہے - ہر طرف سے دروازے بند تھے - صرف ایک سپاہی
پہرا دے رہا تھا - اُسنے کہا کہ داروغہ نہیں ہے - ہم تھوڑی دیر باہر کے درجے میں
ٹھیرے - جلی خط میں چھپے ہوئے دو قرآن مجید برآمدے میں بڑی بڑی رحلوں پر
رکھے تھے - تھوڑے توقف کے بعد ہمنے چاہا کہ واپس چلیں اتفاقاً پہلو میں
ایک دروازے کا کیواڑ کُھلا ہوا نظر آیا - ہم - مولوی فرخی - اور عبد الصمد خان بے محابا
اندر چلے گئے - یہ ایک سمت کا برآمدہ تھا جسکے دروں میں بھی شیشے کے کیواڑ
لگے تھے اور ہر طرف سے بند تھا - غرض کہ کوٹھی کے طول میں جہاں تک سیدھا
برآمدہ تھا چلے گئے - وہاں عرض میں پھر ایک دروازہ کُھلا پایا - اُسمیں جاکر ہم
مشورہ کر رہے تھے کہ اب کہاں جائیں اتنے میں کچھ آدمیونکی آواز کان میں آئی
اور ہم وہیں ٹھٹکے - یہ جگہ سلطان کی حرم سرا تھی - اور اتفاقاً اُنکی بعض بیگمات
بھی وہاں تھیں - خوب ہوا کہ ہم اور آگے نہ گئے - ہماری آواز سُنکر دو آدمی غصّے
میں بھرے ہوئے باہر آئے اور اپنی زبان میں کچھ بڑبڑانے لگے وہ ملائی زبان
بولتے تھے جو ہماری کچھ سمجھ میں نہیں آئی مولوی فرخی نے ہمکو اشارہ کیا کہ آپ
یہاں سے تشریف لیجائیں میں انکو جواب دے لونگا - ہم - اور عبد الصمد خاں حسب

راستے سے آئے تھے اُسی سے پلٹ گئے مولوی فرخی نے بڑی شکوہ اور غصّے کے لہجے میں کہا کہ ہمارے سلطان تمہارے سلطان سے ملنے کے لئے تشریف لائے ہیں (سلطان اس غرض سے کہا تھا کہ وہ لفظ سلطان ہی سے کسی والئی ملک کو پہچان سکتے تھے) تمہارے سلطان کہاں ہیں؟ فوراً جاکر اُنکو اطلاع کرو؟ جسطرح وہ اِن پر غرّاسے تھے اِسیطرح اِنہوں نے بھی طرزِ تحکم سے سلطان جوہر کی دوستی کے دعویٰ کو ثابت کیا۔ تھوڑی دیر بعد کچھ سوچ سمجھ کر وہ اندر چلے گئے اور ایک انگریزی بولنے والے کو اپنے ہمراہ لائے جسنے مولوی فرخی کی بات سمجھ کر ہمارے آنے کی خبر سلطان کی محلسرا میں پہنچائی اور وہاں سے ایک بڑھیا دس بارہ برس کی لڑکی کو ساتھ لیئے عمدہ شاندار لباس اور سونے کے موٹے موٹے کڑے ہاتھوں میں پہنے ہوئے آئی اور حکم دیا کہ تمام مکان کھولدیا جائے۔

مولوی فرخی نے آکر ہمکو اطلاع دی۔ ہم اندر گئے اور بڑی بی کی ہمراہی میں اچھی طرح تمام مکانات کی سیر کی۔ لوگوں سے معلوم ہوا کہ یہ عورت سلطان کی دایہ ہے۔

سلطان جوہر کا محل نہایت عمدہ اور عالیشان عمارت ہے۔ باہر سے بمبئی کے بڑے ہوٹل کی شبیہ معلوم ہوتا ہے۔ اندر دو منزلے وسیع کمرے بیش قیمت ولایتی اور جاپانی اسباب سے آراستہ ہیں۔ خاص کر دربار کا کمرہ تو نہایت وسیع و خوشنما ہے۔ ایک طرف **سلطان ابوبکر** کی پورے قد کی **تصویر** ہے جسکے دیکھنے سے پایا جاتا ہے کہ سلطان کشیدہ قامت عرب یا ہندوستانی مسلمانوں کے

ہم نقشہ ہیں۔ ڈاڑھی نہیں رکھتے عمر ساٹھ برس کے قریب ہوگی تصویر کے نیچے خط
نسخ میں یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔
دولت توانگوشاہ عالم ظل اللہ فی العالم نعیمہا ملیاً ابوبکر نیغ (نیگ)
مملیکی گراجان جوہرسوت دائرہ تعلق لرہ - ملائی خط میں نیگ اسطرح لکھا جاتا
ہے نیغ یعنی ی کے بعد غ پر چار نقطے لگانے سے نیگ پڑھا جاتا ہے۔ اسمیں بعض
لفظ ترکی کے معلوم ہوتے ہیں۔ عمارت کے زینے بھی بہت وسیع ہیں اور نہایت
عمدہ اسباب سے آراستہ ہیں بیش قیمت جاپانی چینی کے گملے اور پتھر کے
ظروف نہایت سلیقے سے رکھے ہیں۔ ہاتھی کے چند سالم دانت بہت لمبے اور
موٹے نہایت شفاف اور چمکدار آرائش کی غرض سے رکھے ہیں۔ تمام مکان میں
عمدہ قالین کا فرش ہے۔ ناچ کا کمرہ مستطیل شکل کا نہایت وسیع ہے۔ تقریباً تیس گز
لمبا اور دس گز چوڑا ہوگا۔ آئینے کی مثل صاف تختے کا فرش ہے اور اطراف میں سفید
پوشش کے کوچ وغیرہ بچھے ہیں۔ سامنے سلطان کی پورے قد کی تصویر
لگی ہے۔ سیاہ مخمل کی عرق چین ٹوپی پر کلغی لگی ہوئی۔ یورپ کے تمغے پہنے ہوئے
نہایت شاندار تصویر ہے۔ اور اُسکے جواب میں سامنے سلطان کے ایک جرمنی
دوست (ڈیوک) کی پورے قد کی تصویر ہے۔ محل کے کمروں میں آرائش کے واسطے
بعض گلدان ایک قسم کے نہایت عجیب زرد پتھر کے جو زرد عقیق کے مثل ہے ڈیڑھ
گز بلند اور گز بھر مدور رکھے ہیں سلطنت جوہر۔ سلطان ابوبکر جبکے

بادشاہ ہیں جزیرہ نما ملایا کے جنوبی حصے میں قدیم آبنائے ٹیبرو (ٹ ے ب ر و) پر جو سنگاپور کے جزیرے کو جوہر کی سرحد سے علیحدہ کرتی ہے- واقع ہے- جوہر کا رقبہ اُنتیس ۲۹ ہزار میل مربع ہے- اور دو لاکھ آدمی آباد ہیں جنمیں پچیس ہزار ملائی مسلمان پچاس ہزار چینی پندرہ ہزار جاوی اور باقی دوسری قسم کے ملائی ہیں- دارالسلطنۃ جوہر میں پندرہ ہزار آدمی آباد ہیں- سلطان خودمختار بادشاہ اور برٹش گورنمنٹ کے بڑے دوست ہیں- اُنکے حالات سے واضح ہوتا ہے کہ سلاطین یورپ کے ساتھ زیادہ رسم اتحاد ہے- اور بارہا یورپ میں سیاحت کی ہے- آجکل بھی انگلستان ہی میں ہیں- اُنکے تمغے یا خطاب جو بطور اتحاد سلاطین یورپ سے حاصل ہوئے ہیں حسب تفصیل ذیل ہیں-

۱- ہزہائنیس سلطان ابوبکر جی- سی- ایس- آئی- کے سی ایس آئی

۲- رائل پروشین آرڈر آف دی کرون فسٹ کلاس-

۳- گرینڈ کراس آف دی آرڈر آف ایگل نوار- یعنی عقاب سیاہ

۴- کمانڈر آف دی کراس آف دی اطالی-

۵- کمانڈر آف دی آرڈر آف سکسکو برگ- اینڈ گوتھا-

جوہر کے تمغے

۶- سادرن آف دی موسٹ اسٹمیڈ درجہ قرابت یعنی فیملی آرڈر آینڈ دی موسٹ آنربیل درجہ مہاکوٹا جوہر-

۷- آرڈر آف دی کرون اف جوہر-

ملازمان سلطنت میں ایکٹنگ سکرٹری داتو سری امر (ڈی) راجہ ڈی پی - ایم - جی سی - ایم - جی - وزارت کے عہدے پر ممتاز ہیں - سنگاپور اور علاقہ جوہر کی عمدہ پیداوار چیزیں - بُن (یعنی کافی) جائفل - جوتری - سیاہ مرچ چھالیہ - ناریل اور لونگ ہیں جو ساور کو جاتی ہیں باقی تربوز انناس - منگوسٹون اور کٹھل جسکی ترکاری کے بغیر کولمبو کی طرح یہاں بھی دسترخوان بے عزت سمجھا جاتا ہی - اور مشہور دُریان جس میں نہایت تیز و تند بو ہوتی ہی - قد میں تاڑ کے پھل کی برابر اور پوست کٹھل کے مثل سخت اور تیز کانٹوں دار ہوتا ہی - مزا نہایت شیریں - لطیف اور غایت درجے کا مبہی مشہور ہی انڈمان نکوبار اور برما وغیرہ میں بھی یہ پھل ہوتا ہی - اور بو کی تیزی کے سبب سے ناک بند کیئے بغیر نہیں کھا سکتے - اگر بو ناک میں پُہنچ جائے تو ہمارے ملک کا آدمی کسیطرح تاب نہیں لا سکتا - شام کے ساڑھے پانچ بجے ہمارے جہاز نے لنگر اُٹھایا - رات بھر چلکر دریائے چین میں پُہنچے اور جیسا پیشتر سُنا تھا ویسا ہی اِس دریا کو مواج اور متلاطم پایا -

۵ - ۶ - ۷ - ۸ - ۹ - اپریل - چھٹی تاریخ تک تو کچھ ایسا زیادہ تلاطم نہ تھا - مگر ساتویں کو صبح کے دس بجے سے دریا میں بہت زیادہ طوفانی حالت ظاہر ہوئی - موجیں جہاز کو کبھی آگے سے اُٹھاتی تھیں اور کبھی پیچھے سے اسقدر دباتی تھیں کہ پانی میں مُنہ کے بل دھنس جانے کا اندیشہ ہوتا تھا - باوجودیکہ جہاز کا

زیادہ تر حصّہ بھاری لوہے سے بنا ہوا ہی - اور تقریباً ڈیڑھ سو گز طول - چالیس فیٹ بلند اور منجملہ اسکے تیئس فیٹ پانی کے اندر ہی - باقی اوپر - اور لاکھوں من بوجھ لدا ہوا ہی - مگر ہلکے تختے کی مثل موجوں کے صدمے سے تیرتا ہی - بعض آدمیوں کو تلاطم ہوتے ہی فوراً قی اور دوران سر ہونے لگا کچھ آدمی سنبھلے رہے مگر شام تک سب کی حالت دگرگوں ہو گئی **فتحیاب خاں** اور **بڈن صاحب** کو قی ہوئی **مولوی فرخی** کو صرف دوران سر ہوا ہمنے پہلے روز تو خودداری کی مگر دوسرے روز ہمکو بھی کسیقدر دوران سر محسوس ہوا - اُٹھنا - بیٹھنا - چلنا پھرنا دشوار تھا البتہ لیٹے ہوئے کچھ تکلیف نہیں معلوم ہوتی تھی - وہ ساری رات آٹھویں تاریخ کا دن اور نویں کی رات اُسی خطرناک حالت میں گذری - بعض اوقات موج کا پانی جہاز کے مُنہ پر سے گذر کر اوپر آجاتا تھا -

رات کو ساڑھے بارہ بجے سے کسیقدر طوفان کم ہوا مگر پھر بھی اسقدر حرکت باقی تھی کہ ہمکو اس سے بیشتر اتنی بھی محسوس نہیں ہوئی تھی پانچ چھ گھنٹے سکون رہ کر صبح سے پھر وہی حالت ہوئی **کپتان** سے معلوم ہوا کہ دو ایک روز پہلے یہاں سے طوفان گزر چکا ہی -

دریاے **چین** میں یکایک طوفان آجاتا ہی - اور اس تیزی سے کہ بگولے کے مثل پانی اُٹھکر چکر کھاتا ہوا چلتا ہی - اور جو چیز سامنے آجاتی ہی ممکن نہیں کہ بچ سکے -

دن کے بارہ بجے سے **ہانگ کانگ** کا سواد قریب ہونے لگا۔
پانی کا رنگ بدلا - اور عمق صرف بیس پچیس فیدم (فیدم دو گز) رہ گیا - ایک بجے
کے قریب پچاس بادبانی کشتیاں ہانگ کانگ کو جاتی ہوئی ملیں - ایک مچھلی
جہاز سے بہت قریب پانی کے سطح پر تیر رہی ہی پہلے گمان ہوا کہ کوئی کشتی ہی۔
جسکے شراع ہوا سے پھولے ہوئے پانی پر معلوم ہوتی ہیں - مگر بعد میں جب دوربین
سے دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ مردہ مچھلی ہی - ہانگ کانگ کے قریب پانی کے اطراف
میں چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں - اور بندرگاہ تک پہنچنے کے لئے نہایت خطرناک
راستہ ہی - ہر قدم پر جہاز کے ٹکرانے کا اندیشہ رہتا ہی -
ظہر کے وقت سے ہانگ کانگ کا سواد نظر آیا - شہر پہاڑ کے نشیب و فراز میں دریا
کے کنارے آباد ہی - دور سے نہایت خوبصورت منظر معلوم ہوتا ہی - جابجا پہاڑوں
پر سڑکوں کے نشان نہایت خوشنما نظر آتے ہیں - لنگرگاہ بھی بہت خوبصورت ہی -
سواری اور مال لادنے کی دخانی و بادبانی کشتیوں اور جہازوں سے پانی کا سطح
پٹا ہوا ہی -
چار بجے لنگر ہوا اور ہم **اسٹیم بوٹ** میں سوار ہو کر ہانگ کانگ ہوٹل میں
جو بندرگاہ کے کنارے پر ہی آئے - نہایت عالیشان چھ منزل کی عمارت ہی -
شہر میں گاس اور برقی دونوں قسم کی روشنی ہی - یہاں یہ امر ظاہر کر دینے کی ضرورت
ہی کہ جب کوئی نیا شخص جسنے پیشتر دریا کا سفر نہ کیا ہو سفر کا ارادہ کرتا ہی تو اُسکے

دوست اپنی اپنی عقل اور مراتب دلسوزی کے موافق تہیۂ سامان سفر کی نسبت
مشورہ دیتے ہیں۔ کوئی قے اور دوران سر لازمی بتاکر سکنجبین۔ املی۔ لیموں۔ چٹنی۔
اور اچار وغیرہ ادویات دافع صفرا عطار کی ایک پوری دُکان ساتھ رکھنے کی ہدایت
کرتا ہی۔ کوئی سردی سے ڈرا کر لحاف۔ توشک۔ عبا۔ قبا۔ پوستین۔ پشمینہ۔
اور کمّل وغیرہ بزاز کا گودام ہمراہ لیجانے کو سمجھاتا ہی۔ کوئی کہتا ہی خدمتگار بغیر دو دن
نہ نبھیں گے اگر ایک کے جگہ دو آدمی ہوں تو مناسب ہی۔ ہر شخص اپنی وسعت
خیال کی حد تک جولانی کرتا ہی۔ مگر یاد رہے کہ یہ جملہ سامان سوا اسکے کہ
بیفائدہ بار اور ہر لحظہ تکلیف کا باعث ہو کسی کام میں نہیں آتا۔ سفر میں ہر جگہ اوڑھنے
کو ولایتی کمل۔ صاف اور پاکیزہ بستر۔ یہاں تک کہ تولیہ۔ صابون۔ آئینہ۔
سنگھار میز۔ ہیجان صفرا دفع کرنے کیواسطے لیموں۔ نارنگی۔ چکوترا۔ اناس۔
اچار۔ سرکہ۔ چٹنی۔ آبشورہ۔ سوڈا۔ لیمنیڈ۔ برف۔ اور نہایت سلیقہ مند خدمتگار
ہر ایک جہاز اور ریل اور تمام ہوٹلوں میں موجود ہیں۔ گھر کا اسباب سوائے اسکے
اور کسی کام نہیں آتا کہ تنگ ہو کر پھینک دیا جاوے یا بوجھ لادے پھریں۔ البتہ کنگھی
برش۔ منجن اور خاص ضرورتوں کے واسطے لوٹا۔ لباس میں کسی میل خورے
رنگ کے اونی اور سوتی دو ڈھائی درجن قمیص۔ کوٹ اور اوورکوٹ۔ ایک مختصر سا
گلاڈسٹون بیگ یا سیاہ کنویز کا منجھولا صندوق میلے کپڑے
رکھنے کو ایک معمولی بیگ۔ اور کنگھی برش وغیرہ کے واسطے ایک چھوٹا سا

ہینڈ بیگ (دستی بیگ) دو جوڑی بوٹ - ایک سلیپر - اور ڈنر سوٹ (کھانے کا لباس) اِسکے سوا ہر منزل پر سواری اور باربرداری وغیرہ کے واسطے طامس کک کمپنی کے توسل سے ہر طرح کا کافی ووافی سامان مہیا ہوجاتا ہی - ہر ملک کے سکّے کا روپیہ بھی وہی دیتے ہیں اور خرچ سے بچا کچا واپس بھی لے لیتے ہیں کیونکہ ایک ملک کا سکہ دوسری جگہ بیکار ہی - طامس کک صاحب کے توسل بغیر سفر کرنا سوائے نقصان کثیر اُٹھانے کے اپنی جان کو طرح طرح کے جھگڑوں میں ڈالنا اور سفر کا لطف کھونا ہی -

چین - ہانگ کانگ

۹ - و ۱۰ - اپریل - روز دوشنبہ ۹ - سے ۱۴ - تک ۶ روز -

نویں کو پہنچنے کے روز اگرچہ کئی گھنٹہ دن باقی تھا مگر کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا -

دس کو - دو بجے دن کے ڈانڈی† میں سوار ہوکر ٹراموے اسٹیشن کو گئے کہ وہاں سے سوار ہوکر مونٹ اوسٹین Oustin کو جائیں - ہوٹل سے چند منٹ کا راستہ تھا - اسٹیشن پر

---

† ڈانڈی - نینی تال وغیرہ ہندوستان کے پہاڑوں پر جانے کے واسطے مشہور سواری ہی ہندستانی ڈانڈی کی ساخت اِس طرح ہی کہ ایک روغنی کپڑے سے منڈھی ہوئی کرسی میں (سلسلہ کے لئے دیکھو صفحہ ۴۹)

پہنچکر معلوم ہوا کہ گاڑی کے اوپر جانے میں کسی قدر دیر ہی اس لیئے وقت بسر کرنے کو باغ عام میں جو اسٹیشن کے قریب فقط سڑک بیچ میں ہی۔ چلے آئے۔ گورنر صاحب کا مکان بھی باغ سے ملا ہوا ہی۔ یہ باغ پہاڑ کے نشیب و فراز میں درجہ درجہ بنایا گیا ہی۔ تمام روشیں پتھر اور چونے سے پختہ بنی ہوئی ہیں۔ نہایت خوش فضا اور دلچسپ جگہ ہی۔ باغ کے وسط میں ایک مختصر عمارت بھی ہی۔ غرض کہ وقت گذار کر وہاں سے اسٹیشن پر آئے اور ٹرامرسے میں سوار ہوکر مونٹ اوسٹین کی چوٹی پر گئے یہ پہاڑ جسکے دامن میں دریا کنارے شہر واقع ہی۔ سمندر کے سطح سے اٹھارہ سو پچیس [۱۸۲۵] فیٹ بلند ہی۔ راستے میں اس قدر کھڑی چڑھائی ہی۔ کہ ہر دو فٹ ڈھلان میں ایک فیٹ بلندی ہی۔ چھ فرلانگ کے قریب (یعنی کچھ کم پون میل) چڑھائی ہی۔ ٹراموے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸) تختے کا پاانداز اور دہنے بائیں دو لمبی کمانی خمدار پٹیاں لگا کر اونکے سرے باہم ملا دیتے ہیں اور آدمی کے کندھے پر اُٹھائی جاتی ہی۔ ہانگ کانگ کی ڈانڈی میں اسقدر فرق ہی کہ ایک نہایت سُبک بانس کی کرسی مع پاانداز اور دست انداز کے بید سے بنی ہوئی دونوں طرف بہت خوبصورت لچکدار پتلے دو بانس لگے ہوئے جسکے چار ڈنڈے ہو جاتے ہیں اور آدمی بیچ میں آکر دونوں ڈنڈے دونوں کندھوں پر رکھ لیتا ہی۔ یا چار آدمی اُٹھاتے ہیں۔ اگر ہمارے ملک میں بھی ایسی ڈانڈیاں بنائی جائیں تو زیادہ راحت رساں اور قدر کے قابل ہوں۔ اِن ڈانڈیوں کے اطراف میں۔ کتاب۔ چھتری۔ ہینڈبیگ اور پانی کا گلاس رکھنے کے واسطے بھی بید سے بنے ہوئے خانے ہوتے ہیں۔ ہلکی اسقدر کہ سب ملا کر چھ سات سیر وزن ہوگا۔

گاڑی کو عجیب ترکیب سے اوپر لیجاتے ہیں اور نیچے لاتے ہیں یعنی پہاڑ کے اوپر ایک انجن اور اُسکے متعلق دو بڑے بڑے چرخ ایک فٹ دبیز اور چھ فیٹ قطر کے لگے ہوئے ہیں۔ اُن کے ذریعے سے ایک لوہے کا رسّا جو قریب ڈیڑھ انچ کے موٹا ہی اور اُس کا ایک سرا اڑا ہوے گاڑی کے پیندے میں مضبوط بندھا ہوا ہی۔ اور دوسرا سرا ایک دوسری گاڑی میں لگاکر بیچ میں مذکورۂ بالا چرخ کے بیلن پر لپیٹا ہی۔ ایک گاڑی اوپر دوسری پہاڑ کے نیچے ہوتی ہی۔ سڑک میں بھی جا بجا ایک ایک فٹ قطر کی آڑی چرخیاں لگی ہیں کہ رسّا کھینچنے میں آسانی ہو۔ جب انجن اُن بڑے چرخون کو پھراتا ہی تو ایک گاڑی اُوپر سے نیچے آتی اور دوسری نیچے سے اوپر کھنچ جاتی ہی۔ گویا ایک سرا رسّے کا بیلن پر لپٹتا ہی دوسرا کھلتا جاتا ہی۔ نو منٹ میں گاڑی کچھ کم پون میل راستہ طی کر کے چوٹی پر پہنچ جاتی ہی۔ فی منٹ چار سو پانچ فیٹ کے قریب رفتار خیال کرنا چاہیئے۔ چڑھتے ہوئے تو خیر بیچ کے تکیے سے کمر لگی رہتی ہی کم محسوس ہوتا ہی۔ مگر اُتار میں معلوم ہوتا ہی کہ گاڑی ڈول کی طرح لٹک رہی ہی۔ اور آدمی پھسل کر آگے کی طرف جھک جاتے ہیں۔ اگر رسّا ٹوٹے یا کسی سبب سے علیحدہ ہو جائے تو پہاڑ سے نیچے گر کر گاڑی اور سواریاں سب ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ لیکن یہ کام خوب آزمائش کے بعد اطمینان کے قابل مضبوط کیا گیا ہی۔ اگر ذرا بھی جان کا اندیشہ ہوتا تو گورمنٹ ہرگز اجازت نہ دیتی کہ ایسی گاڑی جاری ہے۔ بہر حال ہم پہاڑ کے اوپر پہنچے نہایت باشکوہ اور عالیشان دو تین مکان جن میں ہوٹل ہیں مختلف چوٹیوں پر بنے ہوئے ہیں۔ گورنر صاحب کے

رہنے کا بھی ایک مکان چوٹی پر ہی۔

جہازون کی آمدورفت کے واسطے ایک بلند ستون پر علامت اور اشاروں کے لیئے ایک جھنڈا نصب ہی بعض چھوٹی چھوٹی عمارتیں اور بھی ہیں۔ نہایت خوشنما اور تفریح کی جگہ ہی۔ اوپر سے تمام شہر۔ اطراف کے پہاڑ اور دریا نظر آتا ہی۔ سمندر کا پانی۔ کشتیوں کی روانی۔ جا بجا پیچیدہ راستی اور کچ و واکج کی سمندر آبنائیں عجیب دلکش نظارا ہی

ٹراموے سے اُترکر اور انجن ہوس کو دیکھ کر بہت چڑھائی کے بعد گورنمنٹ ہوس اور جہازی نشان کی چوٹی پر پُہنچے۔ پہاڑ پر بھی تمام سڑکیں چونے سے پختہ بنی ہوئی ہیں۔ اس اثنا میں کہ ہم چوٹی پر بیٹھے تھے ایک رُوسی جہاز بندرگاہ میں داخل ہوا اُس نے بندرگاہ کی سلامی میں توپ کے چند فیر کیئے۔ ہم سوا۔ ڈیڑھ گھنٹہ ٹھیر کر جس طرح گئے تھے اُسی طرح اُتر آئے۔

۱۱-۱۲- اپریل ۱۸۹۳ء کو کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔

۱۳- اپریل کو دو بجے کے بعد ہیپی ویلی Happy Valley. کو گئے جو دامن کوہ میں شہر سے ایک طرف کو خوشنما درہ ہی۔ سواری میں ڈانڈی کے سوا ایک مختصر سی یکہ بگھی کی شکل ہاتھ گاڑی ہی جسکو رکشا کہتے ہیں اور بجائے گھوڑے کے آدمی کھینچتا ہی۔ ایسی گاڑیاں کولمبو سے یہاں تک ہر جگہ ملی ہیں غرض کہ ہم اور مولوی فرخی۔ عبدالمجید خاں۔ فتحیاب خاں اور مسٹر بڈن رکشا میں سوار ہو کر ہیپی ویلی میں پہنچے (اِس لفظ کے معنی فرحت انگیز درہ ہو سکتے ہیں) حقیقت

میں بہت سُہانا میدان ہی بعض گُورے سپاہی اور انگریز کرکٹ وغیرہ کھیل رہے ہیں ڈھلواں بلندی کے دامن میں پکّی سڑک اور بائیں طرف ہرا بھرا خوشنما میدان اور راستے کے داہنی طرف اُسی ڈھلواں بلندی پر انگریزوں کا قبرستان ہی جہاں تسلط کے زمانے میں مرے ہوے انگریزوں کے سوا گورنمنٹ کے جاں نثار یورپین سپاہی جنہوں نے اِس سرزمین کو اپنے خون سے خریدا ہی - اور چینیوں کے مقابلے پر میدان جنگ سے ملک عدم کو کوچ کیا ہی - دفن ہیں گروہ گروہ کو یکجا دفن کرکے قبر کے اوپر یادگار کے واسطے مینار بنا کر اُس پر قتل کی تاریخ اور سنہ لکھ دیے ہیں اُسی کے برابر مسلمانوں کا گورستان ہی - یہ بھی پہاڑ کے نشیب و فراز میں درجہ درجہ واقع ہوا ہی - ہر ایک متموّل مسلمان کی قبر پر سنگ مرمر کے دو تختے آئنتی پائنتی لگے ہیں - کم مقدرت لوگوں کی قبر کے پتھر بھی کم قیمت ہیں - ہر ایک تختے پر میّت کا نام - سال و تاریخ وفات اور درود شریف و آیات قرانی کندہ ہیں بعض قبروں پر لی خمسۃ اطفی بھا حرّ الوباء الحاطمۃ - المصطفیٰ والمرتضیٰ وابناھما والفاطمۃ لکھا ہی غریبوں کی قبر پر جن کو پتھر میسر نہیں ہوا دو لکڑیاں مسہری کے پائے کے ڈھنگ پر خرادی ہوئی سرہانے پائنتی لگا کر اکثروں پر نام اور تاریخ لکھ دی ہی - قبرستان کے دروازے پر مسجد کے واسطے بہت بڑا ایک کمرہ ہی - اور اُس میں جنازہ اُٹھانے کی غرض سے ایک تابوت اور بلند میز پر ایک **قرآن مجید** بھی رکھّا ہی - ایک چینا مسلمان حفاظت کے لیئے مامور ہی - اور اُسی کے پاس آلات گورکنی بھی آمادہ رہتے ہیں

چینیوں کی طرح یہاں کے مسلمان بھی قبروں پر سرو کے درخت لگاتے ہیں۔
اس قسم کے اہتمام سے معلوم ہوتا ہی کہ چینا مسلمان اپنے مُردوں کی مرنے کے
بعد اچھی قدر کرتے ہیں۔

پارسیوں کا قبرستان بھی اسی جوار میں ہی مگر ہمکو اُس وقت معلوم نہ تھا فاتحہ پڑھکر
اُسی راہ سے واپس آئے۔

اس شہر کی مردم شماری دو لاکھ بیس ہزار ہی۔ اور سوائے معدودے چند یوروپین
اور جاپانی عورتوں کے تمام چینی آباد ہیں چینیوں میں مسلمان بھی بہت ہیں مگر بت پرست
اور مسلمانوں میں ہم لباس اور ہم زبان ہونے کی وجہ سے تمیز نہیں ہو سکتی صرف
مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ لوگ مسلمان ہیں۔

بعض ہندوستانی مسلمان سوداگر بھی تجارت کی غرض سے یہاں رہتے ہیں جن میں
ایک شخص **دِل بادشاہ** نام اگرچہ ایسا مالدار نہیں ہی۔ مگر اپنی نیک چلنی اور
ملنساری کیوجہ سے زیادہ مشہور ہی۔ ایک ہندوستانی اور ولایتی مسلمانوں کی پلٹن اور
گوروں کا توپخانہ وغیرہ اور ہندوستانی سپاہیوں کا پولیس گورنمنٹ کی طرف سے
محافظ ہی۔ پولس میں بعض سکھ بھی ہیں۔ پولس کے آدمی کو تیرہ اور سولہ ڈالر تک
تنخواہ ملتی ہی جو ہندوستان کے حساب سے تیس روپئے ہوئے۔ ہمارے آنے
کی خبر سُنکر صوبہ دار میجر بہادر حسن علی خان اور ایک شخص علیگڈھ کالج
کا تعلیم یافتہ جو پلٹن میں جمعدار ہی۔ اور بعض دوسرے مسلمان سردار ملنے کو آئے۔

شہر کی عمارتیں زیادہ تر بمبئی کے مکانات کی طرح چو منزلی پنج منزلی ہیں - اُن میں اکثر تو چینی لوگوں کی ملکیت ہیں خال خال دوسری قوم کی بھی جائداد ہی - کرایہ اس قدر گراں ہی کہ اگر بمبئی میں ۲۵ روپیہ ماہوار پر مکان ملے گا تو اُسی حیثیت کا مکان یہاں پچاس ڈالر یا ایک سو دس روپیہ کرایہ پر ملتا ہی - چینا نان بائیوں کی دکانوں پر سالم خوک - بطخ اور مرغ وغیرہ جانور بھُنے ہوئے علانیہ لٹکتے رہتے ہیں - جس سے دور تک بازار متعفن رہتا ہی اور نہایت نفرت انگیز نظارہ ہی جاپان کا بنا ہوا اسباب اور چینی وغیرہ کے برتن - چاء پینے کے ظروف اور گلدان وغیرہ اسباب آرائش بہت ارزاں بکتا ہی -

یہاں کا ایک تحفہ کف ابابیل یا لعاب ابابیل ہی - جس کا انگریزی نام سالن بردن ہی - اور چینی زبان میں تائی چھوئی کہتے ہیں - عقاقیر کی قسم میں مشہور چیز بادیان ختائی ہی جسکو یہاں پاٹ کوک کہتے ہیں - اِن کے سوا مشک ختائی اور خالص سونا بھی ہندوستان کی نسبت ارزاں ہی -

لعاب ابابیل جزائر انڈمان - بورنیو اور بعض متعلقات چین میں بھی حاصل ہوتا ہی - ابابیل کے مُنہ سے جبکہ وہ مست ہوتا ہی رال ٹپکتی ہی -

اِس جانور کی سکونت پہاڑ کے دروں میں ہی اور لاکھوں ابابیل یکجا بستے ہیں - ابابیل کے مُنہ سے لعاب گر کر اُنھیں دروں میں چٹانوں پر گوند کے شکل تار تار ہو کر جم جاتا ہی - بعض لوگ اس کا سالانہ ٹھیکا لیکر جمع کرتے ہیں - دوسری صورت یہ ہی کہ

سے بچے نکالنے کے واسطے جو گھونسلا بناتا ہی وہ بھی اسی لعاب اور پروں سے مرکب
ہوتا ہی جن کو بھگو کر بہت محنت سے پر اور لعاب جدا کیا جاتا ہی۔ وہ گچھے جو پتھروں پر
پڑے ہوئے ملتے ہیں بعینہ ایسے جالی دار ہوتے ہیں جیسے بیج کے واسطے
رکھی ہوئی خشک تری جالدار ہوتی ہی۔ جیسی مختلف حالت ہی ویسی ہی قیمت
بھی مختلف ہی۔ چنانچہ جو لعاب گھونسلے سے جدا کرتے ہیں وہ فی ۵۶ تولہ وزن
جو کٹی کہلاتا ہی چار یا پانچ ڈالر کو۔ اور پتھروں سے جالدار اچھا اُٹھایا ہوا۔ فی کٹی۔ ۲۴۔
ڈالر تک ٹیل پر بھی قیمت قرار دیجاتی ہی جو ساڑھے تین تولہ وزن ہی۔ اور سولہ ٹیل کی
ایک کٹی ہوتی ہی۔

اسکے علاوہ اور پرندوں کا لعاب بھی ہوتا ہی چنانچہ ایک قسم کم رنگ گلابی نو دس
آنے کٹی فروخت ہوتا ہی اور اُس کو چینی لوگ گوشت کے ساتھ پکا کر کھاتے ہیں۔
مگر یہ کف ابابیل کا نہیں ہی۔ کسی اور پرند کا ہی جو قد میں ابابیل سے بڑا ہوتا ہی کف
ابابیل کو رتیوں کی مقدار سے گاے کے دودھ میں ڈال کر ظرف کو کھولتے ہوئے
پانی میں رکھ دیتے ہیں۔ جب وہ پانی کی حرارت سے پگھل کر دودھ میں حل ہوجاتا ہی
تب قدرے شکر ملا کر پیتے ہیں اور مشہور ہی کہ یہ دوا ضعف دماغ اور ضعف باہ وغیرہ کو
بہت مفید ہی۔ مولوی فرخی۔ اور عبد المجید خاں نے بھی کسی قدر خرید کر بعض احباب
کے واسطے ہندوستان کو ہدیۃً بھیجا ہی۔

نہایت عمدہ خوشبودار بادیان ختائی کا نرخ فی کٹی ایک ڈالر تک ہی۔ اور مشک ختائی

یہاں نہیں ملی۔ اِس لیئے کہ لانیوالوں کو اُس کا چینی نام معلوم نہ تھا نہ تلاش کا کوئی وسیلہ ہم پہنچا اور مشک کے نام سے وہاں کوئی دکاندار سمجھ نہ سکا۔ بعض ہندوستانی آدمیوں سے جو عرصے سے یہاں رہتے ہیں معلوم ہوا کہ مشک اور عنبر دونوں چیزیں شینگھائی میں زیادہ ملتی ہیں۔

جاپان کے بنے ہوئے چینی کے عمدہ ظروف جن پر بہت خوش رنگ جواہر کے مثل نقاشی کی ہی بہت ارزاں ہیں چنانچہ جو چار کی پیالیاں ہندوستان میں عہ/۵ روپیہ درجن بکتی ہیں وہ یہاں تین چار روپئے غایت پانچ روپئے درجن ملتی ہیں۔ اس قدر نازک اور خوبصورت نقاشی کی ہی کہ معلوم ہوتا ہی یاقوت و نیلم و زمرد کے نگینے جڑ دیئے ہیں۔

ہندوستان سے یہاں **افیون** بہت آتی ہی۔ جس اسٹیمر پر ہم سوار تھے اُس میں بھی ایک ہزار سات سو صندوق تھے اور ہر صندوق میں چار من افیون تھی۔ عجیب بات ہی کہ پیاز یہاں بھی اور کولمبو سنگاپور اور پنانگ وغیرہ میں بھی بمبئی سے آتی ہی چنانچہ جہاز پر سے جسمیں ہم بمبئی سے سوار کر آئے ہیں جا بجا پیاز کے انبار اُتارے جاتے تھے۔

پہلے ارادہ تھا کہ ہم **کانٹان** ہوتے ہوئے وہاں سے براہ خشکی **پیکن** دارالسلطنۃ چین کو دیکھ کر **ہانگ کانگ** ہی کو واپس آئیں اور یہاں سے دوسرے جہاز پر **جاپان** جانے کے واسطے سوار ہو جائیں۔ مگر یہ

ارادہ موقوف رہا اور صرف کپتان کالون صاحب بہادر دریا کے راستے سے کشتی میں بیٹھ کر ایک روز کے لیئے **کانٹان** گئے تھے۔

ہانگ کانگ سے ایک نالہ سمندر کا کانٹان تک چلا گیا ہی۔ اسی راستے سے چھ سات گھنٹے میں کشتی پہنچ جاتی ہی۔ کانٹان چین کی بندرگاہوں میں بہت بڑی تجارت گاہ ہی۔ چاء۔ ریشم۔ سونا۔ ریشمی کپڑا۔ عقاقیر (ادویات۔ خوشبودار۔ مصالح) اور چینی کے ظروف وغیرہ غیر ملکوں کو زیادہ تر یہیں سے جاتے ہیں۔

کانٹان کے ضلعے میں ایک قسم کی مٹی ہوتی ہی جسکے چاءدان اور پیالیاں بنتی ہیں۔ اُن میں چاء دم کرنے سے اور پیالوں میں نکال کر پینے سے ایک خاص قسم کی خوشبو اور لطافت چاء میں پیدا ہو جاتی ہی۔ امراے چین یہاں تک کہ فغفور بھی انہیں پیالوں میں چاء پیتے ہیں۔ فرق اسقدر ہی کہ امراء ہر دفعہ کورے برتن میں اور غربا آٹھ سات روز تک ایک ہی ظرف میں پیا کرتے ہیں۔

بیس لاکھ کے قریب دیسی پردیسی آدمی اس شہر میں بستے ہیں اور یہی شہر صوبے کے چینی گورنر کا دارالحکومۃ ہی۔ کپتان صاحب کہتے ہیں نہایت میلا۔ متعفن اور غیر منتظم شہر ہی۔ مسٹر کپتان اوسٹر کہتے تھے کہ چینی لوگ مسافروں کے ساتھ بہت تعصب اور نفرت سے پیش آتے ہیں جب کسی پردیسی کو اپنے شہر میں دیکھتے ہیں تو اُس کو ینگو یعنی شیطان کے نام سے مخاطب کرتے ہیں۔ اور اُس پر لعنت کرتے اور تھوکتے ہیں۔ اگر مزاحمت کرو تو سب ملکر فساد پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور کسی

قسم کا ضرر پہنچانے میں دریغ نہیں کرتے۔ البتہ جو پردیسی تاجر عرصے سے وہاں رہتے ہیں اُن کے ساتھ لین دین کی وجہ سے کسی قدر رعایت کرتے ہیں)

یہ قدرتی بات ہو کہ دنیا میں جس قدر بزدل و نامرد لوگ ہیں بے رحم۔ غیر مہذب۔ مغرور۔ اور مہمان کے دشمن ہوتے ہیں۔ برخلاف اسکے شجاع قوموں کو ہمیشہ مہماں نواز۔ مذب۔ رحیم القلب اور کریم النفس پاؤ گے چنانچہ عرب اور ترک لوگوں کی صدہا مثالیں جن سے اُن کی مہماں نوازی۔ اولوالعزمی۔ سخاوت اور کریم النفسی کا ثبوت ملتا ہی۔ سیاحان عالم کے دل پر نقش ہیں۔

۱۴ - اپریل - قریب دو بجے دن کے سب اسباب وارنٹا اسٹیمر پر جو کل جاپان کو جائے گا روانہ کر دیا گیا۔ اور ہمنے دُکانوں پر جا کر بعض اسباب خریدا منجملہ اُسکے ایک جاپانی کی دکان سے جس کا نام کون تھا۔ جاپانی چینی کا ایک نہایت عمدہ چار پینے کا سٹ۔ اور بعض چینی کے گلدان وغیرہ خرید کر وہیں چھوڑ دیے کہ اسی کے توسل سے ہندوستان کو روانہ ہو جائیں۔ بعض چینا تاجروں کی دکان سے بھی ایک ہاتھی دانت کی شطرنج جسکے مہرے آدمیوں اور حیوانوں کی صورت پر نہایت عمدہ بنائے ہیں اور بعض چینی مصوروں کی بنائی ہوئی دستی تصویریں جو سفید کاغذ پر مختلف رنگوں سے مصوری کی ہوئی ہیں خرید کر وہ بھی مسٹر کون جاپانی کو حوالے کیں کہ اپنے بھیجے ہوئے اسباب کے ساتھ ہندوستان کو بھیجدے۔ اِس کے بعد کسی قدر شہر میں پھر پھرا کر ہم دخانی بوٹ (اسٹیم لانچ) میں سوار ہو کر وارنٹا اسٹیمر پر

پہنچے - یہ جہاز ستلج کی نسبت ایک ثلث چھوٹا ہی - یعنی اس کا طول غایت سو گز اور وزن تین ہزار کئی سو ٹن ہی - فی گھنٹہ دس ناٹ یعنی قریب تیرہ [۱۳] میل کے چلتا ہی کسی قدر اسٹیمر میں بیٹھ کر اور اسباب کو جا بجا محل اور موقع پر رکھوا کر پھر شہر کو واپس آئے کہ رات کا کھانا ہوٹل میں کھا کر ایک چینا بازی گر کا تماشا دیکھیں - کھانے کے بعد تھیئٹر کو گئے - بمبئی کے بڑے تھیئٹر کے مثل وسیع مکان ہی - نو بجے سے تماشا شروع ہوا - بازی گر کا نام امپیریل چیانگ لنگ فو ہی لفظ امپیریل خطاب ہی جس سے ثابت ہوتا ہی کہ شہنشاہ چین کے محلوں میں تماشا کرنے والا بازی گر ہی - چودہ [۱۴] پندرہ [۱۵] برس کا ایک لڑکا بھی بازی گر کے ساتھ تھا پر وہ اُٹھتے ہی اوّل لڑکے نے اس طرح چلنا شروع کیا کہ آگے قدم بڑھانے میں پاؤں کی اُنگلیاں پیشانی پر اور پیچھے پاؤں اُٹھانے میں ایڑی پشت سر سے چھو جاتی تھی - نہایت مشکل بلکہ محال کام ہی اس کے بعد لڑکے نے اسٹیج پر طرح طرح کی کلائیں کیں - بازی گر نے ایک شال (رومال) کو جو گز بھر مربع ہوگا اوّل جھٹک کر اور سب کو دکھا کر ہاتھ ڈالا اور ایک منٹ کے بعد ہاتھ پر سے معلوم ہوا کہ تازہ پھولوں کا گلدستہ چینی کے بہت بڑے گلدان میں لگا ہوا اُس کے ہاتھ پر رکھا ہی - اِس قدر بھاری تھا کہ ایک ہاتھ پر سنبھل نہ سکا اور بازی گر نے دوسرے ہاتھ کا سہارا دے کر زمین پر رکھ دیا - شاخیں بھی جو اُس میں لگی ہوئی تھیں بارہ [۱۲] چودہ [۱۴] گرہ سے کم لمبی نہ ہوں گی - پھر اُسی طرح رومال سے ڈھک کر ذرا دیر بعد پھر رومال اُٹھایا - معلوم ہوا کہ مختلف قسم کی شیرینی سے لبریز چینی کی تین قابیں اُس کے ہاتھ پر رکھی ہیں

قابوں میں جس قدر شیرینی تھی لڑکے نے لاکر تماشائیوں پر تقسیم کردی - پھر اُسی صورت
سے ایک بہت بڑا چینی کا کاسہ پانی سے لبریز اور اُس میں تین بڑی بڑی زندہ مچھلیاں
کہ ہر ایک وزن میں سیر بھر سے کم نہوگی رومال اُٹھا کر دکھائیں - اُس میں بھی اِس قدر
وزن تھا کہ ہاتھ پر نہ سنبھل سکنے کی وجہ سے کسی قدر پانی چھلک گیا - مچھلیاں بھی دبب
لاکر تماشائیوں کو دکھائیں - بہت صفائی سے کام کرتا تھا - پھر لڑکے نے ایک گز بھر
لمبی چھڑی پر چینی کی تشتری کو پیندی کی طرف سے رکھ کر چکر دینا شروع کیا اور اُسی طرح
گردش کی حالت میں کبھی اُس کو زمین کے سطح کے برابر کبھی پس پشت کبھی دہنے
کبھی بائیں لے گیا اور تشتری اپنی حالت پر چکر کھاتی ہوئی قائم رہی - پھر اُسی ترکیب پر
دوسری تشتری کو دوسرے ہاتھ میں چھڑی پر رکھ کر پھرانا شروع کیا دونوں ہاتھ اِس کام
میں مصروف تھے اور بدن سے سر کے بل اُلٹی سیدھی کلائیں کرتا تھا اور کبھی ٹانگوں
کے نیچے سے دونوں ہاتھوں کو نکال کر پھر سامنے لے آتا تھا اور تشتریاں بدستور
گردش میں تھیں بہت عمدہ اور مشکل کام تھا اِس کے بعد ایک چھوٹی تپائی پر کرتب کیا -
زیادہ مشکل یہ بات تھی کہ ایک ہاتھ اُس پر ٹیک کر بدن کو دہنے بائیں جس طرف چاہا
سیدھا اور معلق قائم رکھا اور اُسی ہاتھ پر تمام بدن کو ترچھا کر کے تپائی کے گرد چکر دیا -
بہت مشکل کام ہی پھر بازیگر نے ایک خالی حلقے سے جو ڈھول کے مثل لکڑی کا
تھا اور اُس کے اندر دوسرا حلقہ تھا - اوّل دونوں ڈھول وار پار خالی دکھا کر اُسی میں سے
ایک تھالی نکالی - پھر بہت سے پھول اور بسکٹ وغیرہ نکال کر حاضرین جلسہ کو بانٹ

دیے۔ پھر ایک بہت بڑا مرتبان جو ڈھول سے بھی بڑا تھا (یعنی حلقا سبز رنگ تھا) شراب سے بھرا ہوا نکالا۔ اِس تماشے کے بعد ایک کچے ڈورے کو جو دو گز کے قریب لمبا ہو گا ٹکڑے ٹکڑے کر کے گولی بنائی اور ایک طرف سے تار پکڑ کر کھینچا تو ڈورا ثابت نکلتا ہوا چلا آیا۔ پھر دوبارہ اُسی ڈورے کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے گولی بنائی اور مٹھی میں دبا کر ایک سرا کھینچنا شروع کیا۔ اب کی دفعہ سرخ رنگ کا سوت نکلا پھر سب سوت کو لچھا کر کے ایک طرف سے کھینچنا شروع کیا اوّل زرد اور سبز پھر رنگ رنگ کے کاغذ کی دھجی ڈیڑھ انچھ چوڑی اس قدر لمبی نکالی کہ میز پر اُس کا ایک ڈھیر ہو گیا۔ پھر اس میں ایک بانس ڈال کر اُٹھایا تو ۹ قندیلیں ہر ایک میں بتّی جلتی ہوئی بانس میں لٹکتی معلوم ہوئیں۔ اور بھی بعض تماشے کیے بارہ بجے کے بعد تماشہ ختم ہوا اور ہم دخانی بوٹ میں سوار ہو کر جہاز پر آئے۔ رات زیادہ گئی تھی آتے ہی سو رہے۔

۱۵۔ اپریل صبح کو دس بجے جہاز نے لنگر اُٹھایا۔ اوّل تو بندرگاہ سے آگے نکلنے کا راستہ پانی میں چھپی ہوئی چٹانوں کی کثرت سے نہایت خطرناک ہے۔ اُس پر بہت گہرا کُہر بھی چھایا ہوا ہے۔ اِس لیے بہت احتیاط سے پہلو بچاتے ہوئے آہستہ آہستہ چلتے ہیں۔

ایسے مقام پر جہاں پانی کے اندر جا بجا پہاڑ کی چٹانیں اور چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہوں اور راستہ بھی اُنہیں میں ہو کر پیچ در پیچ ہو۔ کُہر بھی اِس قدر غلیظ ہو کہ پچاس گز کے فاصلے پر کوئی شے نظر نہ آئے جہاز کا نکالنا بہت مشکل اور اندیشہ ناک ہے۔ غرض کہ

گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بہت احتیاط سے چل کر صاف پانی میں پہنچے پھر بھی ہر طرف ہو کر مطلع صاف ہو گیا۔ اور جہاز اپنی پوری رفتار پر چلنے لگا۔

وہ تمام دن اور تین حصے رات نہایت امن سے بسر ہوئی مگر جب **جزائر فارموسا** اور **چین** کے بیچ میں پہنچے (جہاں دریا کا عرض ڈیڑھ سو میل تک ہی اور پانی کنارں سے ٹکرانے کی وجہ سے ہمیشہ تلاطم رہتا ہی اور کبھی کبھی طوفان بھی ہوتا ہی) جہاز کو شدت سے جنبش ہونے لگی موجیں اس قدر بلند ہوئیں کہ پانی اُچھل کر چھتری تک آنے لگا

۱۶- اپریل کی صبح کو بھی دریا مواج و متلاطم ہی۔ بعض آدمی قے اور دوران سر میں مبتلا ہیں۔ کسی متنفس کو ہوا کی تندی اور جہاز کی تکان کے باعث اس قدر جرأت نہیں ہو کہ چھتری پر ٹھیر سکے عجیب خوفناک نظارہ ہی۔ اندھیری رات۔ ہوا کا سناٹا دریا کا تلاطم۔ موجوں کا شور۔ سردی کی شدت ؎

فرہاد ستم پیشہ۔ ہر گہ کہ زدی تیشہ		می گفت باندیشہ سنگ آمد و سخت آمد

یا تو سردی ہانگ کانگ میں اُناسی ڈگری تھی یا یہاں باسٹھ ڈگری پر آگئی۔ ابر بھی غلیظ ہی۔ مینہ بھی شدت سے برس رہا ہی۔ جہاز کی سب پالیں اُتار دی گئیں۔ ناچار اسی حالت میں سو رہے۔

۱۷- اپریل۔ صبح کو اُٹھ کر معلوم ہوا کہ دریا ساکن اور بے موج ہی **فوکین چینل** سے گزر کر بحر شرقی میں آگئے ہیں بعض جہاز بھی دور سے ہانگ کانگ کو جاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

۱۸- اپریل- آج صبح کو دریا بے موج ہی- بادل چھایا ہوا ہی- اور مینہ برس رہا ہی- ہوا بھی نہایت تیز ہی تھرمامیٹر چھتری پر چوّن ۵۴ ڈگری اور کمروں میں اٹھاون ۵۸ درجے ہی- بارش میں ہوا کی تیزی اور سردی کی شدت کے باعث امکان نہیں کہ چھتری پر ٹھہر سکیں فسٹ کلاس کی چھتری پر تو پال تنا ہوا ہی- ایک سگرٹ پینے کا کمرہ بھی ہی جسمیں رات کو روشنی رہتی ہی- مگر سکنڈ کلاس کی چھتری پر خدا کے فضل کے سوا اور کوئی سہارا نہیں ہی- کرسیاں اور کوچ سب پڑے بھیگ رہے ہیں ناچار تمام دن کمروں میں بیٹھے ہوئے بسر ہوا-

نگاسکی جاپان

(ایک مہینا)

۱۹- اپریل- ہوا نہایت سرد ہی گھٹا چھائی ہوئی ہی بارہ ۱۲ بجے کے بعد سے **جاپان** کے سواد کی چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں نظر آنے لگیں- ایک بجے کے بعد داہنی طرف کو **توکوشیما** پہاڑ جس میں پتھر کے کوئلے کی کان ہی نظر آیا- دخانی کارخانوں سے دھواں نکلتا ہوا معلوم ہوتا ہی بعض مکان بھی نظر آتے ہیں جو عملے اور مزدوروں کی سکونت کے واسطے بنے ہوئے ہیں- اسی پہاڑ کے آخر میں **یووی جیما** مقام پر لائٹ ہوس بنا ہوا ہی- شہر **نگاسکی** (ن-ے-گ-ا-س-ک-ی) کی بندرگاہ سامنے معلوم ہوتی ہی- نہایت خوبصورت بندرگاہ ہی- یہ شہر

چھوٹی چھوٹی سبز وشاداب اور خوشنما پہاڑیوں کے بیچ میں دریا کے کنارے پر آبادی ہی مکانات بھی درے کی بلندی وپستی میں واقع ہیں۔ بندرگاہ میں چند بڑے بڑے جہاز کھڑے ہیں منجملہ اُن کے ایک زرہ پوش روسی جنگی جہاز ہی جس میں بینڈ بج رہا ہی اور تارپیڈو کا زنجیرہ اُسکے اطراف میں لپٹا ہوا ہی۔ مستولوں پر بھی چھوٹی چھوٹی توپیں چڑھی ہوئی ہیں اس کے ساتھ دوسرا سواری کا جہاز ہی جس میں روسی فوج سوار ہی۔ ہمارے جہاز نے لنگر کیا اور ہم بوٹ میں سوار ہو کر شہر کو گئے اوّل ہوٹل میں تھوڑی دیر ٹھیر کر رات کے کھانے کا حکم دیتے ہوئے جاپانی مندر اور شہر کے دیکھنے کو رکشا میں سوار ہو کر گئے عبد المجید خاں۔ فتحیاب خاں۔ مسٹر بڈن۔ مسٹر ہوس اور مولوی فرخی ہمارے ساتھ تھے بازار میں جس قدر دکانیں ہیں ترکاری فروش سے لے کر بڑے سوداگر تک نہایت صاف اور آراستہ ہیں۔ ادنی ادنی دُکانوں میں بھی پھولدار درختوں کے دو ایک گملے رکھے ہوئے ہیں مکانات کی پوشش کھپریل ہی۔ مگر کھپرے ایک خاص قطع پر بہت خوبصورت سانچے کے ڈھلے معلوم ہوتے ہیں۔

ہم اوّل براہ راست ایک مندر دیکھنے کو چلے گئے۔ پہاڑ کی بلندی پر جہاں سے تمام شہر اور اطراف کی پہاڑیاں نظر کے نیچے معلوم ہوتی ہیں۔ ایکسٹ لکڑی کا جالی دار مکان بنا ہوا ہی۔ بہت سیڑھیاں چڑھکر مندر تک پہنچتے ہیں۔ مندر کے احاطے میں اور بھی چھوٹی چھوٹی لکڑی کی تختیاں برابر کیلوں سے جڑی ہیں جن پر

جاپانی خط میں چند سطریں لکھی ہوئی ہیں معلوم ہوا کہ دیوتا کے دربار میں چندہ دینے والوں
کے نام لکھ کر فہرست کے طور پر لگا دیئے ہیں۔ اُسی مندر کے گوشے میں ایک خوشنما
بلندی کے اوپر چاء خانہ ہے۔ جہاں جا کر چاء اور بسکٹ وغیرہ کھاتے پیتے ہیں
صحن میں دس بارہ گز مدور ایک خوبصورت مصنوعی جھیل ہے مگر پانی کا عمق تین چار گز
سے زیادہ نہ ہوگا اُس میں دو تین قسم کی چھوٹی بڑی سُرخ مچھلیاں تیرتی پھرتی ہیں اور
بیچ میں تین سوراخوں سے فوارے کی طرح بہت بلند پانی اُڑتا ہے۔ نہایت خوشنما
جگہ ہے تمام شہر اور اطراف کی پہاڑیاں بندرگاہ اور دریا کا سطح وہاں سے نظر آتا ہے۔
چونکہ جاپان میں دُکانداری وغیرہ کا کام زیادہ تر عورتیں کرتی ہیں اس چاء خانے
میں بھی عورتیں ہی مہتمم ہیں۔ مکان کے صحن میں درختوں کے نیچے جا بجا میز اور
کرسیاں بچھی ہوئی ہیں وہیں بیٹھ کر دارو وصا اور چاء پیتے ہیں۔ ہمارے ہمسفر بعض
انگریز اور کپتان کالون صاحب بہادر اور چند لیڈیاں پہلے سے وہاں بیٹھے ہوئے
تھے ہم بھی شریک جلسہ ہو گئے اہلِ جاپان بغیر شیر و شکر کے تلخ چاء پیتے ہیں جس کو
مولوی فرخی کے سوا اور کسی نے پسند نہیں کیا۔ چاء خانے سے ایک جاپانی عورت
نے دو تارے کی شکل کا ایک باجا سینگ کی مضراب سے جو موچیوں کی رانپی کی
شکل کی ڈھائی تین گرہ لمبی اور رانپی سے کسی قدر زیادہ چوڑی تھی بجانا اور دو تین عورتوں
نے اُس کے ساتھ گانا شروع کیا۔ سیدھی سادی دہاتی عورتوں کا سا گانا ہے۔
کسی قدر بیٹھ کر شہر کو واپس آئے جاپانی لوگ رخصت کے وقت خدا حافظ کے

معنوں میں سایونارا کہتے ہیں۔ چنانچہ چاء پلانے والی عورت نے ایک ایک سے ہاتھ ملاکر اور سایونارا کہہ کر رخصت کیا۔ وہاں سے اُٹھ کر ہم بازار میں ایک جاپانی مصور کی دُکان پر آئے۔ بعض عکسی نقشے اور پانوراما یعنی دوربُما وغیرہ خریدے وہاں سے ایک ایسے کارخانے میں آئے جہاں کچھوے کی ہڈی کا اسباب بناتے ہیں چھوٹے چھوٹے جن رکشاؤں کے نمونے۔ جہاز۔ کشتیاں کنگھے کنگھیاں اور سگارکیس وغیرہ نہایت خوبصورت اور نازک چیزیں سیاہ اور زرد خالدار کچھوے کی ہڈی کی بنی ہوئی ایک کمرے میں میزوں پر رکھی تھیں۔ چند چیزیں وہاں سے خرید کر پھر اُسی ہوٹل کو واپس آئے جہاں کھانا طیار کرنے کو حکم دے گئے تھے۔

اس ملک میں زیادہ تر خرید فروخت کے واسطے دُکانوں پر عورتیں بیٹھتی ہیں۔ زنانہ لباس بھی عجیب طرز کا ہے۔ بالعموم مرد ہو یا عورت دھاری دار ریشمی یا سوتی سیاہ وغیرہ رنگین کپڑے کا تہ بند باندھتے ہیں۔ تہ بند کا طول اس قدر کم ہوتا ہے کہ کمر سے لپیٹنے میں پورے طور پر آگے سے بدن نہیں چھپ سکتا اس لیئے ایک دوسرا کپڑا آگے سے پیچھے کی طرف کو لپیٹ لیتے ہیں۔ اوپر کے جسم میں گھٹنوں تک نیچا کوٹ یا ٹخنوں تک نیچا چغہ پہنتے ہیں جو سامنے سے عبا کی طرح کُھلا ہوا اور آستینوں کی جگہ دو آڑے ڈھیلے ڈھالے تھیلے لگے ہوئے اُن میں ہاتھ ڈالے ہوئے۔ باقی بغلوں کے نیچے چغے سے علیحدہ بیکار لٹکتا ہوا اور پشت کی طرف کو جیب کی مثل کُھلا ہوا۔ کبھی دونوں ہاتھ اُسکے اندر چھپا لیتے ہیں جس کو دیکھنے سے گمان

ہوتا ہی کہ بازو سے ہاتھ کٹے ہوئے ہیں ۔ عورتیں آرائش کی غرض سے چغے یا کوٹ کے اوپر ایک تہ کیا ہوا کپڑا کمر کے پیچھے باندھتی ہیں یہ کپڑا اکثر رنگین ریشمی نو دس گز لمبا اور چھ سات گرہ چوڑا - اندر بہت ہلکی تہ روئی کی اُس کو شل تکیئے کے تہ کر کے ایک دوسرے کمر بند کے ذریعے سے کمر کے پیچھے باندھتی ہیں - دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ مختصر اسباب یا تکیہ کمر سے بندھا ہوا ہی - اِس کپڑے میں اس تہ پر جو اوپر کی طرف رہتی ہی اکثر کلابتونی یا ریشمی پھول بنے ہوتے ہیں - پانوٗ میں اکثر بہت اونچی پٹے دار کھڑاویں پہنتے ہیں مگر پانوٗ کھلا ہوا نہیں رکھتے عورت مرد سب کپڑے کی سی ہوئی جرّابیں پہنتے ہیں جسمیں پانوٗ کا انگوٹھا اِس سے کہ کھڑاؤں کے ڈوری کو گھائی میں پکڑ سکیں دستانے کی شل علحدہ خانے میں ہوتا ہی - مزدور اور مفلس لوگ صرف گھاس کا بنا ہوا تلا اُس پر رسّی کی دوال لگا کر پانوٗ میں باندہ لیتے ہیں اور یہ چیز بوجھ اُٹھانے اور رستہ چلنے کے واسطے زیادہ کار آمد ہی - کھڑاویں اِس قدر بلند ہوتی ہیں کہ بغیر عادت کے انسان ہرگز اُن کو پہن کر رستہ نہیں چل سکتا - مرد حیثیت کے موافق قیمت کی انگریزی ٹوپی پہنتے ہیں - لیکن عورتیں سوائے اُس وقت کے جبکہ مندر میں دعا مانگنے جاتی ہیں ہمیشہ سر برہنہ رہتی ہیں صرف دعا کے وقت ایک رومال سر پر ڈال لیتی ہیں - تمام زنانہ آرائش و تکلفات سر کے بال گوندھنے اور جوڑا باندھنے میں ختم ہو جاتے ہیں باقی تمام جسم پر سونے یا چاندی کا ایک تار بھی نہیں ہوتا جوڑے میں مصنوعی پھول اور نقلی موتی وغیرہ لگاتی ہیں -

چینی عورتوں کی طرح اس ملک کی عورتیں بھی اپنے بچّوں کو ایک جھولی میں کر کر پشت پر لٹکائے رکھتی ہیں اس ترکیب سے دونوں ہاتھ بھی کام کے واسطے کھُلے رہتے ہیں اور بچّے بھی آرام سے اُس جھولی میں سوتے رہتے ہیں - بچّوں کو لیے پھرنے کا یہ طریقہ اس قدر مرغوب ہے کہ بعض لڑکیاں جو چینی یا کپڑے کی گڑیاں لیئے ہوئے پھرتی ہیں وہ بھی اُن کو پس پشت جھولی میں باندھ لیتی ہیں -

جاپان کے آدمی پستہ قد - گورا رنگ - زیادہ گول چہرے - قوی الجثہ - نہایت محنت کش اور توانا ہوتے ہیں معززین و اہلکاران سلطنت اکثر انگریزی لباس پہنتے ہیں -

ہندوستان سے چلنے کے بعد کھیلوں میں کنکو۱۲ اور جانوروں میں کوّا ہمنے آج یہاں دیکھا - مندر کی بلندی سے معلوم ہوتا تھا کہ شہر میں ہزاروں کنکوّے اُڑ رہے ہیں - اور لڑکے بانس ہاتھ میں لیئے لوٹتے پھرتے ہیں -

ہندوستان سے چلتے وقت ہمنے ۱۶ - مارچ کو آگرے کے اسٹیشن پر اپنے بعض ہمراہیوں کو وزن کرایا تھا چنانچہ فتحیاب خاں ایک من پینتیس ۳۵ سیر - مولوی فرخی ایک من پچیس ۲۵ سیر - عبدالصمد خاں ایک من بتیس ۳۲ سیر - عبدالمجید خاں ایک من ۲۷ ½ سیر تھے - آج اس ہوٹل میں اس امر کی آزمائش کرنے کو کہ پانی کا سفر اور دریا کی آب و ہوا کس قدر کس کو موافق یا ناموافق ہوئی - پھر سب کو تلوایا - بتیس ۲۳ مارچ جہاز میں سوار ہونے کی تاریخ سے آج اُنیس ۱۹ اپریل تک کہ اٹھائیس ۲۸ روز کا زمانہ گزرا دیں

کی لکھی ہوئی مقداروں کے موافق تغیر ہوا۔ ہمارا وزن ایک من ساڑھے پندرہ سیر۔
عبدالصمد خاں ایک من انتیس[۲۹] سیر۔ عبدالمجید خاں ایک من ستائیس[۲۷] سیر۔ فتحیاب خاں
ایک من انتالیس[۳۹]۔ مولوی فرخی ایک من تیس[۳۰] سیر۔ مسٹر بدن ایک من اڑتیس[۳۸] سیر۔
عبدالمجید خاں اپنی حالت پر قائم رہے۔ عبدالصمد خاں تین سیر گھٹ گئے۔ فتحیاب خاں
چار سیر اور مولوی فرخی پانچ سیر زیادہ ہو گئے دریا کی آب و ہوا گو ہم میں سے کسی کے
مخالف نہیں ہی مگر بعض کو زیادہ موافق ہوئی۔ کھانا کھانے کے بعد جہاز پر واپس آئے۔

۲۰ - اپریل - صبح کو جہاز نے لنگر اٹھایا اور **کوبی** جانے کے واسطے روانہ
ہوئے۔ دریا کفِ دست کے مثل ساکن اور بے موج ہی۔ اطراف میں میل دو میل کے
فاصلے سے کناروں پر برابر برابر چھوٹے چھوٹے پہاڑوں کا سلسلہ چلا جاتا ہی جن میں
سے بعض میں آبادی نظر آتی ہی۔ ہوا بہت سرد ہی۔ صبح کو چھتری پر چھپّن[۵۶] ڈگری تھرمامیٹر
تھا۔ اور شام کو ترپین[۵۳] ڈگری۔ چار بجے کے بعد **موجی** Mooji اور **اسمول
سکی** Smollski. کے بیچ میں کہ نہایت تنگ اور پیچدار آبنائے ہی یعنی
لیئن شوٹن اسٹریٹ Lions Shoten Str. سے گزرے۔

موجی آبنائے کے داہنے کنارے پر ایک مختصر اور خوبصورت شہر ہی۔ پتھر
کے کوئلے کی کھان بھی اس شہر میں ہی۔ ایک ریلوے ٹرین بھی شہر کے اندر سے
پہاڑ کے دامن میں دریا کے کنارے کنارے جاتی ہوئی نظر آئی۔ آبنائے کے بائیں
جانب سمول سکی کی آبادی ہی۔ سبز و شاداب چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں پر دریا کے کنارے

جا بجا پختہ مکانات بنے ہوئے ہیں شہر والوں کے واسطے حوائج ضروری لانے اور لیجانے کو کثرت سے شراعی کشتیاں آمدورفت میں مصروف ہیں۔ اسکے علاوہ بھی آبنائے کے دونوں طرف چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں جن میں سے بعض پر عمارتیں بھی نظر آتی ہیں اور ہر جگہ زراعت سے دامن کوہ سبز و شاداب معلوم ہوتا ہی۔ بیچ میں سے ہمارا جہاز گزر رہا ہی۔ اس اندیشے سے کہ کہیں جہاز ٹکرا نہ جائے اکثر چٹانوں پر لائٹ ہوس بنے ہوئے ہیں۔ ایک بلند مینار پر لالٹین جلتی رہتی ہی جو رات کو دور سے معلوم ہو سکتی ہی۔ چونکہ بادل گھرا ہوا ہی دن کو بھی رات کے مثل تاریکی ہی۔ مینہ بھی لگاتار برس رہا ہی جس مقام پر خدا نے چاہا تو کل ہم اتریں گے یعنی کوبی۔ نیکا سکی سے تین سو اسّی میل ہی اور جہاز کی رفتار فی گھنٹہ تیرہ میل ہی۔ رات کو بارہ بجے تک تو ہم مولوی فرخی کے پاس بیٹھے ہوئے تاریخی حالات سُننے سے اپنا دل بہلاتے رہے بعد کو اپنے کمرے میں جاکر سونے کے واسطے کپڑے اُتار کر پلنگ پر لیٹے تھے۔ مینہ کی شدت۔ ہوا کی خنکی و تیزی۔ اندھیری رات۔ پتھر کی چٹانوں میں ہوکر پیچ در پیچ راستہ ہر قدم پر جہاز ٹکرا کر ٹوٹ جانے کا اندیشہ تو پہلے بیان ہو ہی چکا ہی۔ اسی حالت میں یکایک جہاز کی رفتار اس قدر کم ہوگئی معلوم ہوتا تھا بالکل حرکت نہیں کرتا۔ پریشان خیالات نے اس قدر ہجوم کیا کہ نیند اُچاٹ ہوگئی۔ جہازی عملے کی آمدورفت اور دوادوش نے اور زیادہ توہم پیدا کیا۔ مجبوراً مولوی فرخی کو بُلا کر تفتیش حال کے لیئے بھیجا کہ جہاز کے رُک جانے کا سبب معلوم کریں۔ گو جہازی عملے کی عادت نہیں ہی کہ کسی کو حقیقت حال بتاسے۔ تاہم مولوی صاحب

نے اپنی راہ و رسم کے وسیلے سے اس قدر دریافت کیا کہ غایت تاریکی اور بارش کی شدت کے سبب سے جہاز کو عمداً روک لیا ہے۔ صبح کو باوجود کُہر کی شدت کے کچھ روشنی ہوئی تو معلوم ہوا کہ کسی قدر راستے سے جہاز بھٹک گیا ہے اور قریب تھا کہ پہاڑ سے ٹکر کھا کر ڈوب جائے۔ اتفاقاً احتیاط کی وجہ سے کپتان کو شک ہوا اور جہاز کو صبح تک روک لیا۔ ایسی حالت میں جبکہ جہاز پوری رفتار میں ہو پہاڑ وغیرہ کسی چیز سے ٹکرا جانے سے پاش پاش ہو جاتا ہے۔ خدا نے خیر کی۔ صبح ہوئی اور راستہ نظر آنے لگا۔

۲۱-اپریل - آج صبح کو بادل چھایا ہوا ہے۔ مینہ برس رہا ہے۔ داہنے بائیں دونوں طرف بڑا دوں کے مثل چھوٹے چھوٹے ٹیلے ہیں۔ آبادی کی یہ حالت ہے کہ فی میل غالباً چھ سات گاؤں سے کم نہوں گے جو پانی کے کنارے پر پہاڑ کے دامن میں بستے ہیں۔ پہاڑیوں کے نشیب و فراز میں ایسی خوش اسلوبی سے سطر بسطر زراعت بوئی ہوئی ہے کہ گویا مرجان رقم نے قلم صنعت سے بین السطور میں زنگاری جدول کھینچ دی ہے ایک لحظہ ممکن نہیں کہ تماشے سے انسان کا جی بھر سکے۔

مقرر تھا کہ دو بجے کے قریب کوبی پہنچیں گے۔ چونکہ رات کو بارش اور تاریکی کے سبب سے جہاز روک لیا گیا تھا کسی قدر تاخیر ہوئی اور شام کو سات بجے کے قریب کوبی کی بندرگاہ میں پہنچے۔ کنارے سے کسی قدر دور سے لنگر کیا گیا۔ بعض مسافر تو اسی وقت کوبی چلے گئے ہم صبح کو جائیں گے رات ہو گئی ہے اس لیئے جہاز ہی میں رہنا

مناسب ہی۔ شہر کے چراغوں کی روشنی اور پانی میں اُن کا عکس ہندوستان کی
دیوالی کا سماں آنکھوں میں پھر گیا جہازوں کے برقی لیمپوں کی روشنی جو ہمارے اطراف
میں جا بجا لنگر کیئے ہوئے ہیں ستاروں کی مثل چمکتی ہوئی معلوم ہوتی ہی۔ آج کے راستے
میں بڑی آبادی جس کو شہر کہہ سکتے ہیں نتگاگو تھا نتگاگو جاپان کے ساحل پر
ایک خوشنما شہر ہی۔ جس کے اطراف میں بکثرت سبز و شاداب پہاڑیاں ہیں۔ اور
کوبی سے وہاں تک دس گھنٹے کی راہ ہی۔

جاپان کے متعلق اس قدر چھوٹے چھوٹے جزیرے ہیں جو صرف جاپان ہی کے
پیمائشی نقشے سے شمار کیئے جا سکتے ہیں۔

۲۲۔ اپریل۔ صبح کو جہاز پر کھانا کھا کر کوبی میں آنے کے واسطے اسکلے پر
اُترے جہاز بھی گھاٹ سے ملا ہوا کھڑا تھا۔ گھاٹ سے سڑک تک بھی ریلوے
لائن لگی ہوئی ہی جس پر اسباب کے ٹھیلے ایک یا دو آدمی مل کر آسانی سے کھینچ لے جاتے
ہیں۔ سڑک پر ایک گھوڑا گاڑی اور چند رکشائیں کھڑی تھیں ہم مع مسٹر بڈن اور مولوی
فرغی کے سوار ہو کر اورینٹل ہوٹل میں آئے ہمارے ہمراہی متفرق کمروں میں
الگ الگ ٹھیرے ہیں۔ چونکہ اس ہوٹل میں کھانا پکانے والے سب فرانسیسی
ہیں اس وجہ سے نہایت لطیف اور بامزا کھانا ہوتا ہی۔ یورپ میں لباس کی طرز اور کھانے
کے تکلفات فرنچ سے ایجاد ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے ملکوں میں اکثر کھانے وغیرہ
اہلِ ایران کے ایجاد کیئے ہوئے رائج ہیں۔ پُرانے زمانے کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہی

کہ فرینچ کا ملک کرمان فارس سے جاکر ایرانی قوموں نے بسایا ہی واللہ اعلم بالحقیقۃ الحال مگر ان دونوں ملک والوں کے عادات صورت شکل اور اکثر اقسام درخت بھی باہم مشابہ ہیں۔

دا و بجے رکشا میں سوار ہوکر کوبی کے آبشار اور شہر کے دیکھنے کے واسطے گئے۔ مولوی فرخی۔ مسٹر بٹن۔ عبد الصمد خاں۔ عبد المجید خاں۔ کپتان کالون صاحب بہادر۔ فتحیاب خاں اور مسٹر ہوس سب ہمراہ تھے۔ شہر سے گزر کر ایک پہاڑ کے نیچے پہنچے۔ کسی قدر چڑہائی کے بعد ایک مختصر سی آبشار یعنی چھ سات گز بلندی سے گز بھر عریض پانی کی چادر گرتی ہی۔ آبشار کے قریب ایک چھوٹا سا چارخانہ بھی ہی جس میں جاپانی عورتیں خدمت کے لیے حاضر رہتی ہیں۔ تھوڑی دیر وہاں بیٹھ کر پانی کے نظارے سے آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے کے بعد اور بلندی پر گئے نینی تال کے مثل اینچ پینچ راستے سے ایک چھوٹے سے مکان میں جو عورتوں کے اہتمام سے چار بسکٹ۔ سوڈا وغیرہ خورونوش کے سامان سے مدارات کے لیے آمادہ تھا پہنچے۔ اس مکان کے قریب بھی اسی شکل کی ایک اور آبشار ہی وہی پانی جو نیچے کی آبشار میں گرتا ہی یہاں سے بہ کر جاتا ہی۔

ایک حقیر اور ننھی سی کوٹھری میں جاپانیوں کے عقیدے کے موافق **آگ** کے خدا اور **سن** Sehin. کا مندر ہی۔ دنیا کے خالق کو جاپانی زبان میں سن کہتے ہیں اور اسی نام سے سن کے ماننے والے **سنتو** کے نام سے موسوم

کیئے جاتے ہیں۔ دونوں کوٹھریوں کے اندر ایک مندر بدھ کا بھی ہی۔ جس میں مشہور
بدھ کی مورت رکھی ہی۔ اِس ملک میں بدھ اور سنتو دونوں مذہب کے آدمی ملے
جلے رہتے ہیں۔ اور اکثر دونوں مذہبوں کی پرستش گاہ ایک ہی عمارت میں ہوتی ہی۔
فرق فقط اسی قدر ہی کہ سن کے مندر میں پوجا کے لیئے کوئی مورت نہیں ہوتی۔ صرف
دو لوٹریاں پتھر یا مٹی کی بنی ہوئی دروازے کے داہنے بائیں رکھی ہوتی ہیں جن کو وہ
سن کے واسطے قربانی کی چیز تصور کرتے ہیں۔ آگ کے خدا کی مورت سیاہ روغنی
لکڑی کی بنی ہوئی ہی۔ داہنے پانو کے برابر اور پشت کے پیچھے سے آگ کے شعلے نکل
رہے ہیں۔ آگ کے بیچ میں سیاہ فام چہرا اور داڑھی چڑھی ہوئی ایک مرد کی مورت
کھڑی ہی۔ گویا زمین سے آگ نکل رہی ہی۔ اور دنیا اُسکے حکم کے تابع ہی جلا نہیں سکتی۔
جاپانی زبان میں اِس دیوتا کا نام **فودومیو** Fodomio. ہی۔ اسی کے داہنے پر ایک
چھوٹا سا گھر دا جیسے ہندوستان میں ستھی کھونٹے ہوتے ہیں۔ سن کا مندر بنا ہوا ہی۔
یہ پہلے بیان ہو چکا ہی کہ اسمیں کوئی مورت نہیں ہی۔ ایک چھوٹی سی سبز شاخ دو گرہ
لمبی شیشی میں لگا کر گلدستہ بیچ میں رکھدیا ہی۔ اُسی کے داہنے بائیں دونوں لوٹریاں
کھڑی ہیں۔ آگ کے دیوتا کے بائیں جانب کھُلے ہوئے مقام پر ایک بڈھے کی مورت
ہی۔ یہ شخص ایک بڑا پنڈت یا زاہد گزرا ہی جس کا نام **سوزیو** Sozio. ہی چونکہ مقدس
آدمی تھا۔ اِس لیئے اِس کو دیوتاؤں کے بیچ میں لاکر رکھ دیا ہی۔
پہاڑ کی بلندی سے دریا اور خوشنما میدان جسمیں برابر کھیت بوئے ہوئے ہیں

اور تمام شہر آنکھ کے نیچے معلوم ہوتا ہی۔ اس ملک میں اب تک کہ اپریل کا آخر ہفتہ ہی گیہوں کے پیڑ بالشت سوا بالشت سے زیادہ نہیں بڑھے۔ غالباً جولائی میں جا کر پکّیں گے۔ ہمارے ملک میں گیہوں کٹ کٹا کر بٹ بھی چُکا ہوگا۔

اب تک جس قدر دیکھا گیا اُس سے معلوم ہوا کہ جاپان کے آدمی نہایت مہذب سلیقہ شعار۔ ہنرمند۔ دستکار۔ متحمل اور محنتی۔ قد چھوٹے مگر توانا ہیں۔

عربوں اور انگریزوں کی طرح ان کے یہاں بھی مختلف وقتوں کے واسطے مختلف سلام۔ صبح کو اُوہایُو Ohayoo. دوپہر کو کُومْ بِیچْ وَا Koombeechwa. شام کو کُمْ بَانْوَاں Koombanwa. رخصت کے وقت گڈبائی یا خدا حافظ کے معنوں میں سَایُونَارَا Sayonara کہتے ہیں۔

وہاں سے پلٹ کر ہم چاولوں کی نمائش میں گئے جو اتفاقاً آجکل اس شہر میں ہو رہی ہی۔ بانس کی خوبصورت ٹٹیوں کے احاطے میں جو قریب سو گز کے لمبا ہوگا ایک نہایت سادہ وضع کا سائبان بنایا ہی۔ اُسکے نیچے تختے اور بانس کی تپائیوں پر نہایت خوشنما گھاس کے بنے ہوئے بستوں میں چاول بھرے ہوئے رکھّے ہیں۔ بعض نمونے شیشے کے بکسوں میں بھی ہیں۔ ہر ایک کے اوپر اُس کا حال کہ کہاں پیدا ہوا اور کون مالک ہی لکھا ہوا ہی۔ اکثر قسم کے چاول درازی میں چھوٹے اور چپٹے ہیں۔

نمائش کو دیکھ کر ہم بازار کو گئے۔ کوئی مکان اور کوئی دُکان صفائی اور تکلف سے

خالی نہیں ہی۔ کچھ نکچھ دستکاری اور صنعت ہر جگہ کی ہی۔ مکانوں کی دیواروں اور منڈیروں پر بانس کی باریک باریک کھپاچوں سے یا گھاس سے ایک نہ ایک قدرتی نمونے کی چیز ایسی بنائی ہی جس سے مکان کی خوبی اور خوشنماپن دس گُنا ہوگیا ہی نہایت کم خرچ اور بے حقیقت لکڑی یا تنکوں سے ایسی صنعت کی ہی۔ کہ صحرائی بناتات کا نقشہ نظر آتا ہی۔ یہاں کی کھپریلیں بھی نیگاسکی کے مثل خوشنما سانچے میں ڈھلی ہوئی معلوم ہوتی ہیں کوئی چیز دیکھو ہنرمندی اور نفاست سے خالی نہیں ہی۔

ہمارے ملک کے آدمی بغیر دیکھے بھالے گھر میں بیٹھے بیٹھے تمام دنیا کو اپنے مقابلے پر وحشی اور جاہل سمجھتے ہیں اور اُن کی طرز معاشرت کو بھونڈا خیال کرتے ہیں۔ مگر افسوس ہی کہ باوجود ایسے مغرور اور تکلف آمیز خیالات کے خوبی سے زندگی بسر کرنے میں کسی چھوٹے سے ملک کے بھی پاسنگ نہیں ہیں۔

نازہی گُل کی نزاکت پہ چمن کو ای ذوق		اُسنے دیکھے ہی نہیں نازونزاکت والے

کثرت تموّل اور آسودگی کی بھی یہی حالت ہی۔ شاذونادر شاید کوئی آدمی ایسا نکلے جو اپنی روزی کی روزی نہ پیدا کرسکتا ہو گو مکادو (یعنی شہنشاہ) کا بہت زیادہ ادب کیا جاتا ہی مگر ملک قومی سلطنت کے ماتحت ہی۔

ہمنے ایک دُکان سے بانس کی چند چھڑیاں خریدیں جن پر بطور بنت پھول بل۔ بعض تصویریں نہایت صفائی سے کندہ کی ہوئی ہیں جنہوں نے ایک پیسے کے بانس کو چار یا پانچ روپیے کا بنا دیا ہی ہمارے ملک میں ہروتی وغیرہ کا بانس نہایت عمدہ

ہوتا ہی مگر صنعت اور حرفت کا قحط - خیالات میں جدّت اور حوصلوں میں اُبھار کی کمی ہی -
ورنہ ان سے بدرجہا بہتر ممکن ہی - ایک جاپانی شریف آدمی جو انگریزی اچھی طرح بول سکتا
ہی ایتو سُوکس اُدا Itosukesada گائڈ - یعنی رہنما کے طور پر اور یئنٹیل
ہوٹل کوبی سے ہمارے ساتھ کیا گیا ہی - اور جب تک ہم جاپان میں رہیں گے ایتوسان
ہمارے ساتھ ساتھ رہے گا - انگریزی جانتا ہی خرید و فروخت اور سیر کے وقت ہر ایک
چیز کو انگریزی زبان میں مفصل بیان کر دیتا ہی اور اپنے ملک کے تاریخی واقعات اور
چپہ چپہ زمین سے واقف ہی - نہایت ذی ہوش اور شریف آدمی ہی - مسافروں کی
رہنمائی کے واسطے اپنی سلطنت کی طرف سے لیسنس یافتہ ہی - اکثر معزز انگریزوں
کا بھی جو اس ملک میں آتے ہیں یہی شخص رہنما ہوتا ہی - گائڈ کی اجرت یا حق الخدمت
اگر ایک سیاح کے ساتھ رہنا ہو تو دو ڈالر روزانہ اور جہاں ساتھ لیجائیں وہاں تک
سواری کا کرایہ اگر ایک سے زیادہ آدمی ہوں تو اُن دو ڈالر کے علاوہ فی کس پچیس ۲۵
سینٹ (پاؤ ڈالر) اور دینا چاہیئے باقی اپنی خورونوش کا بار خود اُٹھاتا ہی - جاپانی
ہوٹلوں میں ایک ڈالر روز پر جاپانی آدمی ٹھیر سکتا ہی - زمین پر سیتل پاٹی کا فرش -
گرمی سردی میں پہننے کے دو جاپانی جبّے عمدہ بستر اور سلیپر - چار کھانا وغیرہ سب
سامان مہیا ملتا ہی -

۲۳ - اپریل - کو تمام دن کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا -

+ سان یہ لفظ تعظیماً عورت اور مرد سب کے واسطے نام کے ساتھ استعمال ہوتا ہی خان یا صاحب کے مثل -

۲۴- اپریل - دن کو دس بجے کے بعد ریل میں سوار ہوکر اُوساکا کو گئے یہ شہر کوبی سے ریل کی سواری میں تقریباً دو ڈیڑھ گھنٹے کی راہ ہی- ریلوی لائن راجپوتانہ یا کمایون ریلوی کی طرح چھوٹی ہی (نیرو گیج) Narrow gauge. گاڑیوں میں سونے اور شب باش ہونے کا کوئی سامان نہیں ہی صرف چند گھنٹے کی نشست کے واسطے موزوں ہی- نہ اس قدر دیر تک بیٹھنے کی ضرورت ہوتی ہی کہ رات گاڑی میں بسر کرنا ہو اوّل اور دوم درجے کی گاڑیوں میں بھی غسل خانے نہیں ہیں- صرف مُنہ ہاتھ دھونے کے واسطے ایک خوبصورت سلیچی گاڑی کی دیوار میں الماری کی طرح نصب ہی- جب چاہا سلیچی کو جھکا کر اوپر جو پانی کا نل لگا ہی اُس سے پانی نکال لیا جب سلیچی بند کی تو پانی بھی اندر کی طرف گر کر نکل گیا اس کے سوا شیشے کی دو صراحیاں دو گلاس- صابون- اور چند تولیے الماریوں میں رکھے رہتے ہیں-

اہلِ جاپان کبھی ٹھنڈا پانی بلکہ کوئی چیز ٹھنڈی پینے کے عادی نہیں ہیں- پیاس کی ضرورت میں ہمیشہ بغیر دودھ اور شکر کی پھیکی چاء پیتے ہیں- اِس وجہ سے ہر ایک گاڑی میں ایک چھوٹی سی میز پر دو پیالیاں- ایک چاء دانی اور ایک چاء کی ڈبیا رکھی ہوتی ہی اور ہر اسٹیشن پر کھولتے ہوئے پانی کی ایک کیتلی ریل کے نوکر رکھ جاتے ہیں اور پہلی رکھی ہوئی اُٹھا لے جاتے ہیں جسکو ضرورت ہو چاء دم کرے اور پئے غرض کہ ریل روانہ ہوئی جنگل نہایت خوشنما اور شاداب- ندیوں کی اِس قدر کثرت ہی کہ شاید کسی دوسرے ملک میں اتنی نہوں دونوں طرف سے مٹی کے پشتے بنا کر ندیوں کو نہر کی صورت بنا دیا ہی کہ پانی

اطراف میں بے فائدہ نہ پھیلے اور تجارتی کشتیاں آسانی سے چلتی پھرتی رہیں۔ ان ندیوں میں سے چھوٹی چھوٹی نہریں بھی جاری ہیں۔ ندی ہو یا نہر گول ہو یا نالہ یہاں تک کہ ڈھائی تین گز چوڑی گز بھر گہری گول میں بھی کشتیاں چلتی ہیں۔

ایک بیل یا ٹٹو سے ہل چلاتے ہیں۔ کھیتی بونے سے پہلے زمین میں اس قدر پانی دیتے ہیں کہ دلدل ہو جاتی ہی کسی قدر خشک ہونے کے بعد تمام کھیت میں چھ چھ انچھ کے فاصلے پر سے آٹھ سات انچھ اونچی مینڈیں بنا کر اُن کے اوپر بیج بوتے ہیں درمیان کے فاصلے میں جو مینڈوں کے نیچے نالی بن جاتی ہی پانی دیتے ہیں یہی وجہ ہی کہ کھیت نہایت خوبصورت معلوم ہوتے ہیں تمام جنگل اسی طرح کے خوش نما کھیتوں سے جن میں گیہوں کے سبز کھیتوں میں زرد سرسوں پھولی ہوئی ہی لہلہا رہا ہی آبادی اس قدر گنجان ہی کہ مولوی فرخی نے پندرہ منٹ کے عرصے میں جہاں تک نظر سے معلوم ہو سکا راستے کے دونوں طرف کے گانو شمار کیے تو چالیس نمبر تھے اور اس عرصے میں زیادہ سے زیادہ آٹھ سات میل راستہ طی ہوا ہوگا اوسط درجہ فی میل مربع ڈھائی گانو واقع ہوتے ہیں گانو ایسے خوش نما ہیں کہ گویا انگریزی چھوٹے چھوٹے بنگلے بنے ہوئے ہیں۔ چھوٹے گانو میں پندرہ بیس گھر اور بڑے گانو میں ڈیڑھ دو سو تک گھر بستے ہیں۔

کُل جاپان کی آبادی چار کرور آدمیوں کے قریب ہی اور آمدنی ہندوستانی سکے کے اعتبار سے بیس کرور روپیہ۔

بارہ بجے سے پہلے ہم اوساکا پہنچ گئے اور بلا فصل جن رکشا میں سوار ہو کر قلعے کو گئے چونکہ یہ شہر کسی زمانے میں شوگن ✝ کا دار الامارۃ تھا اس لیے فوج کے چھ ڈویژنوں میں سے جو تمام ملک جاپان میں متعین ہیں اوساکا بھی ایک ڈویژن ہی۔ چار پیادہ پلٹنیں ایک رجمنٹ سواروں کی۔ ایک توپخانہ۔ ایک پلٹن سفر مینا ایک ٹرینس پورٹ ✝ یہاں رہتا ہی قلعے سے باہر فوج کی چھاؤنی ہی جس میں انگریزی بارکوں کے مثل سپاہیوں کے مکان بنے ہوئے ہیں قلعے کی تعمیر ایک قسم کے مضبوط سنگ خارا سے ہوئی ہی اور ہر طرف سے نہایت عمیق و عریض خندق سے محصور ہی۔ بڑے پتھر دیوار کی جڑ میں اُس سے اوپر اُن سے چھوٹے اسی طرح بتدریج ومراتب لگائے گئے ہیں ان پتھروں میں سب سے بڑا پتھر جسکو مولوی فرخی نے لکڑی کا گز بنا کر پیمائش کیا اڑتیس فیٹ لمبا اٹھارہ فیٹ چوڑا اور بقدر چھ فیٹ کے موٹا ہی۔ باوجود اسکے کہ پہاڑ یہاں سے چار یا پانچ کوس سے زیادہ قریب نہیں ہی تاہم ایسے بڑے بڑے پتھر اب سے تین سو برس پہلے کہ جس زمانے میں جر ثقیل وغیرہ بوجھ اُٹھانے کے آلات کا کم پتہ ملتا ہی خدا جانے یہانتک کس وسیلے سے پہنچائے گئے ہیں ان آثاروں سے پایا جاتا ہی کہ بہت اول سے یہ قوم زمانہ حال کی روشنی سے مستغنی اور بذات خود

✝ شوگن خود مختار صاحب فوج بادشاہ کے مثل ایک عہدہ تھا جو شہنشاہ کا ماتحت ہوتا تھا۔ چونکہ بعض شوگنوں نے بغاوت و سرتابی کی لہذا شہنشاہ نے اُس عہدے کو قائم نہیں رکھا۔ اب اُن کی فوج اور ملک سلطنت میں شامل کر لیا ہی

✝ ٹرینس پورٹ بار برداری کا سامان فوج کے واسطے۔

ریاضی دان تھی جیسا کہ ہندوستان میں بعض آثار قدیمہ اِس ملک کے قدیم
باشندوں کی حکمت اور دانائی کے گواہ صادق ہیں - اِسی طرح اس ملک میں بھی قدیمی
ریاضی اور حکمت پر بہت سی شہادتیں موجود ہیں - قلعے کے دروازے میں لکڑی کے
بعض ستون جن کی جسامت آٹھ اور دس فیٹ مدور ہی لگے ہوئے ہیں باوجود اسکے کہ قلعے
کی تعمیر کو تین سو بتیس ۳۳۲ برس گزر چکے اور اُنکے پائزوں یعنی جڑ میں جو لوہے کے پتّر
تقریباً ایک انچھ دبیز چڑھے ہوئے تھے گل گر گئے ہیں - مگر ستونوں کی لکڑی اب تک
ایسی تازہ اور روشن معلوم ہوتی ہے کہ گویا اِن کو بنے ہوئے سال بھر سے زیادہ عرصہ
نہیں گزرا جس لکڑی کے یہ ستون ہیں اُسکو جاپانی زبان میں کیاکی کہتے ہیں خوبصورتی
اور مضبوطی میں بے مثل ہے - اِسی ملک میں پیدا ہوتی ہے - قلعے کے اندر بعض مکان
نہایت خوبصورت اور وسیع افسران فوج کے دربار اور دفتر کے واسطے ہیں فصیل
کی مضبوطی کے علاوہ برج بھی بہت چوڑے چکلے ہیں جن پر توپوں کی کافی مقدار چڑھ سکتی
ہے خصوصاً ایک برج تو بہت بڑا ہے جسکے اوپر سے تمام شہر کٹورے کے مثل معلوم ہوتا
ہے - اور اُسی برج پر ایک بہت بڑی توپ لگی ہے جو ہر روز دن اور رات کو بارہ ۱۲ بجے فیر
کی جاتی ہے قلعے سے نکل کر ہم پریڈ پر آئے جہاں جاپانی پلٹن اور رسالے کی قواعد ہو رہی
تھی سواروں کے گھوڑے ایک قسم کے پہاڑی ٹٹو ہیں - بیل میں کسی قدر لمبے ہیں
چالاک اور مضبوط ہونے میں شک نہیں مگر سوائے مجبوری کی حالت کے کسی طرح رسالے
کے قابل نہیں ہیں - پریڈ پر بعض برنجی توپیں بھی کھڑی تھیں چند منٹ ہم وہاں ٹھیر کر ٹکسال

کو گئے جو قلعے سے دو ڈھائی میل فاصلے پر ہوگی بہت بڑی اور مفصل عمارت ہے **ٹکسال** کے دروازے کے سامنے ایک عریض اور کم عمق ندی بہتی ہے جو شہر کے بیچ میں سے نکل گئی ہے اور دونوں طرف کے پشتے پارے† کی جنائی سے بہت خوبصورت بنے ہوئے ہیں ہمارے آنے کی اطلاع پاکر ایک جاپانی افسر ٹکسال سے باہر آیا اور نہایت ادب سے جھک کر سلام کیا اور ہمکو اپنے ساتھ اندر لیجاکر تمام ٹکسال کی سیر کرائی (چاندی پگھلانیکی بھٹیوں میں ایک انجن کے ذریعے سے آگ دہکائی جاتی ہے اور لوہے کی بڑی بڑی کٹھالیوں میں قریب ایک من کے چاندی پگھلاتے ہیں۔ پھر اُن کٹھالیوں کو ایک ایسے زنبور کے وسیلے سے جو زنجیر میں جھولے کی طرح اوپر لٹکتا ہے بھٹی سے نکال کر سانچے میں چار چار انچ کی چوڑی تختیاں ڈھال لیتے ہیں پھر وہ تختیاں ایک دوسری کل میں لیجا کر چھاپے کی طرح دبانے سے ڈالر وغیرہ کی موٹائی کی برابر تختے بن جاتے ہیں پھر تختوں سے ایک اور کل میں جاکر ڈالر وغیرہ سکوں کی برابر گول ٹکلیاں کٹ جاتی ہیں اسکے بعد ایک کل کے وسیلے سے حروف و نقش سکہ کیے جاتے ہیں۔ دس سینٹ تک تو چاندی کے سکے بنتے ہیں اور پانچ سینٹ نکل سلور (جرمن سلور) کے باقی ایک اور آدھا سینٹ تانبے سے بنائے جاتے ہیں۔ چاندی کے سکے جب کل کے ذریعے سے تختے میں سے گول ٹکلیاں کٹ کر نکلتے ہیں تو ساتھ ہی کنارے کا اُبھار اور نقش وغیرہ بھی بن جاتا ہے مگر نکل کے سکوں کو گول تراشنے کے بعد پھر دوبارہ ایک کل میں ڈال دیتے ہیں وہ صرف کناروں کا ابھار اور نقش بنا دیتی ہے اور یہ کام سب سے

† بغیر چونے وغیرہ کسی چیز کے صرف پتھر جوڑکر چن دیتے ہیں اُسے پارے کی جنائی کہتے ہیں

زیادہ عجیب و دلچسپ ہی اُسکے بعد معمولی طرز سے ٹھپنے کی کل میں جاکر حروف و نقش ٹھپہ ہو جاتے ہیں۔ جاپانی زبان میں ڈالر کو ین اور سینٹ کو سین کہتے ہیں چند آدمی قسم قسم کے سکوں کو ایک ایسے تختے پر رکھ کر جسمیں سکوں کے سمانے کے قابل خانے خانے بنے ہوئے تھے ہلکا اور بھاری درست یا نادرست جانچ رہے تھے جو سکہ وزن میں ہلکا یا قد میں بال دو بال برابر چھوٹا ہوتا ہی وہ فوراً پہچان لیا جاتا ہی اور قینچی سے کاٹ کر علحدہ کر دیتے ہیں۔

ٹکسال کے دفتر میں جہاں کارخانے کے افسر رہتے ہیں ایک کمرے میں اکثر یورپ کی سلطنتوں کے نقرئی۔ طلائی اور مسی تمغے نئے اور پرانے سکے میزوں کے اوپر چنے ہوئے ہیں سلطنت چین کے قدیم اور جدید زمانے کے ہر قسم کے سکے اور تمغے بھی شیشے کے خانوں میں رکھے ہیں۔ اِن میں سے بعض سونے کے سکے بعینہ اینٹ کی شکل کے ہیں۔ بلکہ سونے کی اینٹ ہی بنا کر اُس پر مُہر ٹھپا کر دی ہے اِن سکوں میں بڑے سے بڑا ایک پونڈ وزن سے کم بھاری نہو گا۔ اِس ٹکسال میں جس کا ہم نے مختصر حال لکھا ہی صدہا کلیں ہیں اور صدہا من چاندی تانبا اور نکل دہلور وغیرہ مسکوک ہوتی ہی۔ ٹکسال دیکھنے کے بعد دریا کنارے ایک نہایت خوش فضا ہوٹل میں آکر کسی قدر ٹھیرے اور چار وغیرہ معمولی ناشتے کے بعد سوار ہو کر بازار کو دیکھتے ہوئے ریلوے اسٹیشن پر آسئے اور شام کے سات بجے تک پھر کوبی کو واپس آگئے۔

۲۵- اپریل کو ہم کپتان کالون صاحب بہادر۔ عبد المجید خاں۔

عبدالصمد خاں اور مسٹر ہوس صبح کا کھانا کھاکر نارا کو گئے مولوی فرخی اور فتحیاب خاں مع چار آدمیوں کے اس لیے کوبی میں رہ گئے کہ کل چھبیس ۲۶ کو کیوٹو کو جائیں ہم بھی نارا سے جن رکشا میں سوار ہوکر کل شام تک کیوتو پہنچ جائیں گے نارا ایک مندر کی وجہ سے مشہور مقام ہی - ایک میدان کو جسمیں بڑے بڑے جنگلی درخت اور رمنہ ہی احاطہ کرکے اُسمیں ہرن بارہ سنگے اور جھانک وغیرہ وحشی جانور پالے ہیں جو کسی طرح سے وحشت نہیں کرتے اور گاے بھینس پلے ہوئے جانوروں کے مثل آدمیوں کے ساتھ گھلے ملے رہتے ہیں - اسی میدان میں مندر کی عمارت اور ایک تالاب ہی مشہور ہی کہ مورت کو مرکب دھاتوں سے ڈھال کر میدان میں رکھا ہی معمول سے زیادہ بڑی مورت ہی ہاتھی کی جسامت سے کم نہوگی بارہ بجے کے بعد نارا سے رکشا میں سوار ہو کیوتو کو روانہ ہوئے اور چھ بجے شام کو پنتیس ۲۵ میل کے قریب مسافت طی کرکے کیوتو میں پہنچ گئے - اس قدر مسافت کو تقریباً چھ گھنٹے میں رکشا کھینچنے والے دو آدمیوں سنے طی کرلیا - یہ لوگ بوجھہ لے کر دوڑنے کے اس قدر مشاق ہیں کہ نہ محنت میں پسینا آئے نہ کبھی دوڑنے میں سانس چڑھے -

۲۶ - اپریل - مولوی فرخی اور کپتان فتحیاب خاں ہمارے نارا کو جانے کے بعد دوسرے روز دوپہر تک کوبی میں ٹھیر کر دو بجے مع اسباب اور ملازمین کے ریل میں سوار ہوکر کیوتو کو روانہ ہوئے - پانچ بجے کے بعد کیوتو پہنچکر یامی ہوٹل میں جو پہلے سے قیام کے واسطے معین ہوچکا تھا ٹھیرے - ان سب کے پہنچنے سے

گھنٹہ بھر بعد ہم بھی مع ہمراہیوں کے نارا سے واپس آئے اور مغرب سے قبل کیوتو پہنچ گئے - جب کیوتو کے بازار میں پہنچے تو عجیب اتفاق ہوا کہ سامنے سے شہنشاہ جاپان کی بہن رکشا میں سوار ایسی سادہ وضع سے آرہی تھیں کہ اجنبی آدمی اُنکے مرتبے کو کسی طرح تمیز نہیں کرسکتا تھا صرف دو نوکر اُنکے پیچھے پیچھے دوسری دو رکشاؤں میں سوار تھے راستہ بھی کسی قدر ڈھلوان تھا - اِدھر سے ہماری سواری کے قلی اس لیے جلدی کر رہے تھے کہ ہوٹل میں پہنچکر سواریاں اُتار دیں اور آرام کریں اس تگ و دو میں عبد الصمد خاں کی سواری کی رکشا شاہزادی کی رکشا سے ٹکرا گئی اِدھر کھینچنے والا قلی مع رکشا اور شاہزادی کے گر پڑا پیچھے سے وہ دونوں رکشائیں بھی جن میں اُن کے دونوں نوکر سوار تھے اُنہیں کی رکشا پر مع سواری اور قلیوں کے گریں - خدا کا شکر ہے کہ شاہزادی کے کچھ چوٹ نہیں لگی اُسی وقت ایتوساں نے جاکر عذر کیا - اُن کا مرتبہ معلوم ہونے کے بعد پھر ہم نے ایتوساں جاپانی گائڈ کے ساتھ مسٹر بڈن اور مسٹر ہوس کو معذرت اور معافی کے واسطے بھیجا - شاہزادی نے کہا مجھے آپ کے تکلیف فرمانے سے نہایت خجالت ہے - میرے کسی قسم کی چوٹ نہیں لگی اور یہ محض اتفاقی امر تھا آپ کے آدمی کو جنکی رکشا گری تھی تکلیف ہونے کا میں خود عذر کرتی ہوں -

شاہزادی کو مذہبی اثر نے دنیا سے متنفر اور زاہد کر دیا ہے اس وجہ سے اکثر عبادتخانوں اور مقدس مکانوں میں رہا کرتی ہیں -

۲۷-اپریل - کھانے کے بعد کیوٹو کے مندروں کو دیکھنے جاتے ہیں اوّل **کاموگاوا** Kamoogava مندر میں گئے۔ اس مندر کا احاطہ بہت وسیع ہی۔ ہر طرف سے مختصر سی فصیل اور دو ڈیڑھ گز چوڑی اسی قدر گہری خندق سے محصور ہی۔ اس مندر میں سب سے پہلے عجیب چیز جو نظر آتی ہی دروازے کے کواڑ ہیں جو مشہور **کیاکی** Koyaki درخت کی لکڑی کے بنے ہوئے ہیں ہر ایک کواڑ دو گز اور دو گرہ چوڑا اور چار گز لمبا کئی انچھ دبیز ایک ڈھال تختے سے بنایا ہی۔ تمام مندر بھی جسکی تصویر سے تعمیر کی عظمت و شان ظاہر ہی اسی لکڑی کے ستون اور تختوں سے تعمیر ہوا ہی۔ یہاں تک کہ زمین کا فرش اور دیواریں بھی تختے کی ہیں۔ بعض دیواروں پر جاپانی اور چینی سپہ گری کے کرتب کے نقشے اور کہیں انہیں دونوں ملکوں کے تماشے نقش کیئے ہیں مذہبی پیشوا کی نشست کے واسطے جسکی سال میں چند دفعہ بعض تقریبوں کے وقت ضرورت ہوتی ہی ایک بہت بڑا کمرہ ہی صدر مقام پر گُرو کے واسطے کُرسی بچھی ہوئی ہی۔ کرسی کے دونوں طرف دونائبوں کے واسطے دو چوکیاں رکھی ہیں اور گرو کی نشست کے پیچھے نذر کا کھانا رکھنے کی میز ہی۔ اس کمرے کے آگے کسی قدر کھُلا ہوا صحن بھی ہی غرض کہ متعدد مکانات سے گزر کر وہاں پہنچے جس جگہ پہلو بہ پہلو **سِن** اور **بُدھ** کی پرستش کی محراب ہی بُدھ کی محراب میں اُسکی مورت رکھی ہی۔ **سِن** کی محراب میں سوائے آرائش کے تصویر وغیرہ کوئی چیز نہیں ہی محرابیں ایک رنگین اور مطلا لکڑی کی گنبد کے نیچے فرنچ

کی شکل پر بنی ہوئی ہیں - ہر ایک محراب کے دونوں طرف دو قندیلیں روشن ہیں سامنے کٹھہرا لگا ہوا ہی - اکثر عورتیں اور کسی قدر مرد بھی محرابوں کے سامنے بیٹھے ہوئے نہایت عاجزی کے لہجے میں اپنے اپنے خیالی معبودوں سے دعائیں مانگ رہے تھے عورتیں باوجود اسکے کہ ہر وقت سر برہنہ رہتی ہیں مگر یہاں خصوصاً دعا کے وقت ایک رومال سے سر ڈھانک لیتی ہیں - چونکہ زلزلے کے اندیشے سے تمام عمارت لکڑی کی بناتے ہیں جسمیں آگ لگ جانے کا زیادہ احتمال ہی - اس لیئے جس قدر پانی بارش کا چھت سے گرتا ہی ایک نہایت خوبصورت لوہے کی نل کے ذریعہ سے دو حوضوں میں جو ڈیڑھ گز مربع اور اسی قدر گہرے ایک پتھر سے تراشے ہوئے صحن میں رکھے ہیں - جمع رہتا ہی - مندر کے صحن میں کرتوت (جنگلی شہتوت) کی شکل کا ایک درخت مولسری کے برابر سے درخت کی برابر نہایت سبز و شاداب کھڑا ہی - جاپانی زبان میں اس درخت کو اسچو کہتے ہیں جاپانیوں کا عقیدہ ہی کہ ایک دفعہ شہر میں آگ لگکر مندر میں بھی سرایت کرنے کو تھی مگر اس درخت نے اپنی شاخوں سے مندر کے اوپر اس قدر مینہ برسایا کہ آگ کا کچھ اثر نہو سکا اور مندر جلنے سے بچ گیا - اس خیال سے اب تک اُس درخت کی نگہداشت اور عظمت کرتے ہیں -

وہاں سے ہم گنجان درختوں اور پیچیدہ راہ سے ہوکر ایک چشمے پر گئے - پانچ چھ گز طول و عرض اور چار پانچ گز عمق میں نہایت ٹھنڈا اور میٹھا پانی بھرا ہوا ہی - اُسی چشمے میں کنارے پر دو سو اسی فیٹ گہرا دو فیٹ قطر کا ایک کنواں کناروں تک پانی سے

لبریز ہی۔ ایک آدمی کھڑا ہوا چینی کی پیالیوں سے گزرنے والوں کو اُس کنویں کا پانی پلاتا ہی۔ ہم چشمے سے گزر کر ایک اور مکان میں پہنچے جو جاپانیوں کا پرانا حمام ہی۔ حمام کی عمارت کے نیچے بھی ایک طبیعی چشمہ ہی جسمیں سرخ۔ سیاہ۔ سفید اور ابلق مچھلیاں پلی ہوئی ہیں اور حمام کے برآمدے سے چشمے تک اُترنے کے واسطے لکڑی کی سیڑھیاں ہیں۔ آدمی کو کنارے پر دیکھ کر یا آواز دینے سے تمام مچھلیاں جمع ہو جاتی ہیں تھوڑی دیر اُس برآمدے میں بیٹھ کر ہم نے اُن کو نان پاؤ کے ٹکڑے ڈالے (جو وہاں کا محافظ بیچنے کے واسطے بازار سے لا رکھتا ہی) وہاں سے ایک تیسرے مندر میں گئے جو ابھی تک تعمیر ہو رہا ہی۔ لکڑی چیرنے کا سامان اور رباڑ باندھنے کا اسباب جا بجا پڑا ہوا ہی اب تک پچپن لاکھ روپیہ اِس چوبی تعمیر کو لگ چکا ہی۔ اسی قدر اور لاگت کھا کر طیار ہو گا۔ یہ بھی پہلے مندروں کی طرح لکڑی کے ستونوں پر تختے سے بنایا گیا ہی۔ کیا ہی کے بعض ستون جنکی درازی دس بارہ گز اور موٹائی ڈھائی گز ہی پانسو میل تک مسافت سے منگائے گئے ہیں اور یہ تمام مصارف قومی چندے سے ہوئے ہیں سلطنت کو اسمیں کوئی دخل نہیں ہی۔

کاموگاوا مندر میں جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہی۔ ایک کمرہ ایسی صنعت سے بنایا گیا ہی کہ جب تختے کے فرش پر چلتے ہیں تو پاؤں کے دباؤ سے طرح طرح کے باجے سطح کے نیچے بجنے لگتے ہیں۔ اِس شہر کے بیچ میں سے بھی ایک دریا نکل گیا ہی۔ شہر کے اکثر حصوں میں اس دریا سے اور اطراف کے دوسرے دریاؤں سے نہریں

جاری ہیں-

چیری ڈانس تھیٹر

اِس ملک میں چیری کے درختوں پر پھول آنے کے زمانے میں بڑی خوشی
ہوتی ہے- اور یہ فصل ایک قسم کی فصل بہار خیال کی جاتی ہے- (چیری Cherry
جس کو فارسی میں گیلاس اور آلو بالو اور شاہ دانہ بھی کہتے ہیں) چنانچہ آج کل چیری
بلوسم یعنی چیری کی بہار ہے- اِس شہر میں جا بجا باغوں کے علاوہ مختلف مقامات پر
بھی چیری کے درخت زیادہ ہیں- اِس مہینے میں درخت پت جھاڑ ہو کر صرف
گلابی رنگ کے پھولوں سے لدے ہوئے ہیں اور جا بجا چیری ڈانس کے نام سے (چیری کا ناچ) شہر میں
ناچ گانے کے جلسے ہوتے ہیں یاماہوٹل سے بہت قریب چیری کا ایک باغ ہے گلابی پھولوں سے
لدے ہوئے درختوں کے نیچے تخت بچھا کر چاء مٹھائی وغیرہ اسباب تفریح کی دکانیں لگی ہوئی ہیں اور چیری
کے درختوں میں زرد- سرخ- سبز- گلابی اور نافرمانی رنگ کی قندیلیں لٹکائی ہیں-
شب کو ہم منجملہ اُن تھیٹروں کے جن میں آج کل چیری ڈانس ہوتا ہے- ایک تھیٹر میں
گئے- مختصر عمارت میں شہ نشین کی طرز پر اعلیٰ درجے کی نشست کا کمرہ ہے اُسکے سامنے
دو یا سوا دو گز نیچے کمرے میں تماشا گاہ ہے- اِس کمرے کے دونوں طرف بھی شہ نشین
کی طرح زمین سے کسی قدر بلند سہ دریاں ہیں- ایک طرف دس عورتیں ریشمی لباس سے
آراستہ ستار بجاتی ہیں- اور اُن کے مقابل دوسری طرف کی سہ دری میں ہم عمر و
ہم لباس دس عورتیں طبلے کی برابر نقارے بجاتی ہیں- ستار بجانے والی عورتیں

گاتی بھی ہیں اور نقارے والی باریک آواز سے لفظ آ ہو کہتی ہیں (یہ لفظ تعریف کے محل پر استعمال ہوتا ہی) بیچ کے مکان میں جو سہ دروں سے گز بھر نیچے سطح کا کمرہ ہی بتیس ہم سن اور ہم لباس لڑکیاں کاغذ کے پنکھے ہاتھ میں لے کر ناچتی ہیں - ناچ ایک قسم کی پلٹن کی قواعد سے ملتا جلتا ہی یعنی اشارہ سے پر سب ایک وقت میں ایک طرح کی حرکت کرتی ہیں - جس مقام پر بیٹھ کر معزز مہمان تماشہ دیکھتے ہیں وہاں ایک کسبی عورت عجیب طرح کا لباس پہنے ہوئے سر پر کچھ بوسیدہ سی ہڈی کے چار چار گرہ لمبے پھول دار پن آڑے ترچھے لگائے ہوئے اس قدر ساکت و بے حرکت کہ چینی کی مورت معلوم ہوتی ہی - چاء بنا کر معزز تماشائیوں کو پلا رہی تھی - اُسی قسم کے لباس پر دو لڑکیاں بھی اُسکے پیش دست تھیں جو چاء اور مٹھائی تھالیوں میں رکھے ہوئے تماشائیوں کو پیشکش کر رہی تھیں - جاپانی لوگوں میں یہ رسم بہت پُرانی ہی کہ تقریبات شادی و مسرت کے موقع پر کسی فاحشہ رنڈی کو بُلا کر ساقی بناتے ہیں -

چیری کے درخت گلابی پھولوں سے لدے ہوئے اِس قدر خوشنما معلوم ہوتے ہیں کہ کتنا ہی دیکھو جی نہیں بھرتا -

۲۸ - اپریل صبح کو ہم کیوتو سے یاما موتو جاتے ہیں - ۱۵ میل مسافت طے کرنے کے بعد دو پہاڑوں کے بیچ میں ایک ندی بہتی ہی - اسی ندی کی سیر و تفریح مقصود ہی - ہوٹل سے رکشا میں سوار ہو کر یا نار کے قریب ایک میدان میں آئے اور ایک جاپانی فوٹوگرافر کی خواہش سے ہماری اور ہمراہیوں کی تصویر کھینچی گئی - بعد اس کے

کپتان کالون صاحب بہادر وہیں ٹھیر گئے اور ہم یاماموتو کو چلے گئے دھان
اور کھیتوں میں سے گزر کر **کوزوکا** — Kozoka میں پہنچے (گوزوکا چھوٹا سا گانو ہی)
مختصر اور صاف و پاکیزہ ایک چارخانہ سر راہ ہی جہیں مسافر چار بسکٹ اور رکشا کے
قلی کھانا کھاتے ہیں - ان لوگوں کی خوراک سستے چاولوں کا خشکہ اور بانس کے
نرم کلّوں وغیرہ کی ترکاری ہی - جاپانی بھی چینیوں کے مثل دو باریک تیلیوں سے
کھانا کھاتے ہیں - خشکے کا ظرف مُنہ کے قریب لاکر اُنھیں لکڑیوں سے چاول مُنہ
میں سرکاتے جاتے ہیں اور ترکاری کے اُٹھانے میں تیلیاں وسپنے کا کام دیتی
ہیں گانو کے مکان اکثر تو تختے سے بنے ہوئے ہیں مگر بعض غربا بانس یا لکڑی
کی ٹٹیوں سے گھر کی دیواریں بناکر اُن پر مٹی کی کہگل کر دیتے ہیں اور گھاس یا پھونس
سے اُسکے اوپر ایک فیٹ موٹا بنگلے نما چھپّر بناتے ہیں - یہ کام بھی سلیقے سے خالی
نہیں ہی - بعض مکانوں کے آگے یا داہنے بائیں دیودار اور چیڑ کے درخت
لگاکر اُن پر ایک خوبصورت بانس کی ٹٹی بچھاکر درخت کے تمام پتے اور باریک شاخیں
ٹٹی کے خانوں میں سے نکال کر نہایت خوبصورتی سے درخت کو نیچے نیچے پھیلاتے
ہیں - اگر یا ہیں کہ درخت بلند نہو اور زمین پر ہی پھیلے تو اُسکی شاخیں لوہے کی میخوں سے
زمین پر یا جس قدر بلندی درکار ہو باندھ کر پھیلاتے جاتے ہیں - ان درختوں کی شاخیں
ٹٹیوں کے خانوں سے باہر نکلی ہوئی نہایت دلفریب معلوم ہوتی ہیں - دیودار کے
درخت سے نکلی ہوئی شاخیں خانے سے اوپر معلوم ہوتا ہی کہ گویا سبز مومی بتیاں لگی

ہوئی ہیں - اسباب لے جانے کو باریک پہیتوں کی چار پانچ گز لمبی ایک گاڑی
جس کا عرض زیادہ سے زیادہ بارہ یا چودہ گرہ ہوتا ہی - کبھی ایک بیل سے اور اکثر صرف
ایک آدمی ایسی حالت میں جبکہ وہ بوجھ سے بھرپور لدی ہوتی ہی کھینچ کر لے جاتا ہی -
گانؤ کے متعلق اکثر کھیتوں میں اور کہیں کہیں مکانوں کے پیچھے چاء کے درخت
ہیں جن کو تراش کر نہایت خوبصورت گنبد نما بنا دیا ہی - چاء جس قدر کثرت سے پی
جاتی ہی اُتنی ہی افراط سے پیدا بھی ہوتی ہی -

غرض کہ چاء خانے میں تھوڑی دیر تک تفریحاً ٹھیرے رکشا کے قلیوں نے کھانا
کھایا کیوتو سے یاما موتو تک پندرہ میل راستہ اتنی دیر میں قلیوں نے طے کر لیا
جتنی دیر میں گھوڑا جاتا ہی - دو جاپانی افسر پولس بھی ہمارے ساتھ ہیں کیوتو میں بھی
یہ لوگ ہوٹل کے دروازے پر تعینات تھے جاپان کے وزیر دول خارجہ نے ہمارے
آنے کی خبر سُن کر غایت آدمیت سے مہماں نوازی کے طور پر افسران پولس کو حکم
دیدیا ہی کہ ہماری خدمت کے واسطے ہر جگہ آمادہ رہیں - مگر ہم کو ضرورت نہ تھی اس لئے
اُن کو اِس تکلیف سے معاف کیا گیا یاما موتو کے نیچے آراشی† یاما Arashi-
yama نام دو پہاڑوں کے بیچ میں تنگ درّے سے فوزوگاوا
Fozogawa نام ایک ندی بہتی ہی - پانی نہایت شیریں سرد - اور سوتی سا
نتھرا ہوا ہی - عمق بھی گز سوا گز بلکہ بعض جگہ اِس سے بھی کم ہی - پانی پتھروں پر ڈھلان

† یاما - جاپانی زبان میں پہاڑ کو کہتے ہیں -

کی طرف کو بہت زور سے بہتا ہی۔ ایک پتلے پتلے تختوں کی لچکدار کشتی جس کو راپڈ
Rapid کہتے ہیں پانی پر پھسلتی اور بہتی چلی جاتی ہی۔ کبھی پانی اُس کو ایک پتھر
سے دوسرے چٹان پر زور سے پھینک دیتا ہی دو کشتیاں ہمارے واسطے بھی آمادہ
تھیں۔ ایک میں ہم مع ہمراہیوں کے سوار ہوئے۔ دوسری میں رکشائیں رکھ کر قلی
بیٹھ لیئے ایسا خوشنما درّہ اور سبز و شاداب پہاڑ ہیں کہ اُس سے بہتر اور دلچسپ جنگل
بہت کم ہوگا۔ بہاؤ پر تو کشتی پانی کے زور سے جاتی ہی مگر چڑھاؤ پر رسّیوں میں باندھ کر
ملاح اپنی قوت سے کھینچ لاتے ہیں چنانچہ کناروں کے نشیب و فراز میں دشوار گزار پست و
بلند راستے سے چند آدمی کشتیوں کو کھینچتے ہوئے ہم کو بھی ملے۔ دونوں پہاڑوں
کے بیچ میں صرف پندرہ بیس گز بلکہ بعض جگہ اس سے بھی کم چوڑی جگہ ہی۔ اسی
عرض میں فوزدگاوا ندی بہتی ہی۔ کناروں سے ملے ہوئے ڈھلواں پہاڑ ہیں اور دونوں
طرف ڈھلان پر چیڑ۔ چیری (جنگلی آلوبالو) اور ماپیل کا جنگل ہی۔ چیڑ کے درخت تو خوشنما
ہوتے ہی ہیں مگر چیری اور ماپیل کے پتوں کا دھانی رنگ عجب سماں دکھاتا ہی۔ ان
درختوں کے سوا صدہا بوٹیاں اور رنگ رنگ کے پھولوں سے چوٹی تک پہاڑ لدا ہوا
ہی دم بھر آنکھ اُٹھانے کو جی نہیں چاہتا۔ سیر و تفریح کے سوا اس ندی کے وسیلے
سے چیڑ وغیرہ کے شہتیر اور تختے بآسانی بڑے بڑے درّے سے گزر کر
نہر اور ندیوں میں ہو کر شہروں میں پہنچ جاتے ہیں۔ تجارت کے واسطے عمدہ مددگار پانی
ہی۔ یاماموتو سے سات میل جا کر جہاں درّہ ختم ہو کر میدان پھیل گیا ہی ایک گانو اور

اُسمیں پانی کے کنارے پر دو منزلہ چاء خانہ ہی۔ کسی قدر چاء خانے میں دم لیا کھانا ہمارے
ساتھ تھا ناشتہ کیا۔ پھر رکشا میں سوار ہوکر کیوتو کو لوٹ آئے صبح سے مولوی فرخی کو
دردِ سر کی شکایت تھی آفتاب کی تمازت اور پانی کی برودت سے زیادہ درد ہوا کیوتو
کے بازار میں ہم ایک شال دوزی کارخانے میں بعض اسباب پسند کرنے کو ٹھیر گئے
اور مولوی صاحب کو دردِ سر نے ہوٹل میں چلے جانے پر مجبور کیا رات کو ہماری طبیعت
بھی بے لطف ہوکر حرارت ہوگئی مولوی صاحب کو صفراوی قی اور دردِ سر کا دورہ ہوا
وہ تو چند دفعہ قی کرنے کے بعد دوسرے دن شام تک ٹھیک ہوگئے۔ مگر ہم کو بخار
بہت زیادہ ہوگیا۔ چونکہ ارادہ تھا کہ ۲۹۔ کو نگویا جائیں گے اس لیئے کپتان کالون صاحب
بہادر پہلے سے ارت سو - Otsu میں جا ٹھیرے تھے کہ وہاں سے ہمارے
ساتھ ریل میں سوار ہوجائیں گے مگر مجبوراً اُن کو تار پر خبر بھیج کر بلانا پڑا اور انتیس ۲۹ کو کیوتو
ہی میں قیام ہوا۔

۲۹۔ اپریل۔ گو مجھے بہت زیادہ بخار ہوگیا۔ ڈاکٹر کو بُلا کر کُنین وغیرہ سے علاج
کیا گیا اور یہ امر قرار پایا کہ کپتان کالون صاحب بہادر ہم کو ریل کے راستے سے **کوبی**
سے جائیں اور چونکہ امراض تپ وغیرہ کے واسطے دریا کی ہوا نہایت مفید ہی وہاں سے
جہاز میں سوار ہوکر یوکوہاما جا اُتریں۔ عبدالمجید خاں۔ فتحیاب خاں اور تین خدمتگار ہمارے
ساتھ رہیں۔ مسٹر ہڈن۔ مولوی فرخی۔ عبدالصمد خاں اور دو آدمی ایتوساں کے ساتھ
اوت سو تک رکشا میں وہاں سے ریل میں نگویا ٹھیرتے ہوئے میانوشتیا

Miyanoshita ہوکر چوتھی مئی تک بتدریج یکوہاما میں سب
اکھٹے ہوجائیں - کیوتو بڑا شہر ہے - تین لاکھ سینتیس ہزار آدمی بستے ہیں مولوی فرخی کو
یہ امر شکل سے گوارا تھا کہ ایک لمحہ بھی مجھ سے علیحدہ ہوں میں بھی ایسی حالت میں اُنکے
چلے جانے کو پسند نہیں کرتا تھا مگر بعض ضرورتوں کی وجہ سے کپتان کالون صاحب بہادر
نے اُن کو بھی آگے بھیجدیا مولوی صاحب کو کہدیا ہی کہ جس قدر ہم سے علیحدہ رہیں اُتنے
عرصے کے حالات سلسلہ وار لکھتے رہیں اور ہم سے ملنے کے بعد بیان کریں کہ سفرنامے
میں درج کردئے جائیں -

۳۰ - اپریل - صبح کو کھانے کے بعد مجبوراً دو فریق ہو گئے - ہم علالت
کی وجہ سے کیوتو میں رہ گئے - اگر خدا نے چاہا اور سفر کی قدرت ہوئی تو کل **کوبی**
کو جائیں گے - مولوی فرخی مسٹر بڈن - عبدالصمد خان اور مسٹر ہوس
اُوتسُو Outsu کو دو آدمی اور زائد اسباب ریل پر **نگویا** کو
روانہ ہوئے - اوت سو تک مولوی صاحب وغیرہ رکشا میں جائیں گے وہاں سے
اسی ٹرین میں بیٹھ جائیں گے جس میں آدمی اور اسباب ہے اور سب ساتھ نگویا
پہنچیں گے - پہلی مئی کو بھی بخار کی شدت رہی اور کوبی جانا ممکن نہوا - دوسری مئی
کو بہزار دقت اُسی ناتوانی اور تپ کی شدت میں ہم ریل پر کوبی کو روانہ ہوئے -
شام کو کوبی پہنچکر وہ رات اور دوسرا دن وہیں بسر ہوا تیسری مئی کی شام کو جہاز میں
سوار ہوکر ہم براہ دریا **یُوکوہاما** کو روانہ ہوئے - دریا اسقدر متلاطم و موج خیز ہے

کہ جہاز پتّے کی طرح تیرا تا جاتا ہی۔ رات کو بہت زیادہ طوفان ہوا اور میں اپنی کیبن
میں لیٹا ہوا تھا کہ یکایک جی گھبرانے لگا اور مالش ہوکر نہایت زور سے قے ہوئی -
گو بہت تکلیف ہوئی مگر یہی قے باعث ہوئی کہ بخار کی حرارت اور اثر بالکل زائل ہوگیا۔
محمد حسین اور حفیظ خان میرے دونوں خدمت گار ڈک پر کٹہرے کے قریب سوتے
تھے جب طوفان کی شدت سے پانی اُڑکر اوپر آنے لگا تو یہ دونوں بستر لیکر ہماری
کیبن کی طرف بھاگے۔ چھ سات قدم آ چکے تھے کہ جہاز کو موج نے زور سے جھٹکا دیا
اور محمد حسین اُسکے صدمے سے اُڑکر قریب تھا کہ دریا میں جا پڑے اور قیامت تک
موجوں میں لپٹا رہے مگر جہاز کا جنگلا نجات کا سبب ہوگیا۔ اور محمد حسین کٹھرے میں اُلجھ کر
رہگیا۔ لنگی وغیرہ جو سر پر بندھی تھی پانی میں گر گئی۔ سینے میں زیادہ چوٹ آئی باقی اور
جسم پر خفیف۔ غرضکہ ایسی حالت میں پانچ مئی کی شام کو چار بجے سے کچھ پہلے
ہم یوکوہاما میں بخیریت پہنچے۔ مولوی صاحب ہماری آمد اور جہاز کی رفتار کو ہوٹل کی دوربین
سے دیکھ رہے تھے۔ عبدالصمد خان اور مسٹر ہوس اسٹیم بوٹ میں سوار ہوکر لنگر کرنے
سے پہلے جہاز پر آ گئے۔ کنارے پر بھی اسقدر دریا میں تلاطم تھا کہ چھوٹی چھوٹی کشتیوں
کا تو کیا ذکر ہی اسٹیم بوٹ اور جہاز کی سلامتی دشوار معلوم ہوتی تھی۔ الحمد للہ جہاز نے لنگر کیا اور
ہم بخیر و عافیت۔ تندرستی و صحت کی حالت میں یوکوہاما پہنچ گئے۔ ہمارے ہمراہیوں کو
جو کیوتو سے جدا ہو گئے تھے ایک قسم کی روحانی عید ہوئی۔ مجکو بھی ان صاحبوں کے
یکجا ہونے سے نہایت خوشی ہوئی۔ اللہ تعالے سے امید ہی کہ سب کو ہمارے

ساتھ صحیح وسالم ہندوستان پہنچائے گا۔
شب کو جہاز کی تکان سے نجات پاکر کھانے کے بعد آرام کیا۔
تیئس اپریل کو جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہی مولوی فرخی۔ عبدالصمد خان۔ مسٹر ٹڈن
اور مسٹر ہوس مع دو نوکروں اور ایتوساں کے رکشا میں سوار ہو کر اوُت سُو Outsu
کو چلے گئے۔ اوت سو کیوتو سے سات میل دور ہی۔ کیوتو سے برابر اوت سو تک
راستے کے دونوں طرف ملی ہوئی آبادی ہی معلوم ہوتا ہی کہ شہر کے کوچے سے
گزر رہے ہیں۔ غرضکہ ڈیڑھ پونے دو گھنٹے میں اوت سو جو بیوا جھیل کے کنارے
ایک آبادی ہی پہنچ گئے۔ بیوا جھیل Bewa پینتالیس میل لمبی اور کہیں کہیں دس
میل تک چوڑی نہایت کارآمد جھیل ہی۔ تجارتی مال لانے اور لے جانے کو دخانی اور
بادبانی کشتیاں چلتی ہیں۔ جھیل کے کنارے کنارے پستی و بلندی میں ساٹھ ہزار
آدمی آباد ہیں اسی آبادی کو اوت سو کہتے ہیں۔ اس جھیل سے دس گز چوڑی ایک
نہر کاٹ کر کیوتو کو لائے ہیں۔ راستے میں چونکہ اکثر پہاڑ کا سلسلہ واقع ہی اس لیے
اوت سو سے دو میل تک پہاڑ میں سوراخ کر کے نہر کو نکالا ہی۔ پھر کیوتو کے قریب
جاکر آدھ امیل پہاڑ میں اور سوراخ کیا ہی۔ کیوتو میں پہنچکر جہاں پہاڑ کے سوراخ سے
نہر باہر آتی ہی بلندی زیادہ ہی اور کسی قدر بلندی کے بعد شہر بہت نشیب میں واقع ہوا ہی
ایسی اونچی نیچی زمین کو ہموار کرنا مشکل اور بہت زیادہ خرچ سے ممکن تھا۔ اس لیے
نہر سے شہر تک کشتی لیجانے کیواسطے اور تدبیر کی ہی یعنی پانی میں نہر کے اندر ریلوے

لائن بچھا کر اُسپر اسقدر لمبی ٹرامو سے گاڑی رکھی ہی کہ جس پر کشتی سوار ہو سکے۔ پہاڑ کے سوراخ کے دروازے تک جہاں کشتی چلنے کے قابل پانی ہو گاڑی کو پانی میں لیجاتے ہین اور وہاں سے اُس پر کشتی رکھکر بلندی پر اسطرح چڑھاتے ہین کہ گاڑی کی پیندی میں لوہے کا رسّا بندھا ہی۔ اور اُس رسّے کا تعلق ایک انجن سے ہی وہ گاڑی کو کھینچکر شہر کے اندر والی دوسری نہر میں پانی کے اندر پہنچا دیتا ہی وہاں کشتی کو تیرا کر گاڑی اپنے اسٹیشن کو پلٹ آتی ہی۔ وہی طریقہ ہی جسطرح ہانگ کانگ کی ٹرامو سے کو پہاڑ کے اوپر لے جاتے ہیں۔

اوت سو میں پہاڑ کی بلندی پر جہاں سے تمام شہر اور بوا جھیل نظر آتی ہی **بدھ کا مندر** ہی مندر کے قریب ایک چھوٹے سے مکان میں لکڑیوں کی پاڑ پر ایک برنجی **گھنٹہ** رکھا ہی جسکا قطر تقریباً سوا گز اور بلندی ڈیڑھ گز ہی۔ وزن بھی اُسکا پندرہ ۱۵ ٹن یعنی چار سو ۴۰۰ من بیان کیا جاتا ہی۔ اہلِ جاپان کہتے ہین کہ ایک جاپانی پہلوان اس بھاری گھنٹے کو پہاڑ کے نیچے سے اکیلا کھینچکر یہاں لایا ہی۔ گھنٹے کی ایک سمت میں زمین پر گھسٹنے کے گہرے گہرے نشان پڑ گئے ہیں۔ جن لکڑیوں پر یہ گھنٹہ رکھا ہی اُونمیں خانہ دار جالی بنی ہوئی ہی جالی کی ٹہنیوں میں کاغذ کی صدہا دھجیاں بندھی ہوئی ہیں۔ جاپانی لوگ خیال کرتے ہیں کہ جو شخص گھنٹا کھینچنے والے پہلوان کی قوت سے برکت کا حصہ لینا چاہے وہ ایک کاغذ کی دھجی صرف ہاتھ کی چھوٹی اُنگلی سے گھنٹے کے نیچے کسی ٹہنی میں باندھ دے ضرور قوی ہو جائے گا۔ چنانچہ مولوی فرخی نے آزمائش کے طور پر مزاحاً

ایک اُنگلی سے کاغذ کی دھجی باندھ دی - اُسی عمارت کے قریب دوسرے مکان میں ایک
لوہے کی کڑاہی ڈیڑھ گز کے قریب گہری اور تخمیناً دو گز قطر کی تین انچھ موٹی جسکا ایک
کنارہ کسی قدر ٹوٹا ہوا ہی - رکھی ہی - کہتے ہیں گھنٹہ کھینچنے والا پہلوان اسی کڑاہی میں شوربا
پکا کر کھاتا تھا - مندر کے اطراف میں پہاڑ کے اوپر بن ہی - زیادہ تر چیڑ کی قسم کے درخت
ہیں - بعض درختوں کے تنہ سے پوست اُترا ہوا تھا - معلوم ہوا کہ اس پوست سے
مکانوں کے اوپر چھپر یا بنگلہ بناتے ہیں - ہمنے بھی **یامی ہوٹل** میں اسی چھال
کا بنا ہوا بنگلہ دیکھا ہی نہایت خوبصورت اور صاف بناتے ہیں - رنگ بھی کتھے کی شکل
ہوتا ہی - سال بھر میں درخت پر پھر دوبارہ پوست پیدا ہوجاتا ہی - پون گز سے گز بھر تک
چوڑی چھال ہوتی ہی

مندر کے مقابل دوسرے پہاڑ پر چار خانہ ہی - اور بھی بہت مکان ایسے ہیں
جہاں مسافر ٹھیر سکتا ہی ایک چاءخانے میں جو جھیل کے کنارے سے ملا ہوا ہی
روزانہ صرف کے واسطے مچھلیاں پلی ہوئی ہیں - پالنے کا طریقہ یہ ہی کہ لکڑی کا جالی دار
صندوق بنا کر اُسمیں مچھلیاں ڈالکر پانی میں رکھ دیتے ہیں پانی بھی تازہ رہتا ہی اور
جالی کے سوراخوں سے چھوٹی مچھلیاں صندوق میں گھس آتی ہیں وہی بڑی مچھلیوں
کی خوراک ہوجاتی ہی - ان چھوٹی مچھلیوں کے نکلنے کے واسطے صندوق کے تختوں میں ایسا مصالحہ
لگا دیتے ہیں جسکی بو پر مچھلی آجاتی ہی -

آبادی کے بائیں طرف اکثر پہاڑ کی چوٹیوں پر برف تھا - اس ملک میں آخر جون

سے اگست تک گرمی اور برسات کی فصل ہی۔ گرمی ترانوے (۹۳) ڈگری تک ہوجاتی ہی۔ اسی بیوا جھیل کے کنارے پر دوبرس ہوئے شہزادۂ زار وچ ولیعہد روس پر ایک دہقان نے تلوار سے حملہ کیا تھا مگر خوش نصیبی سے رکشاوالے قلی نے تلوار روک لی۔ ارادۂ قتل کی نسبت اُسکا بیان تھا کہ مینے جاپانی اخبار میں پڑہا تھا کہ روسی جاپان چھین لینے کی تیاری کر رہے ہیں۔ اُسیوقت سے عہد کرلیا تھا کہ جہاں روسی کو پاؤں گا مار ڈالوں گا۔ چنانچہ پہلا روسی یہی ملا جسپر میں اپنا ارادہ پورا کرنے کو تھا۔ شہنشاہِ جاپان نے اُسکو دیوانہ سمجھکر دائم الحبس کردیا مگر تین مہینے قید میں رہکر وہیں مرگیا۔

اُسی روز بوگردہ ساڑہے بارہ (۱۲½) بجے دن کو ریل میں سوار ہوکر نگویا کو روانہ ہوا۔ نوکر بھی اسٹیشن پر مل گئے۔ ریل کی گاڑیاں اسقدر صاف روغن کی ہوئی ہیں کہ سُنہری قناویز کے رنگ میں اور اُنمیں کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا۔ اطراف کے پہاڑوں پر جابجا برف تھا۔ بعض پہاڑوں پر جڑ سے لگا کر اوپر تک چاء کے درخت بوے ہوئے ہیں جو گول تراشے ہوئے بہت خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔ زیادہ تر لطف یہ ہی کہ لڑکیاں اور عورتیں سرخ۔ زرد۔ اودے ریشمیں لباس پہنے ہوئے چاء کی کونپل جمع کرتی ہیں۔ سبز کھیت میں سپید جسم پر رنگین لباس دور سے بہت خوشنما معلوم ہوتا ہی۔

اوت سو سے نگویا تک متعدد لوہے کے پلوں پر سے جو ندیوں پر واقع ہیں

اور پہاڑ کے سوراخوں میں سے ریل گزری۔ راستے کے داہنے طرف سمندر بہت قریب ہی۔ بعض جگہ پچاس ساٹھ گز تک فاصلہ ہی۔ غرضکہ پانچ بجے کے بعد نگویا پہنچے۔ جاپانی ہوٹل جہاں ٹھیریں گے اسٹیشن سے بہت قریب ہی ایسے ہوٹلوں میں عمدہ سیتل پاٹی کا فرش ہوتا ہی۔ فرش پر جوتی اُتار کر جاتے ہیں اور زمین پر بستر لگا کر سوتے ہیں۔ مولوی فرخی۔ مسٹر ہوس۔ ٹڈن صاحب اور عبدالصمد خاں کو ہوٹل کے پہلو میں چار کمرے انگریزی طرز کے پلنگ وغیرہ سامان سے آراستہ دیے گئے۔ کرنل مرسڈن بھی جو ہندوستان سے سیر کے واسطے جاپان آئے ہیں ساتھ تھے صرف چار ہی کمرے تھے اور وہ پہلے سے تار دیکر کرایہ کر لیئے گئے تھے۔ اسلیئے کرنل صاحب کو جاپانی ہوٹل میں جانا پڑا۔ چونکہ مروت سے بعید تھا مولوی فرخی نے باصرار اُنکو اپنا کمرہ دیدیا اور خود جاپانی ہوٹل میں کہ وہ بھی اسی عمارت سے ملا ہوا تھا چلے گئے۔ چونکہ خیال ہماری طرف متعلق تجارات نہایت نگرانی اور فکر میں بسر ہو کر صبح ہوئی۔ نگویا پہنچتے ہی مولوی صاحب نے مسٹر ہوس سے کہا کہ ہمکو کیو تو میں تار دیکر خیریت دریافت کر دیں۔ نو بجے رات کو ہمنے جواب دیا کہ اسوقت افاقہ ہی۔ کل ہم انشاء اللہ تعالے کوبی۔ وہاں سے تیسری کو براہ دریا یوکوہاما کو روانہ ہونگے۔

یکم مئی مولوی صاحب اور سب صاحب صبح کو چینی سازی کے کارخانے میں گئے۔ کرنل مرس ڈن بھی ہمراہ تھے۔ شہر کا بڑا حصہ طے کر کے کارخانے میں پہنچے۔ نہایت مفصل اور عمدہ کارخانہ ہی۔ برتن پکانے کی بھٹیاں اور تیار کیئے ہوئے برتن وغیرہ

دیکھا دوسری جگہ گئے جہاں چاک پر برتن بن رہے تھے۔ مکان کے صحن میں بڑی بڑی ناندوں میں پنڈول کے ہمرنگ ایک قسم کی مٹی بھیگی ہوئی تھی۔ بڑے دالان میں ہندوستانی کمہاروں کے چاک کے مثل دس دس گرہ قطر کے چند چاک لگے ہوئے تھے اور اسیطرح جیسے کہ ہمارے ملک کے کمہار ایک لکڑی سے چاک کو چکر دیکر حالت دور میں برتن بناتے ہیں۔ اُس مٹی سے جو پنڈول کے ہمرنگ پیالوں میں تیار رکھی تھی۔ چینی کے برتن بن رہے تھے۔ فرق صرف اسقدر ہے کہ یہاں کے چاک ہندوستانی کمہاروں کے چاک کی نسبت کسی قدر خوبصورت ہیں۔ ایک آدمی دستے اور ٹونٹیاں وغیرہ ہاتھ سے بنا کر ایک لوہے کے اوزار سے ہر قسم کے نقش اور کندہ کاری کا کام کر رہا تھا۔ دستے ٹونٹیاں وغیرہ بعد کو بنا کر برتن پر چپکا دیتے ہیں۔ یہ تمام ظروف بعد خشک ہو جانے کے ڈیڑھ روز تک ایک ایسی بھٹی میں جو نان پاؤ پکانے کے تنور کے مثل مگر بہت اونچی اور بڑی ہے پکائے جائیں گے۔ پھر ان پر ہر قسم اور رنگ کے نقش و نگار مصوری قلم سے بنا کر مکرر ایک بھٹی میں جسمیں صرف دوسرے خانے کی آگ سے گرمی پہنچتی ہے رکھدیں گے اور جب نقش پک کر وصل اور برتن وہیں ٹھنڈا ہو جائے گا نکال لیں گے۔ نقاشی کا کارخانہ اُس مکان سے الگ ہے۔ چند مشاق مصور بعض برتنوں پر تصویریں بعض پر معمولی نقش کر رہے تھے۔ زیادہ تر قابل التفات یہ بات تھی کہ ظروف پر بعد نقاشی اور روغن ہو جانے کے پیتل کے تار سے مصوری کرتے ہیں اوّل برتن کے اوپر تصویریا بیل پھول وغیرہ جو منظور ہوتا ہے لوہے کے قلم سے کندہ کر لیتے ہیں بعد اُسکے برنجی باریک

تار کو موچنے سے خم دیکر ایک خاص لسدار مصالح سے چپکا دیتے ہیں۔ پھر اُس کو ہوا کی بھٹی میں رکھکر آنچ دینے سے تار وصل ہو جاتا ہے پھر پتھر کے جھانوے سے مل کر صاف کرتے ہیں کہ تار کا اُبھرا ہوا حصہ گھسکر سطح کے برابر ہو جاوے۔ اسکے بعد ایک اور روغن کرتے ہیں جس سے ہمیشہ تار کا رنگ سونے کے مثل قائم رہتا ہے اور ہوا کے اثر سے زنگ یا سیاہی نہیں آتی۔ یہ کام اسقدر نازک اور صاف ہے کہ تار کا نقش قلم سے کھنچا ہوا خط معلوم ہوتا ہے۔ بعض اسقدر باریک ہے کہ بغیر اُلٹی گلاس یا عینک کی مدد کے نظر نہیں آتا۔ ہندوستان میں اس قسم کے ظروف سے اکثر مکانوں کو آراستہ کرتے ہیں۔ بالاخانے پر ہر قسم کا تیار شدہ اسباب فروخت کے واسطے رکھا ہے۔ تار کے کام کا ایک سٹ چار کا جسمیں ایک تھالی مع ۲ دو طشتری دو پیالی اور دودھ دان۔ شکردان وغیرہ سامان تھا۔ دس ڈالر (پچیس روپیے ۲۵ عـــہ) کو مسٹر بڈن نے اور چند گلدان وغیرہ مسٹر ہوس نے۔ گلوبند کا چھلہ پن۔ سگار ہولڈر وغیرہ چیزیں یادگار کے طور پر مولوی فرخی نے خریدیں۔ کارخانہ دیکھکر ایک نیا مندر دیکھنے کو گئے جو ابھی تعمیر ہو رہا ہے اور شہنشاہ کی طرف سے تعمیر کی اجازت ملنے کی خوشی میں عید کے طور پر اہل شہر نے میلہ کیا ہے۔ ایک خوبصورت میدان مین چوبی مندر بن رہا تھا۔ دروازے پر ایک لکڑی کی محراب کے نیچے فرش بچھا ہوا تھا اُسپر بہت سے پیسے پڑے ہوے تھے۔ جاپانی عورتیں اور مرد محراب کے آگے تعظیم اور سجدہ کرنے کے بعد پیسے مٹھائی وغیرہ نذر کے طور پر چڑھاتے ہیں۔ مندر کے قریب درختوں میں رنگ رنگ کے ہزاروں رومال

جن پر جاپانی حروف میں کچھ عبارت لکھی تھی - لٹک رہے ہیں - جیسا کہ اکثر مقدس عمارتوں
کے باہر لٹکانے کا دستور ہی - اس سے صرف اسقدر غرض ہو کہ مندر میں جانے والے
لوگ ہاتھ دھو کر اُن سے پونچھ لیں - ایسی جگہ ضرور پانی کے حوض بھی ہوتے ہیں - یہ رومال
بہت خوشنما معلوم ہوتے ہیں - میدان میں میلے کیواسطے دکانیں لگی ہوئی تھیں -
اسی تقریب میں ایک لکڑی کی خوشنما عمارت بارہ بارہ گرہ موٹے تختے کے چار پہیوں
پر رکھکر مثل رتھ کے نکالی تھی - ایک بڑے کمرے کے برابر تین منزل کا مکان ہی -
سب سے اوپر کے درجے میں ایک پیر مرد اور ایک عورت کی مورت رکھی ہی - اُس سے
نیچے کے درجے میں خوش لباس چند لڑکے - لڑکیاں ناچتے ہوے اور چند نقارے
بجاتے ہوئے - سب کے آخر نیچے کے درجے میں بھی چند آدمی بیٹھے ہیں - چوٹی
پر ایک سرو کا تازہ درخت نصب کر دیا ہی - اس رتھ کو موٹے موٹے رستے باندھ کر ایک
خاص قسم کی وردی پہنے ہوئے پچاس چالیس آدمی کھینچتے ہیں - اہل شہر نے باریک
ڈوریاں رسیتوں میں یا رتھ کی جالیوں میں باندھ کر چھوٹے چھوٹے بچوں کے ہاتھ میں
دیدی ہیں کہ وہ بھی اس مقدس عمارت اور مورت کے لے چلنے کا ثواب اور برکت حاصل
کریں - بچے بھی اُسی قسم کی وردیاں پہنے ہوے ہیں جیسی کھینچنے والے مردوں کے پاس
ہی - آگے آگے سنکھ بجاتے جاتے ہیں -

سنکھ یا نرسنگا بہت پرانے زمانے کی رسم ہی - چنانچہ یہودی وغیرہ قوموں میں
بھی عبادت کے واسطے مقدس مکانوں میں آدمیوں کو بلانے اور جمع کرنے کے لیے

سنکھ ہی بجاتے تھے۔ اِس عید کی خوشی میں بعض آدمی بازاروں میں بانس پر نٹ کا کام کرتے پھرتے ہیں۔ بعینہ یہی طرز ہی جیسے ہمارے ملک میں پٹے باز یا بمبئی میں عشرہ کے دن بکیت اور نٹ۔

مندر سے آگے بڑھکر بازار کے آخر میں آبادی سے ملی ہوئی سمندر کی ایک کھاڑی نالے کی شکل پر واقع ہوئی ہی۔ اسّی میل تک لمبی اور چوڑی بھی بہت ہی۔ اس پانی کے وسیلے سے مال کی کشتیاں آتی جاتی ہیں اور تجارت میں بہت سہولت ہی۔

غرضکہ نگویا کے قلعے کے سامنے سے گزرکر **اتسوتا** Atsota محلے سے جو شہر کے آخر حصے میں ہی ریل میں سوار ہونے کو اسٹیشن پر گئے۔ اِسی قلعے میں شہنشاہ جاپان کا سونے کے کلس والا مشہور محل ہی۔ محل کے اوپر سونے کے دو ٹھوس کلس دور سے نظر آتے ہیں۔ قلعہ پتھر کا اور بہت مضبوط ہی۔ دور میں پانی سے بھری ہوئی خندق ہی۔ قلعے کے باہر سپاہی نشانے کی مشق کر رہے تھے۔ نگویا میں دو لاکھ اسی ہزار آدمی آباد ہیں اور چینی کے ظروف بہت عمدہ بنتے ہیں۔ نگویا سے ریل میں بیٹھکر **شِذوکا** Shidzoka کو روانہ ہوئے۔ راستے میں بھی ایک جھیل موسوم بہ **آلائی** واقع ہی جو دریائے شور سے پانی کاٹ کر بطور جھیل کے صرف اس غرض سے بنائی ہی کہ ایک جگہ سے دوسرے مقام پر بآسانی مال پہنچ جائے۔ راستے کے اطراف میں ایک قسم کے گلابی پھول اور نہایت خوشنما دیودار اور سرو کے درخت ہیں۔ بعض جگہ داہنی طرف کو سمندر بہت قریب ریل کی سڑک

سے ملا ہوا ہی۔ گانو میں بعض مکانوں کے دروازے پر ایک لمبے بانس میں سُرخ۔ زرد اور سیاہ رنگ کے کپڑے کی مچھلیاں لٹکتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ جن گھروں میں بچے پیدا ہوتے ہیں خوشی کی علامت ظاہر کرنے کو ایسی مچھلیاں لٹکاتے ہیں۔ مچھلی کی ساخت ایسی خوشنما ہی کہ کسی طرح اصلی اور نقلی میں فرق نہیں۔ یہ مچھلیاں دوہرے کپڑے کی بیچ سے خالی تھیلے کے مثل بناکر اندر باریک تار لگاتے ہیں۔ اور پر مچھلی کی طرح فلس کے نشان۔ آنکھیں۔ مُنہ۔ دُم سب چیزیں رنگ سے بناتے ہیں اور منہ کی طرف رسی سے باندھکر لٹکانے سے ہوا بھر کر مچھلی پھول جاتی ہی۔ بعض مکانوں پر کئی کئی مچھلیاں لٹکتی ہیں کنکوے بھی اُڑانے کی رسم ہی۔ بعض کنکوے بعینہ چیل کی شکل۔ بعض بیلا ک بعض اور جانوروں کی صورت بناتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہی کہ اصلی جانور اُڑ رہا ہی۔ زمین کسی جگہ خالی نظر نہیں آتی۔ یا زراعت بوئی ہوئی ہی یا خالی کھیتوں میں کھاد ملا کر لبریز پانی بھر دیا ہی کہ باقی ماندہ جڑیں وغیرہ گل کر مٹی میں اچھی طرح مل جائیں پن چکیوں سے بھی کوئی گانو خالی نہیں جسمیں دو چار نہوں۔ ایک لکڑی کا چرخ ڈھائی گز قطر کے قریب بناکر اُسمیں زینے کی طرح آڑے تختے لگاتے ہیں۔ بہت باریک دھار پانی کی چرخ کے چکر پر یعنی اُسی زینہ نما تختے پر پڑتی ہی اور چرخ پھرنا شروع ہوتا ہی جو چکّی کو بھی اپنے ساتھ پھراتا ہی۔

شام کو پانچ بجے شندزو کا پہنچے۔ اسٹیشن سے تھوڑے فاصلے پر بازار میں جاپانی ہوٹل ہی اُسکے ایک حصے میں چند کمرے انگریزی بھی ہیں۔ مولوی فرخی۔ مسٹر ایتوساں جاپانی مع دو آدمیوں کے جاپانی ہوٹل میں۔ عبدالصمد خاں وغیرہ انگریزی

مکان میں ٹھیرے - اُسی وقت ہماری خیریت دریافت کرنے کو مولوی صاحب نے مسٹر ہوس سے تار دلوایا - ہم کو اُس روز فضل آلہی سے افاقہ تھا - اِن صاحبوں کی تشفی کے واسطے فوراً جواب دیا گیا کہ ہم دوسری مئی کو کوبی - وہاں سے بشرط امکان تیسری کو براہ دریا یوکوہاما جائیں گے -

۲ - ۳ مئی - دوسری کو شدزوکا سے براہ ریل روانہ ہوئے - مسٹر بڈن - مسٹر ہوس اور عبدالصمد خاں گٹ آمبا Gotamba اسٹیشن سے اُتر کر گھوڑوں پر سوار ہو کر میانوشیتا Miyanoshita کو گئے - اِس راہ میں قابل سیر ایک بلند پہاڑ ہی اُسکے اوپر چڑھکر راستہ جاتا ہی - مولوی فرخی - مع دونوں آدمیوں اور اسباب کے کوذرا Kodza تک ریل میں وہاں سے یموتو Yamoto تک ٹراموے میں - وہاں سے میانوشیتا تک کہ ننی تال کے مثل چڑھائی ہی رکشا میں جائیں گے اور شام کو سب فوجیا ہوٹل میں جا ملیں گے - داہنی طرف دریا قریب ہی - بائیں طرف نہایت خوشنما پہاڑ اور گلابی پھولوں سے لدے ہوئے درختوں کا جنگل ہی - سامنے فوجی یاما Fojiyama پہاڑ کی برف سے ڈھکی ہوئی نوکدار چوٹی نظر آتی ہی - یہ پہاڑ پہلے آتش فشاں تھا اب اُس پر برف جما ہوا ہی - اوپر کی چوٹی دریا کے سطح سے بارہ ہزار چار سو تریپن فیٹ بلند ہی - چند آہنی پل اور پہاڑ کے سوراخوں سے گزر کر دن کے ایک بجے کوذرا اسٹیشن پر پہنچے اور ریل سے اُتر کر سمندر کے کنارے ایک چار خانے میں کسی قدر دم لیکر ٹراموے میں یموتو تک

گئے - بائیں طرف سڑک سے قریب ملا ہوا سمندر ہی - وسط راہ میں اوودار ا اسٹیشن پر Odara سلیپے ٹھیرے کہ یموتو سے آنے والی ٹراموے گزر لے تو آگے چلیں مسٹر ڈکنسن - ڈ-ک-ن-س-ن - آسٹریلیا کے رہنے والے جو سیلون سے ہمارے ہم سفر ہیں مع اپنی بیٹی اور دونوں بیٹوں کے میانوشیتا سے آتے ہوے ملے ٹراموے سے اُتر کر تعارف وسلام کے بعد مولوی صاحب سے ہمارا حال دریافت کیا یموتو تک مولوی صاحب مع دونوں آدمیوں کے ٹراموے میں آ گئے - وہاں سے رکشا میں میانوشیتا کو روانہ ہوے - پہاڑ کی چڑہائی ہو بہو نینی تال کی تانگے کی سڑک سے مشابہ ہی - داہنے طرف غار میں ندی بہتی ہی - بائیں طرف اونچا پہاڑ ہی - صرف فرق ہی تو اسقدر کہ وہ راستہ پکا بنا ہوا ہی اور یہ سڑک مٹی کی کنکریلی ہی - غرضکہ پانچ میل راستہ کچھ رکشا میں کچھ پیادہ پا طی کرنے کے بعد پانچ بجے شام کو میانوشیتا میں پُہنچ گئے - بڈن صاحب وغیرہ کچھ پہلے آ چکے تھے - میانوشیتا تو ایک مختصر سا گانو ہی مگر پہاڑ کی فضا - سرد اور گرم معدنی پانی کے چشمے اور ہکونی کی جھیل نے اس مقام کو مشہور اور قابل سیر کر دیا ہی - اگرچہ کئی ہوٹل ہیں مگر فوجیا ہوٹل سب سے بہتر اور عمدہ عمارت ہی ہوٹل کے صحن میں ایک خوشنما فوارہ قدرتی چشمے کے خزانے سے مدد پا کر ہر وقت چھوٹتا رہتا ہی اور تمام پانی ایک کم عمق حوض میں جمع ہو کر زمین میں غائب ہو جاتا ہی - ایک چشمہ گرم پانی کا بھی ہوٹل کے پیچھے سے آ کر نل کے وسیلے سے غسل خانوں میں پہنچتا ہی اور نہایت پاکیزہ لکڑی کے حوضوں میں جمع رہتا ہی - گرم چشمے

کا پانی بہت تیز گرم ہے - اسلیے ٹھنڈے پانی کا بھی ایک نل حوض کے اوپر لگا دیا ہے کہ طبیعت کی خواہش کے موافق پانی سمو لیں -

صبح سے کُہر گھرا ہوا اور ابر چھایا ہوا ہے - ترشح ہو رہی ہے - اسلئے آج کا دن ہوٹل میں گزرا - مسٹر ہوس نے ہماری خیریت دریافت کرنے کو میانوشیتا سے تار دیا - ہمنے اُسیوقت ساڑھے آٹھ بجے شب کو جواب دیا کہ ہم کوبی پُہنچ گئے ہیں - اب خدا کے فضل سے طبیعت اچھی ہے مگر بالکل صاف نہیں - کل انشاء اللہ تعالےٰ اگر ممکن ہوا تو جاپان میل اسٹیمر میں سوار ہو کر یوکوہاما کو روانہ ہونگے اور جمعے کو تم سے آملیں گے -

۴ مئی - صبح کو مطلع صاف اور خوب کھُلی ہوئی دھوپ تھی - بارش کی وجہ سے ان صاحبوں کا ارادہ تھا کہ یوکوہاما کو چلے جائیں یہاں نہ ٹھیریں مگر مینہ کھُل جانے کی وجہ سے اُس ارادے کو بدل کر سب ہکونی جھیل اور بعض مندروں وغیرہ کو دیکھنے گئے - ہکونی - میانوشیتا سے سات میل ہے اور پہاڑوں پہاڑوں راستہ جاتا ہے - نو بجے پہاڑی ٹٹوؤں پر سوار ہو کر چاروں آدمی یعنی مولوی فرخی - عبدالصمد خان - مسٹر ٹرن - مسٹر ہوس اور پانچویں کرنل رسڈن ایتوساں جاپانی سمیت روانہ ہوے - جاپانی ٹٹو - مضبوط - چالاک ہیں - لمبے یال اور دُم بہت گھنی - خوبصورت بھی ہوتے ہیں - رسّی کی بنی ہوئی ایک جُرّاب گھوڑے کے سُم پر پہنا دیتے ہیں کہ پتھروں سے سم نہ گھسے - ایسی جراب اکثر بیلوں کے پانوں پر بھی چڑھاتے ہیں گو وہ نرم اور تر زمین میں چلائے جائیں - دو ایک جُرّابیں زائد بھی زیں سے باندھے رکھتے ہیں کہ اگر تبدیل کی ضرورت ہو تو فوراً دوسری

چڑھا ویں - غرضکہ میانو شیتا سے چل کر تنگ راستے سے پہاڑوں کے اوپر چڑھتے
گئے - سیاہ اور لسدار مٹی ہی ذرا بھی تر ہوتی ہی تو جانور کو اُسمیں چلنا دشوار ہوجاتا ہی - مگر ٹٹو بہت
آسانی سے ایسے رستوں کو طی کرتے ہیں - ساڑھے چار میل چل کر **اشنویو**
Ashnoyo میں پہنچے - ایک مختصر چوبی عمارت میں چا رخانہ ہی اور اُسکے گوشے
میں ایک کوٹھری کے اندر حمام اور معدنی گرم پانی کا چشمہ ہی - پانی میں گندہک کی زیادہ آمیزش
ہی - پانی اُبلنے کے مقام پر ایک خوبصورت حوض لکڑی کا بنایا ہی - اُسمیں گرم پانی اُبلتا ہی
اور کناروں سے چھلک کر نالیوں کے راستے سے نکل جاتا ہی - اس حوض میں گھٹیا -
خارش وغیرہ کے بیمار نہاتے ہیں - کہتے ہیں پینا بھی بہت مفید ہی - چاندی کی چیز
پانی میں دو ایک منٹ رکھنے سے سنہرے رنگ کی ہوجاتی ہی - چنانچہ مولوی فرخی نے
ایک جاپانی سکے کو پانی میں ڈبو دیا - چند سکنڈ میں سنہری ہوگیا جو اُنکے پاس موجود اور ابتک
سُنہری ہی - مولوی صاحب نے پانی پی کر بھی دیکھا - گوارا مگر گرم اور بو دار تھا - بانس کے
نل لگا کر جہاں چاہتے ہیں اس پانی کو لے جاتے ہیں - اس ساڑھے چار میل راستے
میں بھی اشنویو کے سوا کئی چارخانے ہیں - اشنویو سے چل کر بہت خراب رستہ
ہی - خصوصاً ہکونی کے قریب پہنچکر بہت ہی تنگ پتھریلی گھاٹی ہی جس میں پیادہ پا ہوکر
جاتے ہیں -

ہکونی ایک چھوٹی سی آبادی ہی - اُسکے نیچے ۶ میل لمبی - ڈھائی میل چوڑی ۱۵ پندرہ
میل کے قریب دَور اور چالیس گز تنگ گہرائی چاروں طرف بلند پہاڑوں سے گھری ہوئی

ہکونی جھیل ہر

فوجی یاما پہاڑ جو کبھی آتش فشاں تھا اور اب اُسکی مخروطی خوشنما چوٹی تمام برف سے ڈھکی ہوئی ہر۔ گو ہکونی سے پچاس میل کے قریب دور ہر مگر اسقدر قریب معلوم ہوتا ہر کہ گویا آٹھ دس میل چل کر پہاڑ کے دامن میں پہنچ جائیں گے

آبادی کے قریب پہاڑ کی چڑھائی پر **سنتو** مذہب کا ایک مندر ہر۔ اس مندر کو ایک معتبر اور نامی **شوگن** نے اب سے تین سو پندرہ برس پہلے بنایا ہر۔ مندر کے راستے پر دونوں طرف بہت خوشنما موٹے اور بلند بلند کاج کے درختوں کی قطار ہر۔ اکثر درخت تین۳ گز دور اور تیس ۳۰ گز تک اونچے ہیں اور سڑکوں پر بھی اس قسم کے درخت ہیں۔ مندر کی عمارت میں چندے کا روپیہ ڈالنے کو چند صندوق رکھے ہیں جسکا جی چاہے اُنمیں کچھ خیرات کے طور پر ڈالدے۔

ہکونی جھیل کے اندر آبادی سے ملا ہوا ایک بلند ٹیلہ ہر جو جزیرہ نما کی طرح پانی کے اندر چلا گیا ہر۔ **مکادو** (شہنشاہ جاپان) کا ایک محل اُسکی چوٹی پر بنا ہوا ہر۔ اول ہکونی کے چارخانے میں جو جھیل کے اوپر مشرف ہر کھانا کھایا۔ اُسکے بعد کشتی میں سوار ہو کر جھیل سے پار اُترے۔ ہوا کی تُندی اور پانی کی برودت کی وجہ سے اسقدر سردی تھی کہ بغیر کچھ اوڑھے ہوئے بیمار ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ چارخانے کی طرف سے کشتی میں کمل اور لحاف مہیا رہتے ہیں۔ ایتوساں کی ہدایت سے سب نے کمل اوڑھ لیے۔ غرضکہ جھیل سے پار اُتر کر پیادہ پا چلے اور بہت چڑھائی

پر جا کر ایک آبادی میں پہنچے۔ معدنی گرم پانی کا چشمہ یہاں بھی ہی مگر گندھک کا نہیں صاف پانی ہی۔ جیسا میانوشیتا میں تھا۔ بازار میں ایک جگہ سے پانی نکلتا ہی اُسپر مکان بنا ہوا ہی اور چشمہ بطور حمام مکان کے اندر ہی۔ اوّل مسٹر بڈن نے دروازہ کیواڑ ہٹا کر جھانکا۔ چند عورتین مادرزاد ننگی اُسمیں نہارہی تھیں۔ اُس سے پچاس گز فاصلے پر پتھروں میں قدرتی سبے کینڈے دو گڑھے ہوگیے ہیں۔ اُنکی تہ سے بھی ایک سوت نہایت شفاف گرم پانی کا جاری ہی۔ اوپر تختے کی عمارت کا سایہ ہی۔ باہر کا حوض سوا چھت کے اور سب طرف سے کھلا ہوا ہی اور اندر کا سوا ایک دروازے کے سب طرف سے تختے کی دیواروں سے بند ہی۔ تین مرد دو عورتیں باہر کے گڑھے میں اور چودہ مرد عورتیں اندر کے حوض میں ننگی نہارہی تھیں۔ اول مسٹر بڈن نے پھر مسٹر ہوس اور کرنل رسٹن نے باری باری سے جا کر انکو دیکھا۔ جو اندر گیا ہنستا ہوا نکلا۔ دوسرے کو اشتیاق پیدا ہوا کہ اندر کیا چیز ہی۔ جاپانی حیرت زدہ ہوکر ان اجنبیوں کا تماشہ دیکھتے تھے۔ عبدالصمد خان مولوی فرخی سب نے دھوکا کھایا اور ایک نظر دیکھکر لاحول پڑھتے ہوئے اُلٹے پاؤں نکل آئے۔

جاپانیوں میں کسی قسم کا پردہ اور حجاب نہیں ہی۔ اُس سے زیادہ یہ سادگی تھی کہ وہاں سے ننگے نکل کر اپنے گھر تک کپڑے پہننے کو چلے آتے تھے اور گھروں میں کپڑے اُتار کر حوض تک چلے جاتے تھے۔

غرضکہ وہاں سے بہت دشوار چڑھائی پر قریب ایک میل کے آگے جا کر گندھک

کی کھان ہی جسکو جاپانی بڑاوزخ کہتے ہیں۔ جا بجا جلا ہوا پہاڑ اور زمین سے دھواں اور آگ نکلتی ہی۔ تمام پتھر سُرخ یا زرد ہو گئے ہیں۔ بالعموم چشموں کا پانی جو اِس کان سے گزرتے ہیں ہر خ رنگ پھٹکری اور سیس ملا ہوا مزا معلوم ہوتا ہی۔ بعض اور بھی زیادہ تلخ اور کھولتا ہوا گرم ہی۔ زمین بھی کہیں سرخ کہیں زرد ہو گئی ہی۔ پتھروں سے اکثر گندھک لپٹی ہوئی ہی۔ درخت اور گھاس بھی جلی ہوئی ہی۔ کہتے ہیں کہ یہ آگ ایک جگہ قائم نہیں رہتی مختلف مقامات میں کبھی کہیں کبھی کہیں پھوٹ نکلتی ہی گندھک کا پہاڑ ختم ہو کر پہاڑ کی کمر میں بہت تنگ راستہ ہی ایک آدمی چل سکتا ہی۔ ایک طرف بہت گہرا غار ہی جسمیں سب قسم کے گرم اور رنگین پانی کے چشمے مل کر ایک نالہ ہو کر بہتے ہیں۔

اسی پہاڑ کے اطراف میں **کوبک شا** Kobaksha نام جاپانی کمپنی کا ایک اسٹڈ Stud ہی جسمیں آٹھ سو گھوڑیاں اور گائیں رہتی ہیں۔ گھوڑیوں سے نسل بڑھائی جاتی ہی اور گایوں کے دودھ سے مکھن وغیرہ بنا کر شہروں کو بھیجا جاتا ہی۔

ہر مقام سے فوجی یاما پہاڑ کی چوٹی برف کا برقع اوڑھے ہوئے اپنا جلوہ دکھا رہی ہی۔ غرضکہ اِس دشوار گزار راستے کو طی کر کے پہاڑ کے نیچے اُترے۔ گھوڑے۔ جنکو ہکونی جھیل سے آگے روانہ کر دیا تھا دوسری راہ سے آکر یہاں کھڑے تھے۔ سوار ہو کر پانچ بجے شام کو میانوشیتا میں آ گئے۔ ہم تیسری کو جاپان میل اسٹیمر (ڈاک کا جہاز) میں سوار ہو کر براہ دریا یوکوہاما کو روانہ ہو سکتے اور اسیوقت

مسٹر ہوس کو تار دیدیا کہ ہماری خیریت اور روانگی سے ہمارے دوستوں کو مطلع کر دیں۔

۵ مئی - ہماری روانگی کی اطلاع پاکر صبح کو چھ بجے مولوی فرخی وغیرہ بھی رکشا میں سوار ہوکر **یوکوہاما** کو چلے۔ اُتار تھا۔ رستہ بہت جلد طے ہوا۔ ہیانوشتیا سے ڈھائی تین میل چل کر پہلے رستے کو چھوڑ کر **تمادار ی** Tamadari کی آبشار پر گئے۔ پہاڑ کی بلندی پر سبز جنگل میں بہت خوبصورت ایک چارخانہ ہی۔ اُسکے سامنے کی طرف بلند پہاڑ ہی اور تقریباً بیس پچیس گز بلندی سے بیس گز چوڑی آبشار نہایت باریک اور خوشنما دھاروں میں گرتی ہی۔ عجیب دلچسپ نظارہ ہی۔ معلوم ہوتا ہی ترو تازہ پھولوں کے نورانی چہرے پر مشاطۂ قدرت نے شبنم کی نقاب ڈالی ہی۔ آبشار کا پانی چمن کے قدموں میں آکر ایک قدرتی نشیب میں جسکا عمق چار گرہ سے زیادہ نہیں ہی جمع ہوتا ہی اور اُسمیں صدہا مچھلیاں سرخ - زرد اور سپید رنگ کی پلی ہوئی ہیں۔ پانی کے بیچ میں قدرتی چٹان تخت کی طرح واقع ہوئی ہی۔ چارخانے کے صحن میں رنگ رنگ کے پھولوں کی بہار لگائی ہی۔ اِس آبشار کے دلفریب نظارے کی کیفیت بیان نہیں ہو سکتی۔ مگر سوا اسکے کہ انسان آنکھ سے دیکھے اور آنکھوں کو ٹھنڈا کرے۔

مولوی صاحب وغیرہ وہاں سے چل کر میوتومیں اور میوتو سے گٹ امیاتاک گاڑی میں اور گٹ امیا سے ریل پر سوار ہوکر ہم سے ملنے کی خوشی میں روانہ ہوے اور ہم سے پہلے یوکوہاما میں پہنچکر جسطرح ہمنے پہلے ذکر کیا ہی ہمسے آملے۔

آج ہندوستان کی ڈاک بھی آئی ہی مگر تعجب ہی کہ رام پور سے کوئی تحریر ہمارے یا کسی دوسرے کے نام نہیں آئی - البتہ بمبئی - بریلی وغیرہ کے خطوط آئے اور اخباروں کا بھی ایک انبار -

۶ - مئی - چونکہ کسی قدر تکان اور کسل باقی تھا کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا -

۷ - مئی - صبح کو سویرے کھانا کھا کر ساڑھے نو بجے ریل میں سوار ہو کر نیکو Niko کو روانہ ہوئے - یوکوہاما کا اسٹیشن اور اسٹیشنوں کی نسبت بڑا ہی - راستے میں چار جگہ گاڑی بدلنا پڑی - بعض دہات میں جو راستے کے کنارے پر واقع ہیں - سُرخ اور گلابی پھولوں کی بہار ہوئی ہوئی ہی - خودرو جنگلی درخت ہیں مگر مکانوں کو آراستہ کرنے کی غرض سے چمن میں لگائے ہیں - یہاں سے جہاں چاہتے ہیں گملوں میں اُٹھا کر لے جاتے ہیں - اِس امر سے قیاس ہو سکتا ہی کہ جاپانیوں کو کسقدر آرائش اور نیچرل چیزوں کے دیکھنے کا شوق ہی - قدرتی زرد - اور سُرخ پھولوں سے جنگل پٹا ہوا ہی - جہاں تک نظر جاتی ہی یہی خودرو پھول نظر آتے ہیں - نیکو کے قریب پہنچکر ایک ایسی سڑک ملتی ہی جسپر بائیس ۲۲ میل تک دو طرفہ بلند اور ہم قد کاج کے درختوں کی قطار ہی - بہت خوبصورت درخت ہیں - جنگل میں جابجا زراعت کی طرح ناشپاتی کے باغ ہیں - ناشپاتی کے پودوں کو زمین پر لگا کر جب وہ ڈیڑھ گز بلند ہو جاتے ہیں تب اوپر سے تمام کھیت کو بانس کی ٹٹیوں سے ڈھانک دیتے ہیں اور درخت کی شاخیں ٹٹی کے خانوں سے نکال کر اوپر کی طرف پھیلا دیتے ہیں

پھل بھی اکثر اوپر کی شاخوں میں آتا ہے۔ ان درختوں کی موٹائی دو ڈیڑھ انچہ سے زیادہ نہیں ہوتی۔ اسی طرح جنگلی توت (جسکو کرتوت بھی کہتے ہیں) بوئے جاتے ہیں جو ریشم کے کیڑوں کا چارہ ہے۔ دونوں قسم کے کھیت یعنی ناشپاتی اور توت بکثرت پائے جاتے ہیں۔ جنگلی درخت سرخ رنگ کے پتوں کا اکثر مکانوں میں آرائش کیواسطے لگاتے ہیں۔

غرضکہ خوشنما جنگلوں سے گزرتے ہوئے شام کے قریب ہم نیکو اسٹیشن پر ریل سے اُتر کر رکشا میں سوار ہوئے اور نیکو کے بازار میں ہو کر مقدس پل سے اُتر کر دو ڈھائی میل راستہ طے کرنے کے بعد نیکو ہوٹل میں پہنچے۔ پہلے سے بندوبست کر لیا گیا تھا۔ انگریزی طرز کا ہوٹل اور اُسکے پہلو میں جاپانی ہوٹل ہے۔ ہوٹل کے سامنے ندی بہتی ہے اور پشت کیطرف بلند پہاڑ ہے۔ عمارت کے صحن میں فوارہ اور کم عمق حوض میں سرخ زرد اور ابلق مچھلیاں پلی ہوئی ہیں

۸ مئی۔ کھانے کے بعد سب ہمراہی گھوڑوں پر اور ہم رکشا میں سوار ہو کر نیکو جھیل کو دیکھنے گئے۔ چار میل کے قریب جا کر کسی قدر ایک چار خانے میں دم لیا۔ راستے کے داہنی طرف پہاڑ اور بائیں طرف بہت گہری ندی تھی۔ صرف راستہ ہی بیچ میں تھا۔ اُسپر بھی تھوڑی دور تک ٹراموے کی سڑک بنی ہوئی ہے۔ مگر ابھی ٹراموے جاری نہیں ہوئی۔ ہماری طبیعت کسی قدر کسل مند تھی اسلیئے مولوی فرخی اور عبدالمجید خاں کو ساتھ لے کر چار میل سے لوٹ آئے۔ کپتان کالون صاحب۔ مسٹر ہوس اور فتحیاب خاں وغیرہ جھیل پر گئے۔ بیان کرتے ہیں پہاڑوں کے بیچ میں چار میل لمبی دو میل چوڑی بہت خوبصورت جھیل ہے۔ ہم تو پہلے ہی نیکو میں آ گئے تھے۔ شام

تک اور سب بھی واپس آگئے - مولوی فرخی کو درد سر اور قے کا دورہ ہوا جو دھوپ میں چلنے سے اکثر ہو جاتا ہے - کپتان کالون صاحب مچھلی کے شکار کی غرض سے جھیل پر رہ گئے تھے - علی الصباح واپس آئے اور ایک مچھلی سوا دو پونڈ وزن کی پکڑ لائے -

۱۰ مئی - شب کو خفیف سا زلزلہ محسوس ہوا مگر ہمارے رفقا سے کپتان کالون صاحب بہادر اور مولوی فرخی کے سوا کسی اور نے نہیں دیکھا - اس ملک میں اکثر زلزلہ ہوتا ہے جسکا سبب آتش فشاں پہاڑوں کا قرب ہے - یہی وجہ ہے کہ زیادہ تر عمارت لکڑی اور تختے سے بناتے ہیں -

نیکو میں ہوٹل کی پشت پر پہاڑ کے اوپر دو مندر بہت خوبصورت ہیں - چند دکانیں اور چار خانہ بھی ایک مندر کے احاطے میں ہے - کسی قدر اور زیادہ چڑھائی پر جا کر مشہور **سونے کا مندر** ہے - لکڑی پر نہایت عمدہ اور نازک منبت کاری کی ہے - مندر کے اکثر حصے پر خالص سونے کے پتر جڑے ہوئے ہیں - اُن پر بھی خوشنما نقش و نگار کیے ہیں -

اہل جاپان مبالغہ کرتے ہیں کہ جسقدر سونا تمام جاپان میں ہوگا اُس سے کئی حصے زائد اس مندر میں ہے - پہلے مندر کے برآمدے میں چند دیوؤں کی مورتیں نہایت ہیبت ناک سرخ بعض سیاہ رنگی ہوئی کھڑی ہیں - بعینہ ایسی شکلیں ہیں جیسے کاغذ کے مقوے سے بچے بناتے ہیں - معلوم ہوتا ہے جاپانیوں کو بھی جہلاء ہندوستان

کی طرح دیوؤں کی نسبت عقیدہ ہی۔

نیکو ہوٹل میں ہمکو چند پارسی ملے جو ستلج اسٹمر پر ہمارے ہم سفر تھے۔

۱۱ مئی - گیارہ کو ایک بجے کے بعد ہم مع ہمراہیوں کے رکشا میں سوار ہوکر **امی چی** Amichi اسٹیشن کو جو نیکو سے ایک اسٹیشن آگے ہی روانہ ہوئے کپتان کالون صاحب نیکو سے سوار ہو گئے - ہم صرف اس غرض سے کہ راستے میں جو بائیس ۲۲ میل سڑک پر کاج کے بلند اور تناور درختوں کی قطار ہی اسکو دیکھتے ہوئے امی چی سے سوار ہونگے ایک اسٹیشن رکشا میں آئے - بعض درختوں کی بلندی تیس ۳۰ گز اور دور چھ ۶ گز تھا - نہایت خوشنما اور یکساں سیدھے درخت ہیں - ۷ مئی کو نیکو سے آتے ہوئے بھی یہ درخت دور سے معلوم ہوتے تھے - دو بجے سے قبل اسٹیشن پر آکر چارخانے میں ٹھیرے - ڈھائی بجے ریل آئی - سوار ہو کر ٹوکیو کو روانہ ہوئے اور رات کو ساڑھے سات بجے ٹوکیو پہنچکر رکشا میں سوار ہو کر امپیریل ہوٹل کو گئے۔

یہ شہر بہت وسیع ہی - پندرہ لاکھ آدمی آباد ہیں - بازار میں گیاس کی روشنی ہی مگر اکثر دکانوں پر برقی لیمپ بھی لگے ہوئے ہیں - ٹیلی فون اور تار اس ملک میں ذرا ذرا سے گانو کو بھی جا سکتا ہی - مگر جاپانی یا انگریزی زبان کے سوا اور زبان میں ممکن نہیں - رات کو ہوٹل میں رہے - نہایت عالی شان عمارت ہی - ہوٹل کے ایک طرف شہنشاہ جاپان (مکادو) کے رہنے کا قلعہ اور شاہی محل ہی - قلعے کی خندق وسیع اور ہمیشہ پانی سے پر ہی -

۱۲ امئی - صبح کو کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا - سہ پہر کو سفیر انگلنڈ سے ملاقات مقرر ہی - ایک بجے سر ولیم بلوڈن صاحب جو میرٹھ میں کمشنر اور ہندوستان میں جابجا مختلف عہدوں پر رہ چکے ہیں اور نواب خلد آشیاں کے دوست ہیں ہم سے ملنے کو آے - نہایت خلیق بزرگ منش آدمی ہیں - سیاحت کی غرض سے جاپان آئے ہیں -

دو بجے کے قریب کپتان کالون صاحب اور ہم حسب قرارداد سفیر انگلنڈ کے مکان پر گئے - ۱۳ امئی کو سفیر صاحب نے دعوت ٹفن کے واسطے ہمسے وعدہ لیا ہی وہیں جاپانی فارن سکرٹری سے بھی ملاقات ہو گئی -

شہنشاہ جاپان سے ملنے کا ارادہ تھا مگر محض اس خیال سے کہ اُنیس ۱۹ امئی کو جہاز گیلگ پر امریکہ کو روانگی مقرر ہو چکی ہی - اگر شہنشاہ نے ملاقات کیواسطے اُنیس ۱۹ کے بعد کوئی تاریخ مقرر کی تو جہاز چلا جائے گا اور پھر دوسری ڈاک تک منتظر رہنا اور پروگرام بدلنا پڑے گا اس ارادے کو موقوف رکھا -

۱۳ امئی - آج بارہ بجے سفیر انگلنڈ ہمارے مکان پر آئے اور ہمکو اپنے ساتھ لے گئے - پہلے جاپانی فارن منسٹر (وزیر دول خارجہ) سے تعارف کرایا بعد کو ٹفن کے واسطے اپنے مکان پر لے گیے - سفیر انگلستان کا نام - ایم - ڈی بنسن M.D. Bensun اور جاپانی فارن منسٹر کا نام مسٹر موت سو Mr. Mutsoo ہی - ٹفن کے بعد ہم ہوٹل میں واپس آ گئے - چار بجے مسٹر موت سو

وزیردول خارجہ جاپان ہم سے ملنے کو ہوٹل میں آئے۔انگریزی زبان بولتے ہیں
مگر اُنکا تلفظ مشکل سے سمجھ میں آتا ہی۔ کہتے تھے مجھے شہنشاہ نے قید کردیا تھا
میں نے اُسی فرصت میں انگریزی زبان سیکھی ہی۔شہنشاہ سے ہمارے نہ ملنے کی
نسبت بہت افسوس کرتے تھے۔

شہنشاہ جاپان قلعے کے اندر جو پانی سے لبریز عمیق خندق سے محصور ہی
رہتے ہیں۔نہایت مضبوط پتھر کا قلعہ ہی۔فصیلوں پر سر سے پانوتک گھاس
جمی ہوئی ہی۔

وزیرخارجہ اور اِس درجے کے اور سردار دائی جن Daijin کھلاتے ہیں
اکثر جاپانی افسر اور ارکانِ دولت ڈاڑھی ورنہ مونچھیں توضرور رکھتے ہیں۔باقی اہلِ
ملک چار ابرو کا صفایا۔ٹوپی تو بالعموم اہل جاپان نے انگریزی اختیار کرلی ہی مگر
ارکان دولت اور تعلیم یافتہ لوگ لباس بھی انگریزی پہنتے ہیں۔پولس اور فوج کی وردی
فرانسسے مشابہ ہی۔باقی اہل ملک ڈھیلی ڈھالی آستینوں کا چغہ اور رتہ بند۔
پانو میں لکڑی کی بہت اونچی کھڑانو۔مرد اور عورتیں لباس میں مشابہ ہیں۔

چونکہ ہمکو وزیر جاپان کے آنے کا انتظار تھا کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا
مولوی فرخی۔عبدالمجید خاں۔مسٹر ٹڈن اور راتیوساں جاپانی ایک تماشے میں گئے
جو چوگان بازی کی طرح یا پولو کے مثل سپہگری کا کرتب ہی۔کئی میل تک بازار سے
گزر کر نہایت خوشنما مربع تالاب پر پہنچے جسکے اطراف میں گھوڑ دوڑ کا چکر بنا ہوا ہی۔

تالاب کے اندر جزیرے کے مثل ایک چارخانہ اور سڑک سے آمدورفت کے واسطے
پُل ہی- تالاب کی ایک سمت میں تماشہ خانے کی دومنزلی چوبی عمارت ہی- اوپر کے
درجے میں بنچ اور کُرسیاں بچھی ہوئی ہیں- عمارت کے صحن میں ایک تختہ جسکا
طول وعرض دو دو گز مربع ہی چاندماری کی طرح پر کھڑا ہی تختے کے بیچا بیچ فٹ بھر مدور سوراخ
ہی اور اُسپر جالی کی ایک چلمن پڑی ہی- کرتب یہ ہی کہ دس بارہ آدمی زرہ اُسپر
چار آئینے لگے ہوے سر پر خود پہنے ہوے ہاتھوں پر کُہنیوں تک آہنی
دستانے چڑھائے- قدیمی طرز کے لباس جنگ سے آراستہ نہایت خوبصورت
اور چالاک ٹٹوؤں پر سوار ہوکر گز سوا گز لمبی چھڑی سے جسکے سر پر سانپ کے
پھن کی طرح خمدار کفچہ تانت سے بُن کر لگایا ہی- گاف کھیلنے کی گیندوں کو اُس
کفچے سے اُٹھا کر بڑے تختے کے سوراخ پر دور سے پھینکتے ہیں- مقصود یہ ہی
کہ گیندیں اُس سوراخ سے پار نکل جائیں- سرخ سپید اور زرد رنگ کی ساٹھ
ستر گیندیں میدان میں جابجا ڈالکر- سواروں نے گھوڑے دوڑا کر اُس کفچہ دار چھڑی
سے ایک ایک گیند اُٹھا کر تختے کے سوراخ سے اُسطرف پھینکنے کی کوشش
کی اور اکثروں نے بہت جلد نشانے سے گیند نکالدی- جب ایک سوار گیند
اُٹھاتا ہی تو دوسرا اپنی چھڑی سے گرادیتا ہی اور سوار کو بھی گھوڑے سے گرانے
کی کوشش کرتا ہی- گھوڑے بھی بہت چالاک اور شریر ہیں اسقدر کشمکش
ہوتی ہی کہ تین تین چار چار گھوڑے اور سوار آپسمیں گتھ جاتے ہیں اور گمان ہوتا ہی

کہ سب اوپر نیچے گریں گے مگر سوار کو ذرا بھی جنبش نہیں ہوتی نہایت مفید مشق ہے۔
ایک شخص نقارہ لیے ہوئے تختے کے اُسطرف بیٹھا ہے۔ جب گیند پار نکل جاتی ہے
تو ایک چوب نقارے پر لگاتا ہے اور لکھنے والا سوار کا نام لکھ لیتا ہے۔ جب صرف
ایک گیند جسپر بازی کا خاتمہ ہے باقی رہجاتی ہے تو بڑی اندیشہ ناک تگ و دو ہوتی ہے۔
غرضکہ تین دفعہ چوگان بازی ہوئی اور ہر دفعہ ایک سوار کامیاب ہوا۔ سواروں کو تلوار
کی لڑائی سکھانے کے واسطے نہایت عمدہ مشق ہے۔ اِس کرتب کو جاپانی زبان
میں **داکیوبا** Dakyo کہتے ہیں۔ داکیو شروع ہونے سے پہلے دو عورتیں
خوشنما رنگین لباس پہنکر نہایت عمدہ اور خوبصورت چالاک گھوڑوں پر سوار اس شان
سے کہ پشت کی طرف دو لکڑیاں کمر سے گردن تک بندھی ہوئیں اُنمیں سرخ زرد
اور سپید رنگ کے گرنٹ کا آٹھ نو گز لمبا تھیلا۔ تھیلے کے اوپر کے سرے پر جو
گردن سے پیچھے دونوں لکڑیوں سے بندھا تھا۔ بید کا حلقہ لگا ہوا۔ دوڑ کے
چکر پر تالاب کے چاروں طرف باری باری سے دو دو چکر کیے۔ تھیلے میں ہوا بھرکر
پھول جاتا تھا۔ عجیب قسم کا تماشہ ہے۔ زیادہ عجیب اور قابلِ التفات یہ امر ہے کہ دونو
ٹٹو ایک رنگ مشکی بہت ہی خوبصورت اور انوکھے جانور ہیں۔ اسکے بعد چند
پٹے باز جنکے سروں پر خود۔ منہ پر آہنی جالی۔ پیٹ اور بغلوں میں چمڑے کے چار
آئینے۔ ہاتھوں پر دستانے چڑھے ہوئے آئے۔ اوّل دو شخص دو موسلوں سے
لڑے۔ ہر ایک ضرب جو موسل پر پڑتی تھی دونوں مقابل اپنے اپنے حریف کی

طرف سے منہ پھیر کر خوب غرّاتے اور للکارتے تھے۔ اسی طرح چند جوڑا ایک قسم کے گدکوں اور بانسوں سے لڑے۔ ایک عورت اُسی قسم کا لباس پہنکر ایک مرد سے مقابل ہوئی۔ عورت کے ہاتھ میں لٹھ تھا اور مرد کے ہاتھ میں کج بانک کی شکل ایک لوہے کا آلہ تھا بانک کے خم میں درانتی کی طرح تیز دھار تھی اور لونگ کے اوپر سوراخ میں دو ڈھائی گز لمبی رسّی بندھی ہوئی۔ رسی کے سرے پر بندوق کی گولی برابر گیند تھی۔ عورت بانس کے حربے سے مارتی تھی اور مرد رسّی سے رد کرتا تھا کبھی چابک کی طرح مارتا تھا اور تاک میں تھا کہ حریف کو رسّی میں لپیٹ لے۔ غرضکہ بہت ردّ و قدح کے بعد اُسنے مخالف کو مع بانس کے رسی میں لپیٹ کر درانتی میں گردن پھنسالی۔ نہایت عجیب لڑائی تھی۔ عورت مرد سے بہت زیادہ غُرفش کرتی تھی کئی دفعہ اُس کج بانک اور رسّی سے عورت کو مغلوب کیا۔ بانس کی ضرب کو بھی رسّی سے روکتا تھا۔ اور کبھی اُس رسی سے مخالف کا حربہ چھین کر درانتی سے گردن دبا لیتا تھا اور حلق کو بائیں ہاتھ سے دبا کر زور کرتا تھا۔ گویا گردن کاٹ لے

ایک شخص نے آڑی ترچھی رسّیاں بغلوں میں اور گردن کے پیچھے ڈالکر اسطرح اپنے ہاتھ باندھ لیے کہ اوپر نہ اُٹھ سکیں اور اُنہیں بندھے ہوئے ہاتھوں سے تین گز لمبی تلوار کو میان سے نکال لیتا تھا۔ نہایت عجیب مشق تھی۔

یہ تمام قصہ مولوی فرخی نے ہم سے آکر بیان کیا اور کرتب کرنے والے پٹے بازوں کی چند تصویریں لا کر دیں۔

غرضکہ وزیر جاپان ہوٹل میں ہمارے پاس آئے۔ سفیر انگلینڈ بھی اُنکے ساتھ تھے۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر چا وغیرہ کی تواضع کے بعد رخصت ہوئے۔ افسوس کرتے تھے کہ ہم شہنشاہ سے کیوں نہ ملے۔

عوام جاپانی شہنشاہ کا اصلی نام کنجو Konjoo اور تین سماں Tensaman یعنی آسمان یا سب سے بلند کہتے ہیں اور ملکہ کو کوگون سماں Kogosaman اور اب ولی عہد کا نام جو ملکہ سے سوا مکاکی سان بی بی کے شکم سے ہی ہرمیا Harmeya ہی۔ شہنشاہ کے ایک ملکہ ہوتی ہی اور بارہ خواصیں جنکو پسند کر کے نوکر رکھ لیتے ہیں۔ اور مثل بی بی کے رکھتے ہیں۔ ایسی بی بی کو مکا کی سان کہتے ہیں اور بیاہتا بی بی کو اوکامی سان ان دو قسم کے سوا ایک تیسری قسم کی بھی بی بی ہوتی ہی جو باہم تعشق کے بعد بغیر نکاح مرد کے ساتھ ہو جاتی ہی اُسکو یوُرُووننّا Yorowanna کہتے ہیں ملکہ حال شاہی خاندان سے ایک معزز شاہزادے کی بیٹی ہیں۔ یہ عجیب امر مشہور ہی کہ کسی شہنشاہ کے گھر ملکہ سے اولاد نہیں ہوتی۔ انہیں بارہ مکاکی سان میں سے کسی ایک سے اولاد پیدا ہوتی ہی عام طور پر بیاہتا بیبیاں پہلی ہی شب اپنے دانت سیاہ رنگ لیتی ہیں۔ جسکے سبب دوسری اور تیسری قسم کی عورتوں سے ممتاز ہوتی ہی۔

جاپانی لوگ اگرچہ بدھ اور سنتو مذہب رکھتے ہیں اور لفظ سن کے معنی معبود

بیان کرتے ہیں - مگر خداوند عالم کو کھامی سامان Khamesaman اور عبادت کو اوگامو Ogamoo کہتے ہیں -

۱۴ - مئی مولوی فرخی میانوشیتا کی بہت تعریف کرتے تھے اسلیئے ہم - کپتان کالون صاحب بہادر - عبدالمجید خان اور فتحیاب خاں ٹوکیو سے ریل پر سوار ہوکر میانوشیتا کو روانہ ہوئے - ٹوکیو سے پون گھنٹے میں یوکوہاما پہنچ گئے - مولوی فرخی - عبدالصمد خان مسٹر ہوس اور مسٹر بڈن چونکہ پہلے وہاں ہو آئے ہیں یوکوہاما میں ٹھیر گئے - ہم ایتوسان† کا بیڈر کو ساتھ لیئے میانوشیتا کو چلے گئے - چودہ۱۴ - پندرہ۱۵ - سولہ۱۶ اور سترہ۱۷ مئی کو مولوی صاحب وغیرہ یوکوہاما کی سیر کرتے رہے - ہم سترہ مئی کی شام کو میانوشیتا سے واپس آگئے - وہاں کی کیفیت پہلے بیان ہوچکی ہی مکرر لکھنے کی حاجت نہیں ہی -

۱۸ - مئی - کو قیام رہا اور بازار سے مختلف چیزوں کی تصویریں جو اس اجنبی ملک کی حالت کو ہمارے ہم وطنوں پر ظاہر کرتی ہیں خریدیں - شام کو گیلک جہاز پر کہ ہوٹل کے سامنے لنگر کیئے ہوئے کھڑا تھا اسباب بھیجا گیا - ڈوب جانے کا اندیشہ ہی - منیجر نے عذر کیا کہ آج ہوا تیز اور دریا بشدت طوفانی ہی - ایسی حالت میں کشتی ڈوب جانیکا اندیشہ ہی جہاز پر اسباب نہیں جاسکتا - رات اسی فکر میں کٹی کہ دیکھیے صبح کو بھی جہاز تک جاسکتے ہیں یا نہیں -

† سان تعظیمی لفظ ہی صاحب کی جگہ استعمال ہوتا ہی - ۱۲

جاپان کے ضروری حالات

جاپانی امپائر میں باشندے - توکیو - یوکوھاما - کوبی - اوساکا - نیگاسکی - ھاکاڈاٹی و نائی گیٹا - کے سب جگہ غیر ملک کا آدمی بغیر پاس پورٹ کے نہیں جا سکتا - پاس پورٹ - یعنی جس ملک کا آدمی ہو اُس ملک کے سفیر یا کانسل سے جو جاپان میں اپنی سلطنت کی طرف سے متعین ہو ایک تحریری سند سفر کی نسبت لینا چاہیئے -

نائی گیٹا اور ہاکاڈاٹی کی ہر سمت میں بھی ۲۵ میل تک بغیر پاس پورٹ کے جا سکتے ہیں - کیوتو اور بیواجھیل تک جانے کو پاس پورٹ کانسل کے وسیلے سے کوبی کے حکام سے - اور ہکونی - میانوشیتا اور اتامی وغیرہ کے کے واسطے یوکوہاما سے مل سکتا ہے -

جاپانی سکّے

چاندی کا سکّہ جسکو جاپانی زبان میں "ین" اور ہم لوگ ڈالر کہتے ہیں ہمارے سکّے کے حساب سے سوا دو روپیہ کا ہے - ایک ین کے سو سنٹ (جسکو جاپانی سین کہتے ہیں) ہوتے ہیں یہ سین تانبے کا سکّہ ہے اسکے سوا چاندی کے اور بھی سکّے ہیں - مثلاً پچاس سین - بیس سین - دس سین - پانچ سین - مگر پانچ سینٹ نکل کا بھی ہوتا ہے اور چاندی کا بھی - تانبے کے سکّے دو سین - ایک سین اور نصف سین

کاغذ کے نوٹ یا ٹکٹ ۵ سین او پھر ایک ڈالر سے لگا کر او پر صد ہا تک ہوتے ہیں
یورپ میں جتنی زبانیں بولی جاتی ہیں سب میں تار پر خبر جاتی ہے- ملک کے اندر اندر
پہلے پانچ لفظوں کے واسطے جنمیں پتہ شامل ہے- پچیس سینٹ پر فی لفظ پانچ سینٹ
امریکہ ہو کر یورپ کو دسویں روز اور چین ہو کر تمام ممالک دنیا کو ہر آٹھویں روز ڈاک
جاتی ہے- تمام ضرورتوں کی نسبت رہنمائی کرنے کو انگریزی زبان میں کتابیں بکتی ہیں
جن سے جن رکشا- ریل- ٹرامو- وغیرہ سب کا کرایہ معلوم ہو سکتا ہے- جاپانی
زبان سیکھنے کو ایسی کتابیں ملتی ہیں جنمیں فرنچ- انگریزی اور جاپانی الفاظ لکھے
ہوتے ہیں-

ہمارے ملک سے جاپان میں کسوم- نیل اور چمڑا مفید تجارت چیزیں ہیں- اور جاپان
سے سوا لکڑی- چینی- تمام چینی کے عمدہ ظروف اور اسباب- ریشم کے تھان
ریشمی رومال وغیرہ- دھنیلا پتھر جسکی عینکیں بنتی ہیں- جاپان میں بہت آرام ملتا
ہے- مولوی صاحب نے یوکوہاما سے دھنیلے کے بنے بنائے تال فی
جوڑا ایک ڈالر کو خریدے- اگر بغیر ترشا ہوا پتھر خریدا جائے تو بہت ارزان ہے-
باقی حالات گائیڈ بک پر حصر ہیں جو جائے گا ضرور بقدر ضرورت ہر قسم کی
کتابوں سے مدد پائے گا-

بحر الکاہل

(تاریخوں کے حساب سے انیس ۱۹ روز- دنوں کے شمار کے حساب سے بیس روز)

۱۹ مئی - خداے تعالی کا شکر ہی۔ صبح کو مطلع صاف اور ہوا رکی ہوئی ہی۔ کھانے کے بعد دُخانی بوٹ میں مع اسباب کے سوار ہو کر جہاز پر آ گئے۔ گیلک جہاز ستلج سے کسی قدر بڑا ہی۔ طول میں ۴۲۰ فیٹ اور چوڑائی ۴۲ فیٹ۔ وزن ۴۲۰۶ ٹن یا ۷۶۸ ۱ من رفتار فی گھنٹہ ۱۴ ناٹ - درجہ اول کے مسافر ۵۰ تحت یا تہ خانے میں (۸۰۰) ۱۸۸۵ء کا بنا ہوا ہی۔ ڈک پر پچاس فسٹ کلاس کیبن ہیں۔ نیچے تحت میں چھ سو چینا جو مزدوری وغیرہ کی غرض سے امریکہ جاتے ہیں سوار ہیں۔ دوسری طرف چند جاپانی شرفا ہیں فسٹ اور سکنڈ کلاس امریکن اور یوروپین وغیرہ مسافروں سے بھرا ہوا ہی۔ ہماری کیبن ڈک کے نیچے والے درجے میں ہی۔ مولوی فرخی اور فتحیاب خان ڈک کے اوپر ایک بڑی کیبن میں ہیں۔ اتفاق سے اُنکو چار پلنگ کا کیبن عمدہ موقع پر مل گیا ہی مولوی صاحب کو جسقدر ہوادار اور وسیع کیبن سے راحت ہی۔ اُس سے بدرجہا زیادہ نفرت انگیز چینیوں کا قرب ہی۔ جو صبح سے شام تک کیبن کے اطراف میں ڈک پر بھرے رہتے ہیں اور کھانا کھانے کے وقتوں کے سوا ہر وقت آپسمیں جوا کھیلا کرتے ہیں۔ اِن لوگوں کی غذا یہ ہی کہ گوبی وغیرہ کے پتّے جو باورچی خانے سے پھینک دیئے جاتے ہیں اُنکو پانی میں جوش دیکر پتلا شوربا بنا لیتے ہیں۔ کبھی کیڑے مکوڑے اور کبھی مرغیوں کی آلائش اور خون جو ہمارے واسطے ذبح ہوتے ہیں اُس شوربے میں ملا کر پیتے ہیں۔ دو تیلیوں سے خشکہ مُنہ میں بھرتے جاتے ہیں۔ اسقدر کثیف طبیعت ہیں کہ صبح کو ایک گھڑے طباق میں جو ٹین کا بنا ہوا ہر شخص کے پاس ہی پانی بھر کر پہلے دانتوں پر برش پھر اُسی میں مُنہ دھوتے ہیں

پھر اُس پانی سے کپڑا بھگو کر تمام بدن کو دھوتے ہیں اور پانی پھر اُس ظرف میں نچوڑ لیتے ہیں۔ غرض اُس ڈیڑھ دو سیر پانی سے سب کام کر لیتے ہیں۔

دریا چونکہ کسی قدر متلاطم ہی مولوی فرخی اور فتحیاب خاں کو دوران سر ہو۔ چینیوں کی کثرت اور کثافت نے اُس حصّے کی ہوا کو ناپاک کر دیا ہی۔ مولوی فرخی کو اور دفعہ کی نسبت زیادہ سخت دورہ ہوا۔ کئی روز صفراوی قے اور درد سر رہا۔ چونکہ اس جہاز میں باورچی اور خدمتگار سب چینا ہیں۔ ہم میز پر کھانا نہیں کھاتے اپنی کیبن میں بسکٹ وغیرہ کھاتے ہیں۔ یا کسی قدر غذا ہمارا باورچی بہت احتیاط سے پکالاتا ہی۔ مولوی فرخی بھی سوائے بسکٹ اور خشکہ کے جو ہمارے نوکر اپنے واسطے پکاتے ہیں اور کوئی چیز نہیں کھاتے۔ یہی حال چین اور جاپان میں رہا کہ چین میں داخل ہوتے ہی ہمنے سوائے اُس گوشت مرغ کے جو ہمارا باورچی ذبح کر کے پکاتا تھا اور سب قسم کا گوشت ترک کر دیا تھا۔ زیادہ تر یہ خیال مانع تھا کہ گو ہوٹلوں میں فرنچ وغیرہ اہل کتاب ہیں مگر شاید غیر کتابی قوموں کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا بھی بازار سے لیتے ہوں۔

بہرحال **بحرالکاہل** (پیسفک اوشن) میں جو ہزاروں میل لمبا اور تقریباً ساڑھے پانچ ہزار میل جاپان سے امریکہ تک چوڑا ہی خدا کے توکل پر چلے جاتے ہیں۔ کنارہ ہم سے ہزاروں کوس دور ہی۔ جاپان سے ہوائی اور ہوائی سے سین فرانسسکو San Franasco تک آبادی یا جزیرہ کوئی سہارے کی جگہ نہیں ہی۔ دریا کی

راہ سے ہمکو یوکوہاما سے ہوائی تک تین ہزار تین سو انتالیس ۳۳۳۹ ناٹ اور ہوائی سے
سین فرانسسکو تک دو ہزار پچاس ناٹ مسافت طی کرنا ہی جسکا مجموعہ پانچہزار چار سو چالیس
ناٹ ہی اگر یوکوہاما سے سیدھے جاتے اور ہوائی کو دہنی پر چھوڑ دیتے تو چار ہزار پانسو
میل جانا ہوتا اور نو سو بیس میل مسافت کم ہوجاتی -

جاپان جہاں سے ہم امریکہ کو روانہ ہوسے ہیں گوگوشیما Kogoshima
سے یسو Yasu اور کوناسیری Konasey تک تیس درجہ
شمالی سے پینتالیس ۴۵ درجے تک شمال کی طرف پھیلا ہوا ہی - اسی طرح شرقی درجوں
میں ایک سو تیس ۱۳۰ سے ایک سو چالیس ۱۴۰ اور یزو Yesso کا آخر حصہ ایک سو پینتالیس ۱۴۵
تک واقع ہوا ہی - اگر ہم سیدھے ونیکوور Yencouver جاتے تو یوکوہاما
سے جو ساڑھے تینتیس ۳۳½ شمالی عرض پر ہی ساڑھے سولہ ۱۶½ درجہ اوپر کو جانا ہوتا - کیونکہ
ونیکوور تقریباً پچاس ۵۰ عرض شمالی پر ہی - مگر ہمارا جہاز ہوائی ہوکر سین فرانسسکو جاتا ہی اور
ہوائی بہ نسبت ونیکوور کے جنوب کے رخ بیس ۲۰ درجہ شمالی پر ہی - یہاں سے پھر
سین فرانسسکو اوپر چڑھکر چھتیس ۳۶ شمالی کے قریب ہی - اس سبب سے ہمکو ساڑھے
تینتیس ۳۳½ سے بیس پر اور بیس سے چھتیس ۳۶ پر جانا ہوگا - ہوائی کا طول شرقی
ایک سو چھپن ۱۵۶ - ونیکوور کا ایک سو اٹھائیس ۱۲۸ اور سین فرانسسکو کا ایک سو
بائیس ۱۲۲ ہی -

ہندوستان میں ہمارا وطن صوبہ مغربی و شمالی کا حصہ قریب چھبیس ۲۶

یا ستائیس[۲۷] عرض شمالی اور اُناسی[۷۹] طول شرقی پر ہے۔ اور خاص شہر رام پور اٹھائیس[۲۸] شمالی اور اُناسی[۷۹] شرقی پر واقع ہواہی۔ جاپان تینس[۳۰] شمالی اور ایک سو تینس[۱۳۰] طول شرقی پر ہی اس سے موسم کا فرق معلوم ہو سکتا ہی۔ بہر تقدیر اس بحر زخار میں جو بعض جگہ دو میل تک گہرا ہی خدا کے توکل پر چلے جاتے ہیں۔ کوئی آبادی یا کنارہ قریب ہوتا ہی تو انسان کے دل کو ایک قسم کی خیالی ڈھارس ہوتی ہی مگر اس سفر کے طی کرنے والوں کی تسکین کا خیالی نشانہ تمام مسافت راہ میں **ہانا لولو** ہی یوکوہاما سے سات آٹھ روز رات دن چل کر ایک چھوٹا سا ویران جزیرہ ملتا ہی۔ جسکا عرض وطول غایت درجہ چھہ اور تین میل ہوگا جس روز سے ہم چلے ہیں کوئی بات لکھنے کے قابل نہیں ہی مگر صرف یہی ویران جزیرہ۔ ہمارا جہاز جزیرے کے بہت قریب سے گزرا۔ سپید چمکدار چونے یا کھریا کے مثل زمین اور خال خال بڑے۔ اکثر چھوٹے درخت اور کہیں کہیں گھاس معلوم ہوتی ہی۔ کئی میل تک ایک سبز دیوار سی نظر آتی ہی افسران جہاز سے (جو ہمیشہ اس راہ سے گزرتے ہیں) معلوم ہوا کہ گھونگے سیپیوں وغیرہ کا انبار ہو کر دریائی پرندوں کی بیٹ سے (جو رات کو وہاں بسیرا کرتے ہیں) گھاس جم آئی ہی۔ جزیرے کے اطراف کا پانی غالباً سفید مٹی کی آمیزش کے باعث گہرا زنگاری نظر آتا ہی۔

چند روز ہوئے اس جزیرے کے قریب ایک جہاز تباہ ہوگیا تھا۔ پندرہ[۱۵۰۰] سو آدمی جو جہاز پر سوار تھے کنارہ قریب ہونے کے سبب سے خشکی پر پہنچ گئے اور سولہ[۱۶]

مہینے تک اِس ویرانے میں دنکو دھوپ - رات کو اُوس اور گاہ گاہ لگاتار بارش کے
صدمے سہتے رہے بندوقیں اور کسیقدر باروت وغیرہ ساتھ تھی جن سے دریائی
پرندوں کو (جو رات کو خشکی میں بسیرا کرتے ہیں) مار کر کھاتے تھے - پانی جب بارش
کا بھی نہ ملا تو کنوئیں کھود کر کثیف پانی پینے سے اور پیہم تکلیفوں کی وجہ سے دس بارہ
آدمی مر گیے - اوّل تو اِس راہ سے جہاز کم گزرتے ہیں اور اگر کوئی جہاز نکلا بھی تو کُہر یا
ابر حائل تھا ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکا - آخر ایک جہاز ایسے وقت گزرا کہ مطلع صاف
تھا اور تباہ شدہ مسافروں کی علامت کو جو لکڑی پر کپڑا باندھکر بلند کر رکھی تھی اہلِ جہاز نے
دیکھکر جہاز روکا اور سب کو اُٹھا لیا -

جمعرات کے روز پچیس ۲۵ مئی کی رات کو ہم ایک سو اسّی ۱۸۰ درجہ شرقی یعنی کرہ زمین
کے اُسطرف اُتر گئے اسلیئے جو روز پچیس مئی کو ایک سو اسّی ڈگری سے
اِسطرف تھا وہی جمعرات کا دن اور پچیس ۲۵ تاریخ دوسرے دن اُدھر
واقع ہوئی اسکا سبب یہ ہی کہ آج ہم نصف کرہ زمین سے دوسرے نصف حصے
پر پہنچے - اسلیئے پورے ایک دن کا فرق واقع ہوا - یہاں دن ہی تو ہندوستان وغیرہ
ممالک میں رات ہی - ہماری طرف والے نصف کرہ پر آفتاب پہلے نکلتا ہی اور
دوسری طرف بارہ گھنٹے بعد - مثلاً طول شرقی تین سو ساٹھ ۳۶۰ درجے پر منقسم ہے -
ایک درجے سے دوسرے درجے تک چار منٹ طلوع وغروب میں فرق ہوتا ہی -
اسیلیے ایک سو اسّی ۱۸۰ درجے مسافت پر پورے بارہ گھنٹے کا فرق ہو جاتا ہی - یعنی آفتاب

ایک درجہ مسافت چارمنٹ میں طی کرتا ہی۔

غرضکہ چھبیس ۲۶ مئی تک سوائے اُس ویران جزیرے کے جسکا ذکر کیا گیا ہی اور کچھ نہیں دیکھا البتہ آسمان کے زنگاری کاسے میں بھرا ہوا اور دائرے کی قید سے نکل جانے کو موجونکی تک ودو کا سنسان سین ہر وقت پیش نظر ہی۔

۲۸ مئی۔ آج اٹھائیس مئی کو یوکوہاما سے چلنے کے حساب سے گیارہواں دن اور اُنتیس ۲۹ مئی ہی۔ مگر ۲ مئی دو دفعہ واقع ہونے کے سبب سے دسواں دن اور اٹھائیس تاریخ ہی۔

ایک چھوٹا سا ویران پہاڑ ڈیڑھ دو سو فیٹ پانی سے اوپر نکلا ہوا نظر آتا ہی۔ پہاڑ پر کوئی درخت دکھائی نہیں دیتا شائد گھاس وغیرہ ہو۔ البتہ دریائی پرند اِس پہاڑ میں بسیرا کرتے ہیں۔

رات سے دریا زیادہ متلاطم ہی۔ ہوا بھی دو روز سے نہایت تند اور مخالف ہی جسنے جہاز کی رفتار کو معمولی چال سے بھی کم کر دیا۔ رات کو اس خیال میں سوے کہ صبح کو انشاءاللہ تعالےٰ شہر ہانالولو میں جو جزیرہ ہوائی کا دارالسلطنتہ ہی پہنچینگے۔

اوّل یہ پروگرام رکھا تھا کہ دس روز ہوائی میں رہکر وہاں کے آتش فشاں پہاڑ اور جزائر کی سیر کریں گے اور ۷ جون کو سٹی آف پیکن City of Pucon نام جہاز پر سوار ہو کر امریکہ کو جائیں گے۔ مگر اَب یہ مشورہ ہی کہ اسی جہاز پر امریکہ کو چلے جائیں

ہوائی میں نہ ٹھیریں۔

۲۹-مئی - آٹھ بجے صبح سے ہوائی کے پہاڑ نظر آتے ہیں - ایک بجے کے بعد ہانالولو کے کنارے پر جہاز نے لنگر کیا - دور سے شہر پست اور چھوٹا معلوم ہوتا ہے - آبادی نشیب و فراز میں واقع ہوئی ہے - کنارے پر پانی کا رنگ یہاں بھی زنگاری ہے - گہر ابھی زیادہ ہے - لنگر ہوتے ہی ہم بادبانی بوٹ میں سوار ہو کر شہر کو گئے - ہوائی میں پچاس ہزار چینی بھی رہتے ہیں - اُنمیں سے کسی متمول چینا کی بی بی ہمارے جہاز پر سوار ہو کر اپنے شوہر کے پاس آئی ہے - چنانچہ کئی گھنٹے پہلے سے زرد وزی ریشمی لباس اور زیور سے آراستہ ہو کر جہاز سے اُترنے کو مہیا تھی - شرافت و تمول کی علامت یعنی پاؤں اسقدر چھوٹے تھے کہ خود نہ اُتر سکی - ایک عیسائی نے گود میں اُٹھا کر کشتی میں رکھ دیا - کنارے پر بھی دریا میں تلاطم تھا - بہزار جر ثقیل خشکی پر پہنچے - بادل گھرا ہوا ہے اور پھُنیاں پھُنیاں سینہ برس رہا ہے - اسکلے پر چند گاڑیاں ہمارے انتظار میں کھڑی تھیں - مع ہمراہیوں کے سوار ہوئے اور شہر میں ہو کر ہوٹل میں آئے -

شہر ہانالولو میں پندرہ ہزار چینی - بیس ہزار جاپانی - اِسی قدر امریکن اور پرتگیز باقی اصلی باشندے جنکی صورت ہو بہو ہندوستانی دکھنیوں کے مثل ہے آباد ہیں - اصلی باشندے پہلے بت پرست تھے مگر اب عیسائی ہیں - ہوائی کی زبان علیحدہ ہے مگر مہذب لوگ انگریزی بولتے ہیں (شہر اور ملک کی ہیئت کوکن یا بمبئی سے مشابہ ہے - اُسی قسم کے درخت اُسی جنس کے جانور ہیں - البتہ آب و ہوا میں اختلاف ہے - آجکل آموں

کا موسم ہی درختوں پر زرد سیندوریا آم لگے ہوئے ہیں۔ کیلہ۔ امرود۔ تاڑ۔ ناریل
کھجور۔ املی۔ ببول اور سرخ مرچ کے درخت۔ جانوروں میں مینا اور کوّا وغیرہ ہمارے
ملک کی نسل معلوم ہوتے ہیں۔ بازار میں اناناس۔ تربوز اور خربزے گویا ہم بمبئی میں
آ گئے ہیں تربوز تقریباً بیس سیر بھاری پندرہ آنے کو۔ اناناس چار آنے کو آم بارہ آنے
کے بیس دانے تربوز تو اس ملک سے بہتر شائد دنیا میں کہیں ہو۔ سرخ گہرا رنگ۔
بیج سفید اسقدر شیریں کہ گویا قند ملا ہوا ہی۔ آم بھی بمبئی کے آم کے مثل ہی۔ خربزا
سردے سے ملتا ہوا ہی۔ خیال کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ ہندوستان اور سیلون
کے بیچ کی زمین یہاں لا کر رکھدی ہی۔ آدمی سیاہ فام۔ سانولے۔ لباس انگریزی۔
کم مقدرت عورتیں ننگے پانو۔ شانوں سے پانو تک صرف ایک سایہ پہنتی ہیں۔
اس ملک کے پہلے بادشاہ کا نام **کالاکوا** تھا۔ اُنکے لاولد فوت ہونے کے باعث
اُنکی بہن **ملکہ لیلی یوکلینی** بادشاہ ہوئی۔ چونکہ سلطنت میں امریکن اور دوسرے
پردیسی کارکن تھے جب حد سے زیادہ دخیل ہوگئے تب ملکہ نے چاہا کہ امریکن وغیرہ
پردیسیوں سے کل اختیارات حکمرانی نکال کر زمام سلطنت آزادی کے ساتھ اپنے ہاتھ
میں رکھیں مگر اس خبر نے پردیسیوں کو مشتعل کر دیا۔ فوج بھی امریکن عیسائیوں کی تھی۔
ممبران کونسل نے غفلتاً کئی سو سپاہی بھیجکر اوّل ملکہ کا محاصرہ کیا اور اُسکے بعد معزول
کر دیا اور جمہوری سلطنت قائم کر کے **یونائٹڈ اسٹیٹ امریکہ** سے
درخواست کی کہ تم اس ملک پر قبضہ کرو۔ مگر یونائٹڈ اسٹیٹ امریکہ بھر اُپرا ملک ہی

اُنھوں نے کچھ خیال نہیں کیا۔ ملکہ اسی شہر میں رہتی ہیں۔ اصلی باشندے اکثر اُن کے طرفدار ہیں۔ پارلیمنٹ ہوس آجکل خالی پڑا ہی۔ سلطنت کے دفتر پر امریکن سولجروں کا پہرا ہی۔ رات کو کئی سو سپاہی طلاسئے پر رہتے ہیں۔ روز اندیشہ رہتا ہی کہ ملکہ کے طرفدار دفعتہً حملہ کرکے گورنمنٹ ہوس اور دفتر پر قبضہ نکرلیں۔ اہلِ شہر کو ہر شب دھڑکا رہتا ہی کہ دیکھیے صبح کو سر دھڑ پر پاتے ہیں یا روز کی دردسری کے بار سے سبکدوشی حاصل ہوجاتی ہی غرضکہ عجیب کشمکش اور کج دار و مریز ہی اگر بادشاہ کو رکھنا لازم ہوگا تو مخالفین ملکہ کا خیال ہی کہ پھر ملکہ کو بادشاہ نہ بنائیں گے بلکہ اُن کی ایک بھانجی کو جو لندن میں تعلیم پاتی ہی بادشاہ بنائیں گے۔ برٹش گورنمنٹ کہتے ہیں ملکہ کی طرفدار ہی۔

ہم ہمراہیوں سمیت رات کے کھانے تک ہوٹل میں ٹھیرے رہے۔ کپتان کالون صاحب مولوی فرخی اور فتحیاب خان کسی قدر دن سے جہاز پر چلے گئے۔ اخباروں کے وسیلے سے اور اس سبب سے بھی کہ ہمنے دس روز قیام کی نسبت ہوائن ہوٹل کو پہلے سے خبر دی تھی ملکہ کو ہمارے وارد ہونے کا دن معلوم تھا۔ ملکہ نے اپنی طرف سے لارڈ چمبرلین کو مزاج پرسی کے واسطے بھیجا اور ہمارے ورود سے اظہار شکر و مسرت کیا۔ صبح کو آٹھ بجے ہمنے اُن سے ملنے کا وعدہ کیا ہی۔ رات کو کھانے کے بعد ہم جہاز پر آگئے۔ صبح کو ملکہ سے ملنے گئے۔ کپتان کالون صاحب بہادر اور فتحیاب خان ہمارے ساتھ تھے۔ ملکہ دروازے تک

آکر ہمکو لے گئیں کسی قدر صحبت کے بعد اسلیئے کہ جہاز لنگر اُٹھانے والا تھا واپس آئے۔ ملکہ کی عمر اُنکے چہرے سے پچاس برس کی معلوم ہوتی ہی۔ بُشرے پر افسردگی نمایاں ہی جسکا سبب ظاہر ہی کہ ملک میں فساد ہو رہا ہی۔ خوب ہوا کہ ہم دس روز نہ ٹھیرے ایسے شہر میں مسافر کو کیا لطف ہو سکتا ہی۔ جس روز ہمارا جہاز ساحل پر ٹھیرا ہا اُس شب میں بھی حملے کا اندیشہ تھا۔ یہاں کی عورتیں مردوں کی طرح گھوڑے پر چڑہتی ہیں۔ شہر کی عمارت انگریزی طرز پر ہی۔ بازار نہایت خوشنما اور سڑکیں بہت وسیع ہیں۔

۳۰ مئی لغایتہ ۶ جون ۱۸۹۳ع بارہ بجے جہاز نے لنگر اُٹھایا اور پھر اُسی بحر متلاطم میں صبح سے شام اور شام سے صبح تک ساعتیں شمار کرتے ہوئے ساتویں روز چھٹی جون کو سین فرانسسکو میں پہنچے۔

امریکہ

۶۔ جون ۱۸۹۳ع سے ۲۔ اگست ۱۸۹۳ع ۵۹۔ روز

۶۔جون۔ دریا سے شہر نہایت خوشنما معلوم ہوتا ہی۔ دونوں طرف پہاڑ ہیں جن پر کہیں کہیں عالیشان عمارتیں اور نہایت خوشنما درخت اور چمن لگائے ہیں۔ دس بجے جہاز نے لنگر کیا۔ کپتان کالون صاحب بہادر اور عبدالمجید خان اسباب کے اُتروانے کو جہاز پر ٹھیرے رہے اور ہم اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لیکر **پیلیس ہوٹل** میں آئے۔ سات منزل کی نہایت عالیشان عمارت ہی۔ نیچے کی منزل میں حجام درزی وغیرہ کی دُکانیں

ٹیلی گراف آفس- ہوٹل کا دفتر اور باورچی خانہ طامس کک کا دفتر ہی- اوپر کی چند منزلوں پر مہماں رہتے ہیں- تمام عمارت میں ایک ہزار دوہرے اور اکہرے کمرے ہیں اور دو دو کمروں کے بیچ میں ایک ایک غسل خانہ شامل ہی- ہر درجے پر جانے کو زینے کے سوا لفٹ آمادہ رہتی ہی- سب کمروں میں برقی اور گیس دونوں طرح کی روشنی کے جھاڑ اور لیمپ لگے ہوئے ہیں- رات ہو یا دن جب چاہیں اپنے ہاتھ سے روشن کر سکتے ہیں- شہر میں بعض مکان بارہ منزل تک بلند ہیں- بازار کی سڑک میں دوہری لائن ٹراموے کی ہی- تین قسم کی ٹراموے چلتی ہی- ایک تو بمبئی کے مثل گھوڑے کی- دوسری برقی جسکے واسطے خبر کے تار کے مثل ایک تار لگا ہوا ہی اور گاڑی کی چھت پر ایک لوہے کی چھڑ ہی- چھڑ کے سرے پر چھوٹی سی چرخی لگی ہوئی ہی جو تار سے وصل ہو کر چلتی ہی- تار سے برقی اثر اُس چھڑ کے ذریعے سے پہیوں تک آتا ہی- جب چرخی کو تار سے ذرا الگ کر دیا گاڑی ٹھیر گئی- تیسری قسم کابل ٹراموے کہلاتی ہی- کابل لوہے کے رستے کو کہتے ہیں- زمین کے اندر اندر ایک بند نالی میں لوہے کا رسا لگا ہوا ہی جو انجن کے زور سے کھنچتا ہی اور گاڑی کی پینیدی میں جڑا رہتا ہی- اسی قسم کی ایک ٹراموے ہانگ کانگ میں بھی تھی برقی میں بھی رسے کی کشش رکھی ہی جس سے دوہری قوت ہی- امریکہ میں گھوڑے نہایت خوبصورت- زبردست اور بلند ہوتے ہیں- بعض گھوڑے ہمنے بلندی میں سترہ سے زیادہ دیکھے- بوجھ لادنے کی گاڑیوں میں اکثر چار گھوڑے لگاتے ہیں اور سواری میں دو- اچھے سے اچھا گھوڑا چھ سو روپے

کو مل سکتا ہی ترکاری اور فواکہ بیچنے والے اکثر ایک گھوڑے کی گاڑی میں رکھکر سودا بیچتے ہیں۔ بعض ہاتھ گاڑی میں بھی لیئے پھرتے ہیں۔ اکثر لڑکے اور غریب عورتیں لکڑی کے خوانچے میں بساطی وغیرہ کا اسباب گلے میں لٹکائے بیچتے پھرتے ہیں۔ جاپانی پانچہزار اور چینی پچاس ہزار اس شہر میں رہتے ہیں جنکے محلے چیناٹوں اور جاپانی ٹوں شہر کے کنارے پر علیحدہ ہیں۔ جو چینا پہلے سے بستے ہیں بسیں۔ مگر نئے آدمی کو اس ملک میں آنے کی اجازت نہیں ہی۔ اِنکے سوا تین لاکھ سے کچھ زیادہ یوروپین۔ امریکن ہیں۔ اگرچہ شہر بہت بڑا نہیں ہی۔ مگر نہایت خوبصورت آبادی ہی۔ مکانات اکثر لکڑی۔ پتھر اور بعض بعض اینٹ کے بھی ہیں اور عام طور پر خاکستری رنگ کیا ہوا ہی۔

گاڑی گھوڑے کی سڑک پتھر کے چوکوں سے کھرکھری بنی ہوئی ہی اسلیئے گاڑی چلنے میں نہایت ناگوار آواز ہوتی ہی۔ سڑک کے دونوں طرف پیادہ چلنے کی پٹری ہی۔ جسکو چھ سات انچہ گہرا کرکے ڈامر† یا لاکھ کی طرح پگھلنے والے مصالح سے کناروں تک بھر دیا ہی۔ نہایت صاف اور نرم ایک سطح ہو گیا ہی تمام دُکانوں کے آگے بڑے دروں میں چار گز بلند شیشے کا ایک چوڑا تختہ لگا ہوا ہی۔ اسباب اندر رکھا ہوا نظر آتا ہی اور مکان بند ہی۔ جو چیز باہر سے دیکھکر پسند ہو دروازے کی طرف سے اندر جاکر خرید سکتے ہیں۔

† ڈامر لاکھ کے مثل ایک مرکب مصالحہ ہی۔ یا منجمد تار کول ہی۔

۷-۸-۹ جون - ساتویں کو کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا - آٹھویں کو کھانے کے بعد گولڈن گیٹ پارک میں گئے - اس شہر میں یہ باغ خوش فضا ہونے کے باعث مشہور سیرگاہ ہے - مولوی فرخی - عبدالمجید خان عبدالصمد خان وغیرہ ہمارے ساتھ تھے - بازار اور نہایت خوش نما کوچوں سے گزر کر پارک کے دروازے پر پہنچے ہوٹل سے دو ڈھائی میل مسافت ہے - دروازے سے پیادہ ہو کر پارک میں داخل ہوئے - کئی میل لمبا چوڑا باغ ہے اور زمین کے نشیب و فراز میں درجہ بدرجہ زمین کو ہموار کیا ہے - چند مکان اور کوٹھیاں بھی نہایت عمدہ بنی ہوئی ہیں - جا بجا مصنوعی چشمے - جھیلیں - جنگل اور میدان ہیں - ہر ایک چیز کو طبیعی کے مثل ترتیب دیا ہے ہزاروں میل مسافت سے عجیب و غریب درخت لا کر لگائے ہیں - چنانچہ کالج اور سرو جاپان سے اور بعض درخت ہوائی وغیرہ جزائر سے بڑے بڑے احاطے بنا کر اُنمیں جھانک - پاڑھے اور اِلک وغیرہ حیوان چھوٹے ہوئے ہیں -

الک Elk جسکو ایک قسم کا بارہ سنگا کہنا چاہیے نہایت عجیب جانور ہے - قد میں بقدر گھوڑے کے - سینگ تاڑ کے پتوں کے مثل چوڑے اور شاخ شاخ - دونوں سینگ مل کر اسقدر پھیلاؤ ہو جاتا ہے کہ ڈھائی تین گز چوڑے دروازے سے یہ حیوان نہیں نکل سکتا -

ایک احاطے میں امریکا کے جنگلی بھینسے جن کو انگریزی میں **بلیسن** کہتے ہیں چھوٹے ہوتے ہیں - کئی جوڑے بڑے ہیں اور اُنہیں کی نسل سے ایک بچہ ہے

نہایت عجیب الخلقت بھینسا ہی - سر پر لمبے لمبے بال - چھ سات گرہ لمبی ڈاڑہی - خمدار سینگ - گردن اور شانوں پر بھی لمبی لمبی جٹائیں لٹکتی ہیں - اگلا دھڑ بہت بھاری - پچھلا ہلکا - باقی بدن پرندے کے مثل جا بجا اُون لپٹی ہوئی - آنکھیں اُبلی ہوئی سُرخ - اِس قسم کے بھینسے جنگلوں میں بہت تھے کسی طرح ممکن نہ تھا کہ زراعت سلامت رہے - گورنمنٹ کی طرف سے آخر کار شکاریوں کا ایک عملہ قائم کیا گیا اور پچانوے لاکھ بھینسے مار ڈالے گیے - اب صرف نمائش اور یادگار کے لیے جا بجا پلے ہوئے ہیں -

ڈھائی تین سو گز جنگل کو جسمیں بڑے بڑے درخت ہیں تار کی جالیوں سے احاطہ کر کے اُسمیں دیس دیس کے پرند جانور رکھے ہیں - کئی قسم کے تیتر - چکوریں - کناری - قمریاں - طوطے اور کبوتر وغیرہ ہزاروں پرند ہیں - جنگل کی طرح آزاد اور خوش رہتے ہیں اُسی میں انڈے بچے دیتے ہیں - ایک شیشے کا گنبد بنا کر اُسمیں انجن سے گرم بخارات پہنچا کر گرم سیر ملکوں کے پھول اور درخت لگائے ہیں - اُسی میں تالاب بنا کر کنول بوئے ہیں اور بھی بہت بوٹیاں اور کھجور وغیرہ کے درخت ہندوستانی ہیں - ایک مختصر عمارت میں مردہ حیوانات کا عجائب خانہ ہی دیس دیس کے صدہا چرند اور پرندوں کو طبیعی حالت پر زندہ کے مثل بنا کر شیشے کی الماریوں میں بیٹھایا ہی - اگرچہ ہزاروں پرند اور چوپائے ہیں مگر زیادہ التفات کے قابل پرندوں میں تین چار طرح کی **فردوس برڈ** (بہشت کی چڑیا) ہی - جسکی تصویر آپ نے پابیولر ڈکشنری میں دیکھی ہوگی - ہلکا کتھے کا رنگ سر پر خوشنما چوٹی - دُم کے

بال بہت ہی گنجان اور باریک ریشم کے جیسے لچھے۔ دم کے بیچ میں دس بارہ گرہ لمبا ایک سیاہ تار بہت ہی خوبصورت اسم بامسمی **بہشت کا جانور** ہے۔

ایک پرند چیل کے برابر۔ جسم کا رنگ نہایت چمکدار سرمئی۔ سر پر گرہ بھر لمبے دستے کی خوبصورت جھالردار چھتری بعینہ انگریزی زنانی چھتری کے مثل ہے۔

تیسرا ایک پرند طوطے کی برابر ہے جسکا رنگ دھوپ چھانو (قناویز) کی طرح ہر طرف سے مختلف معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً سامنے سے دیکھو تو سرمئی گرنٹ۔ داہنے سے دیکھو تو اودی قناویز۔ پیچھے سے سبز نافرمانی ریشم۔ روشنی کا رُخ بدلنے پر رنگ بھی بدلتے ہیں۔ قادر مطلق خالق حقیقی کی عجیب صنعت ہے۔

چوتھا ایک پرند بھونرے کی برابر ہے۔ اسکی کئی قسمیں ہیں۔ سُرخ۔ سبز۔ زنگاری نیلا اور زرد غرضکہ ہر قسم کا رنگ جدا ہے۔ پرندوں کی جنس میں اس سے زیادہ چھوٹا جانور نہیں ہوتا۔ بہت خوبصورت جانور ہے۔ اسکا انڈا بھی مٹر کے برابر ہوتا ہے۔

اسکے سوا ہنس، راج بط کے برابر سپید و سیاہ اُلّو اور بھی دریائی پرندوں کی صدہا قسمیں ہیں۔ ان میں سے بعض پرند تین ہزار اور چھ ہزار روپے تک خرید کر یہاں رکھے ہیں۔ یہ بیش قیمت جانور خوبصورتی کے اعتبار سے اسقدر گراں نہیں ہیں بلکہ اسلیئے کہ اب یہ قسمیں دنیا میں مفقود ہیں بھورا رنگ اور معمولی طوطے برابر جسم ہوگا۔

چرندوں میں بعض ایسے جانور ہیں جو **عجیب الخلقت** یا معیوب الخلقت

پیدا ہوئے اور مر گئے مثلاً ایک بچھڑے کی گردن پر پانچواں پاؤں تھا۔ ایک بکری کا بچہ جسکا سر پشت کی طرف لوٹا ہوا گلے میں آنکھیں ہیں۔

امریکہ کا شیر جسکا قد چیتے کے برابر اور رنگ بن بلاؤ کی طرح بھورا صندلی ہوتا ہے۔ بعض پرندوں کے گھونسلے اور انڈے بھی رکھے ہیں۔

باغ میں نشیب و فراز کے ڈھلان پر سرخ سبز اور زرد گھاس جما کر عمدہ قالین کے مثل گل بوٹے بنائے ہیں۔ صدہا عورتیں اور بچے **بائیسکل** پر سوار ہو کر سیر کرتے پھرتے ہیں۔ بچوں کو سواری سکھانے کے واسطے چھوٹے چھوٹے گدھے جنکی صورت شکل اور قد ہندوستان کے گدھے کے مثل ہے۔ زنانہ۔ مردانہ زین کسے ہوئے تیار کھڑے ہیں۔ کرایہ دیکر لڑکے اور لڑکیاں اُن پر سوار ہوتے ہیں اور گھوڑے کی سواری کی مشق کرتے ہیں۔ غرضکہ تمام پارک میں کئی گھنٹے پھر کر دوسرے راستے سے واپس آئے۔

شہر کے قریب سمندر میں پہاڑ کی چٹانیں پانی سے اوپر نکلی ہوئی ہیں۔ صبح کو اِن چٹانوں پر صدہا **سیل** (دریائی شیر) نکل کر بیٹھتے ہیں۔ کوئی بھینس برابر بعض کا جسم بھینس کے دو حصے برابر ہوگا عجیب شکل کا حیوان ہے۔ اِن جانوروں کو بندوق وغیرہ سے مارنے اور ستانے کی ممانعت ہے۔ ایک روز ہم بھی اُن کو دیکھنے گئے اور اُنکی چند عکسی تصویریں جو اُسی حالت میں کھینچی گئی ہیں خریدیں۔

(خاص وعام کی آگاہی کے واسطے کسی قدر نرخ اشیا بھی لکھ ناضرور ہی)

دُھلائی - فی جیبی رومال - ڈھائی ۲½ آنے - فی قمیص تیرہ ۱۳ آنے - پورا گرم سوٹ

تین ڈالر یا نو روپے ۹ بارہ آنے - بال کاٹنے کی اُجرت فی کس (۴ روپے) چار جبکے ساتھ

قدرے مکھن - ایک چھوٹا نان پاؤ - دودھ اور شکر فی کس ایک روپیہ نو ۹ آنے - بریک

فاسٹ فی آدمی آٹھ روپے - کمرے کا کرایہ فی کمرہ پانچ ڈالر یا پندرہ ۱۵ روپے روز -

اِس فصل میں فواکہ کی قسم سے گول دانے کے سیاہ شہتوت - بڑے بیر برابر اسٹابری

چیری - اور نارنگی وغیرہ - مگر چیری سیاہ - سرخ اور زرد نہایت عمدہ ہوتی ہے - اسٹابری

بھی فی دانہ دو ڈھائی تولہ وزن سے کم نہوگی -

۱۰ جون - کھانے کے بعد سہ پہر کو ہم مسٹر مانٹی گیل کے ساتھ اُنکے

مکان پر گئے مسٹر مانٹی گیل شریف و معزز آدمی ہیں جو مع اپنی بی بی کے گیلک جہاز پر

ہمارے ہم سفر تھے سین فرانسسکو میں نہایت عمدہ مکان اور ملک میں کافی جائداد

رکھتے ہیں - اُنکی بی بی نے نہایت محبت کے ساتھ مدارات کی اور اپنے ہاتھ سے

چند شیشے ہمارے عکس کے لیئے -

پھر ایک تھیٹر میں گئے - مولوی فرخی - عبدالمجید خان - عبدالصمد خان - مسٹر ڈن

اور فتحیاب خاں بھی ہمارے ساتھ تھے - اسٹیج کے قریب اوّل درجے میں جاکر

بیٹھے - پہلا ایکٹ ہوائی کے گانے اور ناچ کی تقلید تھی - پھر ایک آدمی ایک بلی

لیکر کھڑا ہو گیا اور اُسپر چڑھکر ایک پہلوان نے نہایت چستی اور چالاکی سے کثرت کی -

اُسکے بعد ایک بہت قوی اور فربہ کنگرو اسٹیج پر لائے۔ کنگرو کے دونوں ہاتھوں میں دوروئی کی گدیاں بندھی ہوئی تھیں کہ آدمی کے جسم پر اُسکے غنچے نہ لگیں۔ ایک آدمی کنگرو کے ساتھ گھونسوں سے لڑا۔ اس لڑائی کو انگریزی میں بوکس کہتے ہیں۔ آدمی اُسکو گھونسوں سے مارتا تھا اور کنگرو کود کر دونوں پانوں سے آدمی کو ٹھوکر مارتا تھا۔ آدمی ہٹ کر بچ جاتا تھا۔ کبھی ٹھوکر لگ گئی تو آدمی بہت دور جا گرگرا۔ اِس سے قیاس ہوتا ہی کہ کنگرو کی ٹھوکر میں بہت قوت ہی۔

کنگرو گیدڑ کے برابر بعض اُس سے بہت بڑا چوپایہ حیوان ہی۔ کان اور تھوتھنی خرگوش کے مثل ہوتی ہی اور اگلے ہاتھ بہ نسبت پانون کے بہت چھوٹے مثلاً پانوں کی درازی قریب ایک گز کے ہی تو ہاتھ پاؤ گز۔ دُم زیادہ موٹی اور لمبی ہوتی ہی اور صرف دونوں پانوں سے کود کر چلتا ہی۔ گھاس وغیرہ کھانے کے وقت دونوں ہاتھوں سے بھی خرگوش کی طرح کام لیتا ہی۔

تھیٹر سے اُٹھکر ہم ٹراموے میں سوار ہوے اور گولڈن گیٹ پارک کے سامنے سے ہوکر بیس بال گیم میں گئے۔ یہ ایک کھیل ہی مثل کرکیٹ کے جسمیں دس دس آدمیوں کی دو پارٹیاں ہوتی ہیں ایک پارٹی والے گیند کو ایک گول ڈنڈے سے مارتے ہیں اور مخالف گروہ کو آوٹ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دوسری پارٹی کے سب آدمی باری باری سے مقررہ دورہ طی کر لیتے ہیں۔ اِس چکر پر دوڑنے میں اگر کسی کو مخالف گروہ نے گیند ماردی تو وہ آوٹ ہوگیا۔ دونوں پارٹیوں کی نہایت عمدہ

مختلف رنگ کی باناتی وردی ہی - اور ایک بہت بڑا احاطہ تختوں کی دیوار سے بناکر
ایک طرف تماشائیوں کے واسطے اوپر کے درجے میں کرسیاں اور باقی مدارج
سیڑہیوں سے بنے ہوئے ہیں ٹکٹ لیکر احاطے میں داخل ہوتے ہیں - اول درجے
کی کرسی کا ٹکٹ پچاس سینٹ یا دو شلنگ (عہ) میں ملتا ہی - غرضکہ ایک دو کھیل دیکھکر
مکان پر واپس آئے - رات کو ہم کھانے کے بعد فائر گارد (آگ بجھانے والے پمپ)
اور اُنکی گاڑیاں گھوڑے دیکھنے کو گئے ہوٹل سے بہت قریب تھا - سواری کی ضرورت
نہ تھی - سر راہ ایک بڑے دروازے کی عمارت میں دو گاڑیاں اور چار گھوڑے -
ایک یکہ مع ایک گھوڑے کے سپرنٹنڈنٹ کی سواری کا اور دو جوڑیاں فالتو کھڑی تھیں -
مکان سہ منزلہ ہی - اوپر کے درجوں میں سپاہی اور کوچوان رہتے ہیں ہر ایک سپاہی
کا بستر ایک الماری کے طور پر دیوار سے لپٹا ہوا ہی - جب چاہتے ہیں باہر کی طرف
کھینچ لیتے ہیں - پلنگ مع بستر وغیرہ سامان کے بچھ جاتا ہی - ایک جوڑی لانگ
بوٹ کی جسمیں پتلون یا برجیز ٹانکی ہوئی ہی پلنگ کے برابر رکھا ہی اور مکان کے ہر درجے
پر سے نہایت چکنی اور شفاف ایک لوہے کی بلی لٹکتی ہی - بلی کے اوپر کا سرا چھت
میں جڑا ہوا ہی اور زمین کی طرف کا سرا زمین سے پون گز بلند ہی - تین منزلوں سے
ایسی تین بلیاں لٹکتی ہیں - یہ بلیاں اس غرض سے لگائی ہیں کہ زینے سے اُترنے
میں دیر ہوتی ہی - جسوقت آلارم کی گھنٹی بجے فوراً سپاہی بلی کو لپیٹ کر نیچے پھسل جائے
بلی پر لپٹنے کے واسطے ہر ایک چھت میں گز بھر مربع کھڑکی کھلی ہوتی ہی - پمپ کی

ایک گاڑی بڑے دروازے کے سامنے کھڑی ہی ساز حلقوں سمیت بم کے اوپر لٹک رہا ہی اور گاڑی کے دونوں طرف جالی دار لوہے کی دیواروں کے بیچ میں دو گھوڑے ایک اسطرف ایک اُسطرف ایک صف سے دھانہ چڑھا ہوا کھلے ہوئے کھڑے ہیں - ایک گھوڑا سپرنٹنڈنٹ کے یکے کے برابر بغیر گاڑی پچھاڑی کے کھلے بندوں کھڑا ہی - آگ لگنے کی خبر اسطرح آتی ہی کہ کارخانے میں ایک برقی گھنٹی لگی ہو اور ایک تختے پر پیتل کے کٹے ہوے ہندسے یا نمبر لگے ہوئے - تختہ نیچے کے درجے میں دیوار پر لگا ہوا ہی - شہر کے ہر محلے میں بھی برقی گھنٹیوں کے دستے سڑک پر ایک پایہ بنا کر لگا دیے ہیں اور سب محلوں کی گھنٹیوں کا تعلق بڑے کارخانے سے ہی وہاں سے چھوٹے اسٹیشنوں میں خبر آتی ہی - مثلاً چھتیس ۳۶ نمبر محلے میں آگ لگی تو پولیس کے سپاہی نے اوّل تین دفعہ گھنٹی پر ہاتھ رکھکر دبایا اس سے تین دہائیاں تصور کی گئیں پھر ذرا وقفے سے چھ مرتبہ دبایا جس سے چھ اکائیاں سمجھی گئیں - کارخانے کو معلوم ہو گیا کہ چھتیس ۳۶ نمبر کے محلے میں آگ لگی ہی - جو اسٹیشن اُس محلے سے قریب ہوا اُسنے وہاں خبر دی اور نمبر بتا دیا - یہاں یہ حالت ہوئی کہ تختے پر نمبر تبدیل ہوئے اور گھنٹی بجی - دونوں گھوڑے آواز سنتے ہی دوڑ کر بم سے آملے - یکے کا گھوڑا کمبانس کے اندر جھپٹ کر پہنچ گیا اور سپاہی کوٹ گلی میں ڈال - بوٹ بر جز چڑھا کر صف سے فیتے کا حلقہ گلے میں ڈال لیتے ہیں - برجز کے بٹن لگانے کی ضرورت نہیں ہوتی - غرضکہ تیار ہو کر بلیوں پر سے پھسل آتے ہیں - کوچوان کی بلی کوچ بکس کے برابر ہی وہ

سید ھا کوچ بکس پر اُترتا ہی - غرضکہ ایک آن میں گھوڑے بم سے آملے - سپاہی ملبوبلا
پرسے اسطرح پھسل آئے جسطرح سایہ روشنی سے سرک جاتا ہی - ساز جھکایا - حلقے کا
کھٹکا گردن میں - راس کا دہانے میں لگ گیا - دروازہ کھلا اور گاڑی سڑک پر نکل کر روانہ
ہو گئی - مولوی فرخی نے وقت کی مدت معلوم کرنے کو گھنٹی بجنے سے گاڑی روانہ ہونے
تک عدد شمار کیے - بائیس ۲۲ گنتے پائے تھے کہ سب کام ہو گیا یعنی سولہ ۱۶ سکنڈ صرف
ہوئے - دو دفعہ مشق کی - اوپر کی منزلوں پر لیجا کر سپرنٹنڈنٹ نے سپاہیوں کے
بستر وغیرہ دکھائے - ایک آدمی کو حکم دیا کہ ہمارے سامنے بلّی کے وسیلے سے
اُترے جب مکان میں آگ لگتی ہی اور کارخانے سے فائر پمپ جا کر پانی ڈالتا ہی
تو آگ سے بچا کھچا اسباب بھی پانی سے خراب ہو جاتا ہی - یہ عملہ صرف اسواسطے
متعین ہی کہ بغیر جلے ہوئے اسباب کو پانی سے بچائے اور اُسپر ترپالیں ڈالدے
آگ بجھانے والے بھی یہی لوگ ہیں اور اسباب کی حفاظت بھی یہی کرتے ہیں -
ہمارے قیام کی حالت میں بھی چند جگہ آگ لگی - بگل کی آواز سے معلوم ہوتا تھا
کہ فائر انجن آگ بجھانے کو جا رہا ہی - نہایت عمدہ اور بیش قیمت گھوڑے
ہیں کسی قیمت کو بھی اُنکو نہیں بیچتے -

سڑک پر جھاڑو دینے کے واسطے ایک گاڑی ہی - جسکے نیچے ایک ایک
فٹ لمبے بالوں کا ایک برش بیلن کے طور پر لگا ہی صرف گاڑی چلانے سے سڑک
صاف ہو کر کوڑا ایک طرف ہو جاتا ہی - چھڑکاؤ بھی اسیطرح گاڑی سے ہوتا ہی -

اہلِ امریکہ کسی طرح علم صنعت و حرفت میں دنیا کے عمدہ حصوں سے کم نہیں ہیں
دولت تو یہاں قول ہارگئی ہی۔ شاذ و نادر کوئی آدمی فقیر ہوگا۔ ایک امر نہایت
تہذیب کے خلاف پایا گیا کہ بازاروں میں دست فروش لڑکے جو جاقو۔ بٹن وغیرہ
بیچتے پھرتے ہیں۔ بمبئی کی طرح مسافروں سے لپٹتے ہیں اور زبردستی اسباب اوپر
ڈالتے ہیں۔ یہ بات نہایت مکروہ ہی۔

۱۱۔ **جون** ۔ دوپہر ساڑھے تین بجے **لوسی مٹی ویلی** کو روانہ ہوئے۔
کپتان کالون صاحب بہادر **شاسٹا** پہاڑ کو مچھلی کے شکار کی غرض سے
گئے ہیں۔ ہمارے ساتھ مسٹر ڈن۔ مولوی فرخی۔ عبدالمجید خان۔ عبدالصمد خان اور
فتحیاب خان وغیرہ ہیں۔ صبح کے کھانے کے بعد گاڑیوں میں سوار ہو کر دریا کے
گھاٹ پر گئے۔ **سین فرانسسکو** کے نیچے تین چار میل کے قریب چوڑا
ایک خلیج ہی۔ اُسکے دوسرے کنارے سے ریل میں سوار ہوتے ہیں ایک دومنزلی
بیضاوی شکل کی نہایت خوبصورت اور آراستہ کشتی کنارے سے اسطرح ملی ہوئی
کھڑی تھی کہ ہم گاڑی میں بیٹھے ہوئے کشتی میں چلے گئے۔ کشتی کا نیچے کا درجہ
جہانتک گھوڑے اور گاڑی گئی مکان کا برآمدہ معلوم ہوتا تھا اور کشتی نہایت عمدہ
آراستہ کوٹھی کے مثل تھی گاڑی سے اُتر کر زینے پر چڑھکر اوپر کے درجے میں گئے۔
کشتی روانہ ہوئی۔ بڑے کمرے میں ایک آدمی **پیانو** بجا رہا تھا۔ غرضکہ کشتی
اُس پار پہنچی۔ ریلوے ٹرین تیار تھی۔ اوّل درجے کی گاڑی جسکو **پلمین کار**

کہتے ہیں ہمارے واسطے رزرو تھی - ہر ایک گاڑی کا طول چالیس گز اور عرض چار گز ہی - بیچ کا کمرہ بیس گز لمبا ہی اور دونوں طرف گاڑی کے عرض میں آمنے سامنے دس دس تکیئے دار بنچ ہیں جنپر مخمل کے تکیئے اور گدیاں کچھی ہوئی ہیں اور ہر بنچ پر دو آدمی بیٹھتے ہیں - رات کو انہیں دونوں بنچوں کے بیچ کی خالی جگہ کو ایک تختہ کھینچ دینے سے ملا دیتے ہیں - اور نہایت عمدہ سوا گز چوڑا پلنگ بن جاتا ہی - انہیں بنچوں کے نیچے صندوق میں تکیئے - پلنگ کی چادریں - تازہ دُھلے ہوئے بالاپوش اور تکیوں کے غلاف رکھے ہوتے ہیں - دونوں بنچوں کے اوپر گاڑی کی چھت میں نہایت عمدہ سلامی تختہ لگا ہوا ہی - معلوم ہوتا ہی چھت کو دونوں طرف سے ڈھلوان بنایا ہی مگر حقیقت میں وہ بھی پلنگ ہی جو صرف دستہ کھینچے سے بچھ جاتا ہی اور اُس کا سامان تکیئے کل وغیرہ سب اُسی میں رکھا ہوتا ہی - گاڑی کی چھت سے پیتل کے خوبصورت ڈنڈے پردوں کے واسطے لگے ہوئے ہیں - یہ پردے بھی پلنگ کے اندر ہوتے ہیں - رات کو گاڑی کا خدمت گار دو قسم کے پردے ایک باریک کپڑے کا اور دوسرا دبیز لگا دیتا ہی - ہر پلنگ پر نمبر لگا ہوا ہی جس سے اپنا اپنا بستر پہچانا جاتا ہی - گاڑی میں دونوں طرف دو کمرے ہیں جنکو اسٹیٹ روم کہتے ہیں - ہر ایک کمرے میں سلپچی - پاخانہ - اور تین پلنگ دو دُوہرے - ایک اکہرا اُنکو دہی نشست کے بنچ ہیں - دروازہ بند کر لینے پر یہ دونوں اسٹیٹ روم بڑے درجے سے علیحدہ ہو جاتے ہیں - اسکی پشت پر ایک بڑا کمرہ ہی اُسمیں پاخانہ اور دو سلپچیاں

مُنہ دہونے کیواسطے اور ایک کوٹھری سگرٹ پینے کی - دوسری طرف یعنی گاڑی کے دوسرے سرے پر ایک پاخانہ اور ایک کوٹھری میں برف کا پانی - چند گلاس - آئینہ اور دو تین کنگھیاں رکھی ہیں - اسکے بعد پھر ایک اسٹیٹ روم اسطرف بھی ہی - خدمتگار رات کو سگرٹ پینے کی کوٹھری میں رہتا ہی - ہر ایک بنچ پر ایک آئینہ اور برقی گھنٹی لگی ہی - جسکو دبانے سے اسموکنگ روم میں جہاں خدمتگار رہتا ہی گھنٹی بجتی ہی ہر نشست سے خدمتگار کو بلا سکتے ہیں - بیچ کے بڑے کمرے سے **اسموکنگ روم** کو اسٹیٹ روم کے پہلو سے برآمدے میں راستہ ہی اور ایک گاڑی سے سب گاڑیوں میں بھی جا سکتے ہیں - کھانا پکانے کی گاڑی اور **ڈائننگ کیرج** یعنی کھانا کھانے کی گاڑی بھی ٹرین میں آمادہ ہی - کھانے کی گاڑی میں بنچوں کی جگہ پر کیلوں سے جڑی ہوئی میز ادھر اُدھر دو دو کرسیاں - گاڑی کی دیوار میں الماری کے اندر نمک - مرچ اور رائی وغیرہ کی شیشیاں رکھی ہوتی ہیں - چاء - سوڈا اور کھانا وقت پر سب کچھ مل سکتا ہی برف کا پانی تو ہر گاڑی میں ہی موجود رہتا ہی مسافروں کی تعداد کے موافق دُھلے ہوئے اُجلے رومال ہر گاڑی میں موجود ہیں - کنگھی - برش - صابون غسل خانوں میں رکھا ہی گاڑی کے دونوں سروں پر پلیٹ فارم ہی جسکے دونوں طرف زینہ ہی وہیں سے سامنے کا دروازہ کھول کر دوسری گاڑی میں جا سکتے ہیں - سکنڈ کلاس میں بھی سوائے بستر کے اور یہی سب سامان ہی - گاڑی کی ساخت اسطرح پر ہی کہ چار یا چھ پہیوں کے اوپر ایک بہت بڑا تخت اُسکے

اوپر نہایت مضبوط کمانیوں پر گاڑی رکھی ہی - اسمیں یہ فائدہ ہی کہ گاڑی میں آگ نہیں لگ سکتی - کھڑکھڑاہٹ بھی نہیں ہوتی - البتہ جھولے کی طرح گاڑی ہلتی ضرور ہی - فی گھنٹہ پینتالیس ۴۵ میل رفتا ہی - سات بجے شام سے دس بجے تک ایک سو چورانوے ۱۹۴ میل چل کر ریمن Remon نام اسٹیشن پر پہنچے - گاڑی ٹھیر گئی اور سب مسافر صبح تک گاڑی میں سوتے رہے - صبح کو ریمن ہوٹل میں جسکے سامنے گاڑی کھڑی تھی کھانا کھایا - یہاں سے یوسی میٹی ویلی تک کچی سڑک ہی اور گھوڑا گاڑی میں جاتے ہیں -

۱۲ - **جون** - ہم چار گھوڑوں کی گاڑی میں جسمیں سوا کوچ بکس کے آگے پیچھے تین بنچیں ہیں اور نو دس آدمی بیٹھ سکتے ہیں سوار ہو کر **براانڈہ** کو چلے - راستہ کچی سڑک ہی - گرمی بشدت اور دھوپ بہت تیز تھی - راستہ خراب ہونے کے باعث گرد بھی اسقدر اڑتی ہی کہ اُس سے زیادہ خیال نہیں کر سکتے - تمام جسم - کپڑے - سر - منہ - آنکھ - ناک - بھبول بھٹا ہو جاتا ہی غرضکہ دھوپ اور گرد کی تکلیف سہتے ہوئے - چوکی چوکی پر گھوڑے بدلتے ہوئے ایک بجے ایک جنگلی ہوٹل میں پہنچے ہوٹل کے خدمتگار اور مالک پروں کی جوتریاں لیکر آئے اور جسم پر سے جو سرتاپا خاک سے اٹا ہوا تھا گرد جھاڑی - برآمدے میں تین چار سلیچیاں پانی کے نل کے نیچے لگی ہوئی ہیں - سب نے منہ دھویا - کھانا کھایا - گھوڑے بدلے گئے شام کو چار بجے براانڈے میں پہنچے - جسقدر راستہ طے ہوا برابر پہاڑ کا نشیب و فراز

اور سرو کا جنگل ہی - اِس تمام ضلع کو **کالی فورنیا** California کہتے ہیں
اور سونے کی مشہور کھان بھی اِس راستے میں پڑتی ہی - کھان پہاڑ کے نیچے نیچے
کھودی جاتی ہی - خاکستری سفید رنگ کی مٹی کا ڈھیر لگا ہوا ہی - راستے کے نیچے
ایک سُرنگ کا دروازہ ہی جو اندر اندر کھان میں چلی گئی ہی - آجکل کوئی مزدور یا عملہ وہاں
نہیں ہی - شاید اور مقام پر کھودتے ہوں اور یہ سمت ختم ہو چکی ہو -

رات کو **وَاوُونہ** Yawona ہوٹل میں ٹھیرے - یہاں سے
یوسی مٹی ویلی چھبیس میل دور ہی - نہایت خوش فضا ہوٹل اور بہت شاداب درہ ہی -
ہوٹل کے صحن میں قدرتی چشمے سے مدد پاکر ایک فوارہ بہت بلند اور دور تک
پانی پھینکتا ہی - سین فرانسسکو کی نسبت یہاں بہت سردی ہی -

۱۳ - **جون** - صبح کو ساڑھے چھ بجے اُسی گاڑی میں سوار ہو کر یوسی مٹی ویلی
کو روانہ ہوے - اسوقت زیادہ سردی ہی - راستہ گنجان جنگل کے سایے
میں پہاڑ کی چڑھائی پر ہی - ریمن سے یہاں تک اور یہاں سے یوسی مٹی ویلی تک
برابر پہاڑ پر چڑھتے جاتے ہیں - واوونہ ہوٹل کے قریب صحن میں ایک موتی جیسی
صاف پانی کی ندی بھی بہتی ہی - یہاں سے زیادہ چڑھائی ہی - ندی کے کنارے
امریکن سواروں کا ایک رسالہ پڑا ہوا ہی سواروں کے گھوڑے بہت خوبصورت گاڑی کے اور
گھوڑے کی نسبت چھوٹے ہیں - اِس چار گھوڑوں کی گاڑی کو جسمیں ہم سوار ہیں
ایک آدمی ہانکتا ہی اور وہی چاروں گھوڑوں کا سائیس بھی ہی - گاڑی کے اگلے پہیے پر

ایک بریک لگا ہی اور کوچ بکس کے برابر اُسکا دستہ ہی۔ جب اُتار پر گاڑی جاتی ہی اور
تیز لڑھکنے سے دہنے بائیں غار میں گرنے کا اندیشہ ہوتا ہی تو کوچوان اُس
دستے پر ایک پاؤں رکھدیتا ہی۔ بریک پہیے سے لپٹ کر گاڑی آہستہ ہوجاتی ہی۔
بارہ بجے دن کے ہم یوسی مٹی ویلی میں پہنچے۔ قریب پہنچکر دو میل سے اُتار ہے
عجیب باعظمت پہاڑ اور نہایت خوش فضا درہ ہی۔ راستے کی بلندی سے بڑی
بڑی آبشاریں نظر آتی ہیں۔ ویلی کے شروع سے آخر تک متعدد ہوٹل ہیں۔ ہم سب
پرلے سرے پر جاکر اسٹونی منڈ Stony Mond ہوٹل میں ٹھیرے
نہایت عمدہ دومنزلی عمارت ہی۔ یوسی مٹی ویلی (درہ) کا طول چودہ[۱۴] میل اور عرض
زیادہ سے زیادہ ڈھائی میل ہی۔ تمام درّے میں نہایت خوشنما جنگلی درختوں کا بن
ہی۔ آبشاروں کا پانی جمع ہوکر درے کے بیچ میں سے مرسد Mersad
نام ندی بہتی ہی۔ ندی کا پانی بہت صاف ستھرا ہوا اور ٹھنڈا ہی۔ سردی میں تمام
درہ برف سے بھر جاتا ہی۔ اسلیے اُس فصل میں یہاں کوئی آدمی نہیں رہتا سب
چلے جاتے ہیں۔ اصلی امریکن جنگلیوں کا ایک گروہ پہلے اِس درّے میں رہتا تھا
جب یوروپین قوموں نے آکر ملک پر قبضہ کیا تو ایک دفعہ اتفاقاً تین سولجر جنگل اور پہاڑ
میں پھرتے ہوئے بھولے بسرے اِس درّے میں آنکلے۔ جنگلیوں نے دو[۲] کو
قتل کردیا۔ ایک سپاہی اپنی جان بچاکر نکل آیا اور اُسنے اپنے آدمیوں کو اِس ماجرے
سے مطلع کیا۔ یوروپین فوج انتقام کے واسطے آئی۔ کچھ لڑائی بھڑائی کے بعد

جنگلی شکست کھاکر نواداواٹرفال کے پہلو میں ایک گھاٹی سے نکل گئے اَب بھی بعض امریکن اس درے میں مزدوری خدمتگاری وغیرہ کرتے ہیں۔ صورت میں ہندوستانی پوربیوں سے مشابہ ہیں۔ انگریزی بولتے ہیں۔ مگر اصلی زبان علٰحدہ ہی چنانچہ اُسی زبان میں یوسی مٹی۔ بڑے ریچھ کو کہتے ہیں۔ یہاں اَب بھی پہاڑوں پر ریچھ بکثرت ہیں۔

ہوٹل میں پُہنچکر غسل کیا اور کھانا کھاکر اُسی وقت مشہور نواداواٹرفال (آبشار) کو دیکھنے گئے۔ مولوی فرخی۔ مسٹر ہوس۔ مسٹر ڈن۔ اور عبدالصمد خاں ہمارے ساتھ تھے۔ پہاڑ کی جڑ تک بگھی پر۔ وہاں سے گھوڑوں اور خچروں پر سوار ہو کر پہاڑ کے اوپر گئے۔ بہت پیچیدہ اور تنگ راستہ ہی۔ گھوڑوں کے مالک کی طرف سے ایک یوروپین امریکن بطور سائیس گھوڑے تھامنے اور راستہ بتانے کو ہمارے ساتھ آگے آگے چلتا ہی۔ ڈھائی میل کے قریب چڑھائی پر جاکر مرسد ندی کو دو جگہ اُترکر ویرنل آبشار پر گئے۔ ایک سو بارہ گز بلندی سے بائیس گز چوڑی نہایت صاف پانی کی چادر گرتی ہی۔ اُس سے تقریباً ڈیڑھ میل اور اوپر جاکر دو سو تئیس ۲۲۳ گز بلندی سے دس گز چوڑی دوسری چادر گرتی ہی۔ اسی کو نوادافال کہتے ہیں۔ یہی پانی ڈیڑھ میل نیچے بہکر دوسری چٹان سے گرتا ہی اور وہاں ویرنل نام سے موسوم ہوتا ہی۔

نوادافال کا پانی باریک باریک قطروں میں پھیل کر پندرہ بیس گز ادھر اُدھر کی

فضا کو ابر کی طرح تاریک کر دیتا ہی۔ اُس پر آفتاب کی ترچھی شعاعیں پڑ کر مختلف رنگوں
کی دھنک (قوس قزح) پیدا ہو جاتی ہی۔ عجیب دلکش نظارہ ہی دیکھنے سے آنکھیں
ٹھنڈی ہوتی ہیں۔
اطراف میں جو کھڑی دیوار کی شکل چٹانیں واقع ہوئی ہیں اکثر سیاہ نقطہ دار
خاکستری رنگ کا مرمر ہی۔
شام کے قریب ہوٹل میں واپس آئے۔ سفر کے بعد دن بھر پھرنے کی بھی
تکان تھی۔ کھانا کھاتے ہی سو رہے۔ یوسی مٹی ویلی کے مشرقی حصے کی چٹانوں
کو کوہ نواد Navada اور شمالی حصے کے پہاڑ کو سیرا Seera
کہتے ہیں۔

۱۴۔ جون۔ صبح کو سورج نکلنے سے پہلے مولوی فرخی۔ مسٹر ٹدن۔
عبد المجید خان اور عبد الصمد خان۔ اُن سے کسی قدر بعد ہم۔ مسٹر ہوس اور فتحیاب خان
مرر لیک Mirrorlake (عکس نما تالاب) پر گئے۔ یہ تالاب ویرنل آبشار
کی سمت پیک آف لبرٹی Peak of liberty (آزادی کی چوٹی) کے
نیچے ہی اور اسطرح ترتیب پاتا ہی کہ ایک ندی پہاڑ کے اوپر سے آتی ہوئی تین طرف پہاڑوں
سے گھرے ہوئے میدان کو جسکا دور ڈیڑھ دو میل ہی تالاب بناتی ہوئی بہت آہستگی سے
کہ پانی کی روانی محسوس نہیں ہوتی۔ نکل گئی ہی۔ تالاب میں اطراف کی چوٹیوں کا
عکس جو ہزار گز تک بلند فصیل نما چٹانیں ہیں اور کنارے اور پانی کے اندر کے

درختوں کا عکس آئینے کی مثل صاف اور نہایت خوشنما نظر آتا ہے پانی گویا آئینے کا فرش ہے۔
جسوقت آفتاب پہاڑ کی چوٹی پر رونق افروز ہوتا ہے اور مہتابی کرنوں کے پیک خواب
آلودہ آنکھیں ملتے ہوئے عروس شب کے سانولے چہرے سے نقاب اُٹھنے
کی خبر دینے کو آہستہ آہستہ آگے بڑھتے ہیں اُسوقت اس تالاب میں عجیب دلکش
نظارہ اور سُہانا سماں نظر آتا ہے۔ آفتاب کی رفتار جو حقیقتاً زمین کی رفتار ہے اسقدر
تیز معلوم ہوتی ہے کہ فی سکنڈ پانچ گز چوٹی سے بلند ہوتا جاتا ہے اور یہ حالت سوائے ایسے
موقع کے اور وسیلوں سے محسوس نہیں ہو سکتی۔ اس درّے کے ہر پانی میں
یہانتک کہ باوجود روانی مرسد ندی میں بھی صاف عکس نظر آتا ہے۔ بہرحال سیر کے
بعد واپس آئے۔ ہوٹل کے مغرب میں بھی دو آبشاریں بہت قریب ہیں۔ برآمدے
میں بیٹھے بیٹھے تماشا دیکھ سکتے ہیں۔ داہنی طرف کی آبشار بہت بڑی ہے۔ ایک ہزار
فیٹ بلند چٹان سے پانی گرتا ہے۔ دھارا بھی دبیز ہے اور اس آبشار کو **یوسی مٹی فال**
کہتے ہیں۔ بائیں طرف باریک دھاروں میں پانی گرتا ہے وہ بھی لطف سے خالی نہیں ہے
اس پہاڑ کی فصیل نما دیواروں میں جنکا رنگ پھیکا سپید ہے سیاہ پتھر کی دھاریاں نہایت
خوشنما نظر آتی ہیں۔ قدرت نے پورے درّے کو ہزار ہزار گز بلند چٹانوں سے
اسطرح محصور کیا ہے کہ قدرتی قلعہ اور فصیلیں معلوم ہوتی ہیں۔ بعض خاکستری بھورے
رنگ کی دیواروں میں سپید چمکدار سنگ مرمر کی دھاریاں دھوپ میں آئینے کیطرح
چمکتی ہیں۔ قادر مطلق کی قدرت کا عجیب نمونہ ہے۔

کھانے کے بعد ہم **گلیشیر پائینٹ** Glaciar point (برف کی چوٹی) کو گئے جو درے کے سطح سے تین ہزار دو سو فیٹ اور سمندر کے سطح سے سات ہزار دو سو فیٹ بلند چوٹی ہی۔ سوا ڈیڑھ میل کے قریب جہانتک ہموار راستہ تھا گاڑی میں پھر پہاڑ کی جڑ سے جہاں سے نہایت پیچیدہ چڑھائی شروع ہوتی ہی خچروں اور گھوڑوں پر سوار ہوکر بلندی پر چڑھتے گئے۔ اس راہ میں شدت سے خاک اُڑتی ہی۔ درے کے سطح سے پہاڑ کی چٹان دیوار کے مثل کھڑی معلوم ہوتی تھی۔ کسی قسم کا ڈھلان یا چڑھنے کے قابل جگہ نظر نہیں آتی تھی۔ آخر اُسی بلندی میں ایک پیچدار راستہ نکلا۔ زمین سے گلیشیر پائینٹ تک پانچ میل سے کچھ زیادہ مسافت ہی۔ ایک تہائی راستہ طی کرنے کے بعد پہاڑ کی کمر میں کسی قدر سطح اور ہموار زمین ہی۔ ایک لکڑی کا پاخانہ بھی وہاں بنا ہوا ہی۔ کسی قدر دم لیکر آگے بڑھے۔ یہانتک گرد و غبار کی شدت تھی۔ آگے چلکر راستے کے دونوں طرف برف پڑا ہوا ہی۔ چوٹی پر بہت وسیع سطح اور مٹی ہی۔ اس مقام پر ایک مختصر ہوٹل کی عمارت اور عملے کے رہنے کو چند گھر بنے ہوئے ہیں۔ کھانا بھی نہایت عمدہ ملتا ہی۔ نیچے سے معلوم ہوتا ہی سب سے بلند چوٹی یہی ہی مگر یہاں آکر اور بلند بلند پہاڑ نظر آتے ہیں اور سب برف سے چھپے ہوئے ہیں۔ سر سے پانو تک سرو اور کاج وغیرہ جنگلی درختوں کا گنجان جنگل ہی۔ راستے کی بلندی پر جسقدر چڑھتے جاتے ہیں یوسی مٹی آبنا کا قدرتی جلوہ زیادہ اور بہتر محسوس ہوتا جاتا ہی۔ چوٹی کے اوپر بہت بڑا نشان نصب ہی

اور چٹان کے کنارے پر جہاں سے درّے کی طرف جھانک سکتے ہیں لوہے کا بہت مضبوط کٹھیرا لگا ہوا ہی جس کو تھام کر بے اندیشہ زمین کو دیکھ سکتے ہیں۔
ہوٹل میں عمدہ کھانا اور تر و خشک میوہ سوڈا واٹر وغیرہ ضرورت کی کل چیزیں مہیا تھیں۔ اوّل کھانا کھایا پھر ہوٹل کے برآمدے میں بیٹھکر دوربین سے نوادا اور ویرنل آبشار کا تماشا دیکھا۔ پانی کا بلندی سے گرنا نہایت خوشنما معلوم ہوتا ہی۔ بعض مصوّر چوٹی پر جاکر آبشاروں اور درّے کا عکس لیتے ہیں۔ چنانچہ دو شخص اسوقت بھی موجود ہیں۔ ایک بوڑھا آدمی اپنی جوان بیٹی کو ہر مشکل سی مشکل چڑھائی کی چٹانوں پر چڑھا کر پھر دور سے اُسکی تصویر کھینچتا ہی۔
پہاڑ کی چوٹی سے ہوٹل وغیرہ عمارتیں۔ مرنیک اور رمسد ندی بہت خوشنما معلوم ہوتی ہیں۔ ہمارے ہمراہی گھوڑے والے نے چند خالی بوتلیں جھنڈے کے پاس کھڑے ہو کر بہت زور سے درّے میں پھینکیں۔ پہاڑ کی جڑ تک بھی نہ گئیں۔ پندرہ سکنڈ کے بعد کہیں بیچ میں گرنے کی آواز آئی۔
امریکہ (خصوصاً یوسی مٹی ویلی میں رٹلنگ اسنیک Rettling snak سانپ جسکی دُم پر قدرتی جھُنجھُنا لگا رہتا ہی۔ زیادہ ملتا ہی۔ جس روز ہم واؤونا ہوٹل سے آرہے تھے ایک سانپ دوسری گاڑی کے نیچے جسمیں خدمتگار اور اسباب وغیرہ تھا دب کر رہ گیا۔ کوچوان نے گاڑی روکی اور پتھر سے مار کر اُسکی دُم کا جھُنجھُنا کاٹ لیا۔ آج ہوٹل والے صاحب نے تین جھنجھنے ہمکو دیے جو وقتاً فوقتاً

سانپ مار کر جمع کر رکھے تھے - اِس جھنجھنے کی شکل بول کی پھلی سے مشابہ ہی صرف اسقدر فرق ہی کہ یہ گاؤدم ہی - رنگ ناخن مردہ کی طرح بھگ میلا ہی اور فقرا بہ فقرا جدا جدا - باہم ایک کے اندر ایک ڈھیلا جڑا ہوا ہی ذرا کھینچنے سے کچھ بڑھ جاتا ہی اور آپس میں سب فقرے مل کر بجتے ہیں - سانپ کی دُم کے گوشت سے اسکا تعلق اسی قدر ہی کہ دو باریک تاروں سے اُس میں پرُو دیا ہوا ہی اور کاٹنے کے وقت اُن تاروں سے ایک آدھ قطرہ خون کا نکلتا ہی - باقی بغیر کسی قسم کی رطوبت کے کل حصّہ خشک ہی - حافظ حقیقی کی حکمت ہی کہ اُسکے آنے کی خبر انسان اور حیوان کو اس قدرتی الارم کی آواز سے ہو جاتی ہی - اِس سانپ میں اسقدر زہر بیان کیا جاتا ہی کہ کسی آدمی کے بوٹ پر دانت لگا اور بغیر جلد میں زخم ہونے کے آدمی مر گیا - یعنی خشک چمڑے میں دانت نے سوراخ کیا اور زہر صرف جلد پر چھو جانے سے باعث ہلاکت ہوا جس شخص نے نیلام سے خرید کر اُس بوٹ کو پہنا وہ بھی زہر سے متاثر ہو گیا - بہر حال تھوڑی دیر برف کے انباروں میں پھر کر پہاڑ سے جسطرح گئے تھے نیچے اُترے - اکثر حصہ مسافت کا ہمارے ساتھ ہمراہیوں نے بھی پیادہ پا طے کیا - مسٹر ہوس - مسٹر ٹڈن - عبدالمجید خاں اور عبدالصمد خاں آخر تک پیادہ آئے - نیچے گاڑی کھڑی تھی سوار ہو کر جنوبی چٹانوں کے نیچے نیچے مرسد ندی کے کنارے کنارے یوسی مٹی آبشار پر آئے - نہایت خوشنما آبشار ہی - پانی گرنے کے مقام سے پانچ چھ سو گز تک پانی کے باریک قطرے ہوا میں اُڑ کر منتشر ہونے سے

بہت ٹھنڈی پھوار آتی ہے۔ اور کسی قدر ہوا کا دور ابر کی طرح تاریک ہے۔ حالانکہ موسم گرم ہے مگر تھوڑی دیر ٹھیرنے سے سردی معلوم ہونے لگی۔ وہاں سے ہٹ کر کپتان نام ایک چوٹی کے نیچے سے جو ہزار گز سے زیادہ بلند بے جوڑ پتھر کی دیوار نما چٹان ہے نکلے۔ ایک جگہ دیوار کوہ میں تین سیاہ دھاریاں قدرتی پڑ گئی ہیں کہ سب ملا کر دالان کے در معلوم ہوتے ہیں۔ اُسکے آگے کسی قدر پتھر نکلا ہوا ہے جو چھجے برآمدے کی شکل ہے۔ ایک در کے آگے بہت بڑا سرو کا درخت ہے۔ اس دالان کی بلندی بھی زمین سے چھ سات سو گز ہوگی اُس سے آگے بڑھ کر سفید رنگ کے پتھر ہیں جہاں کسی قدر دیواریں اُبھار اور قلعے کے برج کے مثل گولائی واقع ہوئی ہے سیاہ پتھر کی دھاریوں سے ایک انسان کی شکل بن گئی ہے۔ آنکھوں کے نشان۔ ناک کی علامت۔ تمام چہرے کا نقش سر پر گول ٹوپی گویا کوئی آدمی چغہ پہنے ہوئے بیٹھا ہے۔ اسکے پہلو میں مغرب کی طرف تھوڑے فاصلے پر موسوم بہ ورجنس ٹیر Virginstear (کنواری کے آنسو) نہایت دلفریب اور خوشنما آبشار ہے۔ پانی کی باریک چادر نہایت نازک اور دلکش لڑیوں میں تقسیم ہوکر تین سو گز بلندی سے گرتی ہے۔ اسم بامسمی اشک دوشیزہ ہے۔ اصلی نام تو ورجنس ٹیر (و۔ ر۔ ج۔ ن س۔ ٹ۔ ی۔ ر) ہے مگر ہمنے اپنے ہموطنوں کے سمجھانے کی غرض سے اشک دوشیزہ موسوم کیا ہے۔

اِسکے مقابل شمالی دیوار کوہ میں کسی قدر اس سے بھی زیادہ دبیز دوسری پانی کی چادر

موسوم بہ **وڈووس ٹیر** Widows tear (و-ڈ-و-س-ٹ-ی-ر-)
گرتی ہی-جسکا ترجمہ اشکِ بیوہ ہی- اسکا نظارہ بھی عجیب دلفریب سماں ہی-اسی سمت
مین تئیس چھبیس گز چوڑی نہایت عجیب خوش منظر ایک آبشار اور ہی آٹھ سو اسّی فیٹ بلندی
سے ایک بہت دبیز پانی کی دھار بیشمار نازک نازک پھولدار لڑیوں میں منقسم ہوکر درّے
مین گرتی ہی- اسکا نام **برائیڈل ویل** Bridal veil (دولہن کی نقاب)
ہی- نظر پڑتے ہی خیال بیساختہ تسلیم کرلیتا ہی کہ واقعی اسم با مسمّےٰ **نقاب عروس** ہی
آبشار کا پانی-رفتار کی تیزی-منفذ کی بلندی اور ہوا کے جھوکوں سے چمکدار اور سید ہی
چٹانوں کے شرگیں چہرے کی جھلک دکھاتا ہوا فرضی عروس کے قدموں پر گرنے سے
باریک باریک قطروں کا ہجوم ہوا کی فضا کو سرمئی ابر کا نازک لباس پہناتا ہی اور مقابل
مین آفتاب عالمتاب اس خیالی عروس کے شرمیلے چہرے کو دیکھنے کے شوق مین
نقابِ عروس کو تیر نظر کا نشانہ بناتا ہی تو نقاب کی اوجھل میں نورانی چہرے کی جوت اور
آفتاب کی جھلملاتی ہوئی شعاعوں کے عکس سے سرخ-زرد-سبز-نارنجی-اودی اور نافرمانی
پنجرنگی دھنک پڑجانے سے عجیب سماں نظر آتا ہی معلوم ہوتا ہی عروس کے چہرے پر
سہرے کی شکل جواہر لڑیاں فطرتی حسن کے نشے سے مست ہوکر جھوم رہی ہیں)
سبحان اللہ نیرنگِ قدرت کا عجیب حیرت انگیز کرشمہ ہی جسکی زیارت سے آنکھوں میں
نور-دماغ کو تازگی اور دل میں انبساط کے جوش کو ترقی ہوتی ہی- اس آبشار سے کسی قدر
مشرق کو جاکر دو اور بلند چوٹیاں ہیں-ایک پوری گنبد کی شکل ہی دوسری ناتمام ناقص

وکامس گنبد کے نام سے معروف ہیں۔ اسکے برابر تین سیدھے پتھر بازمین وسر ہوا نزاہد ان آزاد کی طرح قیام کی حالت میں پہلو بہ پہلو کھڑے ہیں۔ تھری برادرس (تین بھائی) نام سے موسوم ہیں۔ اِن سے کسی قدر اور فاصلے پر ایک مینار نما چوٹی ہی جسکو سنتری کہتے ہیں۔ شمالی سمت میں ایک اور چوٹی ہی جسکو معمار قدرت نے ہیکل کلیسا کے مثل تراش کر کمال صنعت دکھایا ہی۔ اسکا نام کیتھڈرل Cathedral یعنی گرجا مشہور ہی۔ مسافروں کے سوا یہاں کے عام باشندے بھی عیش و نوش کی غرض سے ان پہاڑوں میں بہت آتے ہیں۔ خصوصاً اہل دھات کے ہر ایک گھر میں ایک بڑی چوپہیہ گاڑی ہی اُسی میں کھانا پینا اوڑھنا بچھونا چھوٹی سی چھولداری سب سامان ضروری وہی سواری جسقدر زیادہ بوجھ ہوا اُسی قدر گھوڑے لگا دیئے اِن دروں میں آ کر کسی چشمے کے کنارے درختوں کے نیچے گھاس میں ڈیرے کرتے ہیں رات کو سونے کے واسطے گاڑی کے سوا کپڑے کے پلنگ درختوں میں لٹکا دیتے ہیں۔ قدرتی غذا گھاس سے گھوڑے اور اپنے ساتھ لائے ہوئے سامان سے خود سیر ہو کر گلگشت اور تفریح میں مصروف رہتے ہیں۔ اکثر زین سواری میں اور خاصکر ایسے محل پر چھوٹے چھوٹے گدھے۔ خچریں گھوڑا بھی کچھ مہنگا نہیں ہی۔

شہروں میں تو غلاظت کے واسطے نل لگا ہوا ہی مگر دہات میں خاکروب نہونے کے باعث غریب لوگ ایک گھڑا گڑھا کھود کر اُسکے اوپر تختہ پاٹ کر پاخانہ بناتے ہیں۔ نہایت کثیف اور متعفن رہتا ہی۔ مگر کیا کریں۔ اگر ہمارے ملک میں ہندو حکیموں کی ایجاد ہر ایک

عزیز یا ذلیل پیشہ کسی ایک ہی قوم پر حصر نہو کر جاروب خاکروب وغیرہ مقرر نہوتے تو سوائے
اِس تدبیر کے کیا چارہ تھا حقیقت یہ ہے کہ بیچارے غریب مفلس تمام دنیا میں بیشمار
مصیبتوں کا نشانہ ہوتے ہیں یہاں امیر ہوں یا غریب - شہری ہوں یا دیہاتی سب
یوروپین قوموں کی ایک نسل ہی مگر غربا کی عورتیں مرادآبادی گبرون جیسے سستے اٹھ گرہ
کپڑے کے لہنگے - اُسی کی ایک کرتی جسکو زنانہ کوٹ کہہ لو - ہاتھی کے کان کی طرح
جھجھا گے نکلی ہوئی میلی کچیلی ٹوپی مگر وہ بھی اُسی قسم کے کپڑے کی بچے بھی صرف ایک
ویسکوٹ اور پتلون پہنے - باقی سروپا برہنہ رہتے ہیں -

۱۵ - جون - کھانے کے بعد بارہ بجے یوسی مٹی ویلی سے آٹومنی ہوٹل
کو روانہ ہوئے - رات وہاں بآرام بسر کی -

۱۶ - جون - صبح کو کھانا کھانیکے بعد مع ہمراہیوں کے چوکڑی میں سوار ہو کر وادونہ نام
درختوں کے دیکھنے کو روانہ ہوئے - اسٹومنی ہوٹل سے ایک دوسری راہ درختوں پر
ہوتی ہوئی ریمین (ر-ی-م-ن) کو جاتی ہی - کسی قدر بھیر ہوگا - ہوٹل سے اٹھ میل پر
یہ بے نظیر درخت واقع ہیں - مشہور ہی کہ دنیا میں ان سے زیادہ پُرانے - موٹے
اور بلند درخت نہیں ہیں - اوّل جنگل میں کسی قدر چھوٹے درخت جنکا دور چھ گز تک ہوگا
اور اسی قدر بڑے یوسی مٹی ویلی کی راہ میں کہیں کہیں اور بھی تھے - غرضکہ آٹھ میل کے
قریب چل کر گرنزلی جنٹ نام درخت پر پہنچے - اِس درخت کا دور یعنی موٹائی ۹۳ فیٹ
اور بلندی دو سو پچیس ۲۲۵ فیٹ ہی - یہ سب درخت کاج کے ہیں جو سرو کی قسم ہی یعنی تال وغیرہ

پہاڑوں پر بھی بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اِن درختوں کی عمر حساب سے چار ہزار برس کی ثابت ہوتی ہی۔ اِس قسم کے بڑے درخت جو ہمنے دیکھے تقریباً سوسوا سو ہونگے اور تین میل تک ہمکو ملتے گئے۔ اُن سب میں تین چار درخت نہایت عجیب ہیں راستے سے بچکر شاندار بھی ہوں۔ ایک درخت تین سو سینتیس ۳۳۷ فیٹ بلند اور ایک سو آٹھ ۱۰۸ فیٹ مدور ہی۔ اُس سے کسی قدر آگے جاکر بیچ راستے میں واوونہ نام کا درخت ہی اس کا دور سو ۱۰۰ فیٹ قطر اُنتیس ۲۹ فیٹ اور بلندی دو سو ساٹھ ۲۶۰ فیٹ ہی۔ اِس درخت کے وسط میں ایک محرابی دروازہ گاڑی نکلنے کو تراش دیا ہی۔ ہماری چوکڑی گاڑی اُسکے اندر سے بآسانی نکل گئی۔ سوراخ کے اطراف میں بھی جڑ میں اسقدر موٹائی باقی رہگئی ہی کہ جسکی قوت پر اس قدر بلند اور بھاری درخت قائم ہی۔ اور درخت بھی ہیں مگر اِن سے چھوٹے ایک اور درخت ہی جو واوونہ نام درخت کے قریب گرا ہوا پڑا ہی۔ اتنا موٹا ہی کہ دس سیڑھیوں کا زینہ اُس پر لگا ہوا ہی ہم سب زینے کے وسیلے سے چڑھے اور نوک کی طرف جاکر اُترے۔ واوونہ سے کسی قدر آگے جاکر ایک خشک درخت کھڑا ہی جڑ میں طبعی کون وفساد سے ایک دروازہ بن گیا ہی تمام درخت سر سے پانو تک خالی ہی۔ دروازے سے درخت کے اندر جاکر دیکھیے تو آسمان نظر آتا ہی اِسلیئے اُس کو دوربین کہتے ہیں۔

اِن تمام راہوں میں اس قدر گرد بدن پر پڑتی ہی کہ کبھی سخت سے سخت آندھیوں میں بھی تجربہ نہیں ہوا۔ تمام جسم۔ کپڑے۔ آنکھ۔ ناک اور کان گرد آلود اسطرح ہوجاتے تھے جسطرح مرغ یا تیتر خاک میں لوٹ کر گریز کرلیتا ہی۔ گرمی بھی زیادہ ہی۔ اسٹونی ہوٹل کے سوا جہاں

ساٹھ ڈگری پر پارہ تھا اور سب جگہ آج کل ۹۰ ڈگری ہی - کالی فورنیا کے فواکہ اور میوہ جات مشہور ہیں - چنانچہ اس فصل میں نہایت عمدہ گیلاس (چیری) نارنگیاں - آڑو - خوبانی اور اسٹابری وغیرہ افراط سے ملتے ہیں - غرضکہ غروب کے قریب ہم ریمن پہنچے - کپڑے بدلے اور جسم کو حتی الوسع گرد سے پاک کیا - کھانا کھا کر ریل میں سوار ہوئے - کسی قدر چل کر بریسنڈا اسٹیشن ٹھیرے رات بھر ریل یہاں کھڑی رہتی ہے مسافر گاڑیوں میں سوتے رہے - صبح کو پھر روانہ ہوئے اور ساڑھے بارہ بجے سین فرانسسکو پہنچے اُسی کشتی پر جسکا ذکر پہلے لیا گیا ہی بیٹھکر دریا کو عبور کیا - ڈیڑھ بجے پیلیس ہوٹل میں پہنچ گئے -

یونائٹڈ اسٹیٹ امریکہ کی مردم شماری ساٹھ ملین (چھ کرور) ہی -

الاسکا

۱۸ - ۱۹ - جون - اِس عرصے میں شہر کے مختلف کوچے - دریا کا گھاٹ اور گولڈن گیٹ پارک وغیرہ کی سیر کی چھ بجے شام کو ہوٹل سے سوار ہو کر اُسی پہلی کشتی میں سوار ہونے کو گھاٹ پر آئے اور ایک گھنٹے میں خلیج کو عبور کیا - دوسرے کنارے پر اوکلنڈ Oakland اسٹیشن سے - ریل میں سوار ہو کر جا بجا بیٹھ گئے - انشا اللہ تعالے ٹکوما Tacoma سے جہاز پر سوار ہونگے -

۲۰ - جون - سین فرانسسکو سے چل کر قریب ایک گھنٹے کے بعد اوکلنڈ

والی خلیج کی دوسری شاخ راستہ میں ملی - ایک نہایت مضبوط دو انجن کی کشتی جسکے سطح
پر تین چار لائن ریل کی لگی ہوئی تھیں - سڑک سے ملی ہوئی کھڑی تھی - ریل سیدھی مع
انجن کے کشتی میں چلی گئی اور گاڑیوں کو دو تین صفوں میں برابر برابر کشتی پر کھڑا کر دیا گیا - مسافر
بے خبر آرام سے بیٹھے رہے - کشتی نے پوری ٹرین کو لیکر مقام **ولیجو** Valeejo
اور **ڈون شو** Dounsho کے بیچ میں دریا سے عبور کیا - اِس کنارے پر بھی کشتی
ریل کی سڑک سے آکر لین سے لین مل گئی ریل آگے روانہ ہوئی -

۲۱ - جون - صبح کو نو بجے **شاسٹا** کوہستان کے دروں میں پہنچے اور
کپتان کالون صاحب بہادر جو پہلے سے مچھلی کے شکار کو آئے تھے یہاں مل گئے -
راستے کے دونوں طرف دور دور تک کاسنی رنگ کے پھولوں سے جنگل پٹا ہوا ہی -
دو سوراخوں میں سے جنمیں ایک تین ہزار چھ سو فیٹ (۳۶۰۰) لمبا اور دوسرا پہلے سے کسی قدر کم
تھا - ریل گزری - نہایت تاریک اور گھٹے ہوئے تھے - بڑے سوراخ کا نام **سس پین**
Sis pan ہی - ریل کی سڑک ندی کے کنارے کنارے پیچیدہ دروں میں سے
گزرتی ہی - جسطرح ندی کے پیچ و خم واقع ہوئے ہیں اُسی طرح سڑک کو بھی بنا دیا ہی - جا بجا
شاسٹا پہاڑ کی چٹانوں سے پانی کی چادریں گرتی ہیں ایک جگہ دو فوارے جادر کے
نیچے زمین کے اندر لگے ہوئے ہیں - بہت بلند پانی کو پھینکتے ہیں پندرہ سولہ گز
تک دھار جاتی ہی - اِس مقام پر سوڈا واٹر کا قدرتی چشمہ ہی زمین کے اندر سے کاربانک
السِڈ گاس ملا ہوا پانی نکلتا ہی - گز سوا گز مربع ایک پختہ حوض بنا کر کسی قدر پانی اُسمیں

جمع رہتا ہے۔ حوض کے سوا اور جگہ بھی براس کاک لگے ہوتے ہیں اور دس بارہ گلاس ٹین کے رکھے ہیں۔ اکثر مسافروں نے گاڑی سے اُتر کر سوڈا واٹر پیا اور بعض نے خالی بوتلیں جو اسی غرض سے ساتھ لائے تھے بھر لیں۔ مولوی فرخی اور عبدالمجید خان نے بھی پیا۔ کہتے ہیں بہت تیز اور عمدہ ہے۔ کوہستان شاشٹا سے جو ٹرین گزرتی ہے اُسمیں ایک گاڑی جسکی چھت وغیرہ تختے کی نہیں ہے اور ہر طرف شیشہ لگا ہوا ہے اس غرض سے لگاتے ہیں کہ جسکا جی چاہے اُسمیں بیٹھکر کوہستان کی سیر دیکھے اس گاڑی کو آبزرویشن کار کہتے ہیں۔ جس جگہ زیادہ خوشنما سین ہوتا ہے وہاں کسی قدر ریل کو روک لیتے ہیں کہ مسافر اچھی طرح سیر کرلیں۔ پہاڑوں کی سیر۔ آبشاروں کا تماشا اور سوڈا واٹر کے چشمے کو دیکھکر پھر اُسی ندی کے کنارے کنارے چلے اور نو بجے کے قریب پورٹ لینڈ پُہنچے یہ شہر نہایت خوبصورت اور مشہور جگہ ہے۔ شہر سے کسی قدر اسطرف کارنالش ندی تین چار گز بلند زمین سے نیچے گرتی ہے عجیب خوشنما مقام ہے۔ برابر اور ہموار ڈھلان پر گرتا ہوا پانی ایک ترچھا آئینہ معلوم ہوتا ہے۔ عجیب خوشنما اور لطیف چشم انداز ہے۔ سین فرانسسکو سے پورٹ لینڈ تک سات سو بہتر میل مسافت ہے۔ شہر کے کنارے پر ریل ٹھیری۔ ہم سب ہمراہیوں کے شہر کے ہوٹل میں گئے۔ چار گھنٹے کے قریب استراحت اور کھانے وغیرہ میں صرف ہوئے۔ کھانے کے بعد پھر ریل میں سوار ہوکر روانہ ہوئے اور کلاما ندی کے کنارے کنارے چل کر کولمبیا ندی پر آئے۔ یہاں پھر اُسی قسم کی کشتی پر جسکا ذکر خلیج او کلنڈ کی شاخ پر ہو چکا ہے ناردرن پیسفک ریلوے ٹرین رکھی گئی اور دریا کو عبور کیا۔ پانچ بجے شام کو ٹکوما پہنچکر بلا فصل گیج ۲

سوار ہوکر دریا کے گھاٹ پر آئے اور الاسکا کے برفستانوں میں جانے کو کوئن اسٹیمر میں سوار ہوئے - جہاز کنارے سے ملا ہوا کھڑا تھا - اسباب اور آدمی اپنی اپنی جگہ پر تقسیم ہوگئے آج صبح کو راستے میں مونٹ ہڈ Mount hood سینٹ ہلینا اور کاما پہاڑوں کی پانچ چھ مخروطی چوٹیاں برف سے چھپی ہوئی نظر آتی تھیں -

کوئن اسٹیمر نہایت پاکیزہ اور خوبصورت جہاز ہی ۱۸۸۲ء عیسوی کی ساخت ہی - درجہ اوّل کے بچاسش مسافر ہیں - عملہ اور دوسرے درجے کے مسافر ملاکر چارسو چودہ - جہاز کا وزن دو ہزار سات سوستائیس ٹن ہی - اوّل درجہ کے سب کمرے اوپر کی منزل اور ڈک پر ہیں سکنڈ کلاس اُس سے نیچے ہی مگر وہ بھی فسٹ کے مثل پلنگ - فرش - لحاف اور برقی روشنی وغیرہ سامان سے آراستہ ہیں - نوکروں کے واسطے بھی ایک وسیع کمرے میں اوپر نیچے پچاس پلنگ ہیں اور ہر پلنگ پر دو آدمی سوتے ہیں - بیچ میں چھ انچ بلند - تختے کی دیوار ہی - بستر وغیرہ سامان بھی مہیا ہی - لائبریری اور کھانے کا کمرہ بھی نہایت خوش قطع اور ضروری سامان سے سجا ہوا ہی اوپر کی منزل میں ایک بڑا سموکنگ روم ہی جہاز کا عملہ نہایت خلیق اور مطیع یوروپین امریکن قوم سے مرکب ہی - شب کو جہاز کنارے پر کھڑا رہا - غروب آفتاب آج آٹھ بجے پر ۲۰ منٹ گزر کر ہوا - جس قدر شمال کی طرف بڑھتے جائیں گے اور دیر میں غروب ہوتا جائے گا -

۲۲ - جون - رات کو چار بجے سے کشتی نے لنگر اٹھایا صبح سات بجے سیٹل

Satle پر پہونچکر کسی قدر ٹھیرے - مسافر اور اسباب اُتارنے چڑھانے کے بعد دس بجے پھر روانہ ہوئے - یہ شہر پہاڑ کی بلندی پر بسایا گیا ہی اور دور سے خوشنما معلوم ہوتا ہی - جہاز کی رفتار فی گھنٹہ سولہ ناٹ ہی - شہر ٹکوما جہاں سے ہم سوار ہوئے ہیں اور سیٹل بائیس برس سے آباد ہوے ہیں - پہلے یہاں ویران جنگل تھا - چند گھنٹے چل کر پورٹ ٹوا سنڈ Port townsend پر پہنچے - یہ قصبہ بھی اُسی طرز پر ہی جیسے کنارے کی پہلی آبادیاں تھیں - شام کو عصر و مغرب کے بیچ میں غالباً چھ بجے ہونگے شہر وکٹوریا پر لنگر ہوا - یہ شہر انگلش کناڈا کے متعلق ہی - دور سے انگریزی نشان کا پھریرا اُڑتا ہوا نظر آتا ہی جس کو دیکھ کر سفر کی بیقراری اور غربت کے خیالات کو سکون - دل کو تقویت اور تشفی ہوتی ہی - مولوی فرخی ہمارے ساتھ جہاز پر رہے باقی سب لوگ شہر میں پھرنے کو گئے -

۲۳ - ۲۴ - جون - وکٹوریا سے لنگر اُٹھا کر جزیرہ وینکو ور کے کنارے کنارے چلے جاتے ہیں - وینکو ور ہر جگہ ہمارے بائیں پر ہی - دریا نہایت ساکت اور بے موج ہی اور عادتاً کسی موسم میں متلاطم نہیں ہوتا - وینکو ور سے آگے بڑھ جانے کے بعد داہنے پر برٹش کولمبیا اور بائیں پر کالورٹ - ہنٹر - پرائیس - پٹ لنڈ - پورچ ڈنڈاس - ڈیوک اور گریونا واقع ہوتے ہیں - گریونا کے قریب سے ہوکر کلارنس اسٹریٹ اور اسٹیون پاسیج سے گزر کر ۲۵ - جون کی شام کو ٹریڈول مین Tradwelmine میں سونے کی کھان پر لنگر ہوا یہ کھان جنیو کے سامنے ڈگلس Deglis جزیرہ کے کنارے پر واقع ہی - کمپنی کے قبضے میں جو سونا نکالتی ہے

تین ہزار فیٹ سونے کا پہاڑ ہی۔ عمق کی قید نہیں جہانتک سونا نکلے جاسے گا کھودیں گے۔ سونا نکالنے کے واسطے پانچ لاکھ ڈالر یا ایک لاکھ پونڈ کی لاگت کا بہت بڑا کارخانہ ہی۔ ایک ریلوے لائن بھی کان سے کارخانہ تک سونے کے پتھر لاد کر لانے کو کارخانے سے متعلق ہی۔ سنگ مرمر کے مثل سپید رنگ کا پتھر۔ اندر باہر سونے کے ذروں سے بھرا ہوا نکلتا ہی۔ اُس کو کارخانے میں لاکر اول چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرتے ہیں پھر ان ٹکڑوں کو باریک پیسنے کے واسطے دوسو چالیس لوہے کے موسل لگے ہوے ہیں جو انجن کی قوت سے حرکت کرتے ہیں اور پتھر سرمہ سا ہو کر نیچے کے درجے میں گرتا ہی۔ کارخانے کی زمین ایک طرف کو ڈھلوان ہی۔ ہر موسل کے نیچے پانی کی نہر بہتی ہی۔ باریک پسے ہوے پتھر کو پانی نشیب کی طرف حوضوں میں بہالیجاتا ہی خاک دُھل جاتی ہی اور سونا حوض میں تہ نشین ہو کر پھر کارخانے میں گلایا جاتا ہی اور بڑی بڑی اینٹیں جنکا وزن بحساب قیمت پندرہ ہزار اور اٹھارہ ہزار ڈالر ہوتا ہی بناکر سین فرانسسکو بھیجے جاتے ہیں۔ پتھر پیسنے والے ہر موسل کا وزن گیارہ من ایک سیر یا نوسو پونڈ ہی اور دوسو چالیس موسل بیس ہزار ایک سو ساٹھ من پتھر پیسکر روز سرمہ کر دیتے ہیں اور ایک من پتھر میں اوسط درجہ ایک روپیہ سوا پانچ آنے کا سونا نکلتا ہی۔ اسی ڈگلس جزیرے میں جنکا طول اٹھارہ میل اور عرض دس میل ہی چاندی اور سونے کے سوا اور کانیں بھی ہیں چنانچہ ٹرِیڈول کان سے چار میل کے فاصلے پر پہاڑ کے نیچے ہلالی نیم دائرے کی شکل کا ایک تالاب ہی جسمیں کئی آبشاریں بہت زور سے گرتی ہیں۔ یہی تالاب

چاندی کی کان ہی اور یہاں سے پانچ میل پر ایک ندی کی ریت سے خالص سونا نکلتا ہی
بہت آسانی سے مٹی کو دھو کر سونا نکال سکتے ہیں۔

کالی فورنیا کی کان جسکا ذکر یوسی مٹی ویلی کے راستے میں ہوا اور جو کالورادو
Kaloradoo پہاڑ میں واقع ہی ٹرنڈوال سے بہتر نہیں ہی۔ غرضکہ کشتی سے اُتر کر
ہمنے سونا نکالنے کے کارخانے کو دیکھا۔ مینیجر نے ایک ایک کل اور انجن کو دکھایا۔
تختے کی عمارت ہی۔ اوپر کے درجے میں پتھر کے ٹکڑے۔ آہنی موسل کے چار طرف
ایک بڑی او کھلی جیسے ظرف میں ڈالتے ہیں۔ اُسی ظرف کے بیچ میں لوہے کا موسل
ہی جو بتدریج ریزہ کرکے پتھر کو نیچے لیجاتا ہی اور پتھر وہاں تک پہنچتے پہنچتے پس کر سرمہ ہو جاتا
ہی مینیجر نے بہت ایسے ٹکڑے جنمیں سونے کے زیادہ ٹکڑے وصل تھے بطور یادگار
پیشکش کیئے اور مسافروں کو بھی جسقدر جسنے چاہا اُٹھانے اور چھانٹنے دیئے۔ جہاز
آنے کی خبر سُنکر کارخانے سے باہر میدان میں کلانکٹ قوم یعنی امریکہ کے اصلی باشندوں
کی عورتوں نے بازار لگا رکھا تھا۔ اِسی پتھر کے ٹکڑے جسمیں سونا آمیز ہی اور چاندی کی
کھان کے پتھر اور ایسی دھات کے ٹکڑے جو سونا سلفٹ آف ایرن اور چاندی سے
مرکب ہیں فروخت کے واسطے رکھے تھے۔ اسکے سوا سمور کی کھالیں۔ سمور کے سلیپر
لکڑی اور چاندی کے چمچے۔ ہاتھوں کی چوڑیاں۔ سونے کے کڑے جو اُنھیں جنگلیوں
کے ہاتھ کے بنے ہوئے ہیں عورتیں بیچتی ہیں۔ گو یہ لوگ غیر مہذب اور وحشی ہیں مگر
دستکاری سے خالی نہیں۔ گھاس کے ڈبے۔ پٹاریاں اور چاندی کے چمچے وغیرہ تو

بہت ہی خوشنما بناتے ہیں شب کو جہاز وہیں ٹھیرا رہا۔ صبح کو جونیو Juneau
ایک مختصر آبادی پر جو دامنے کنارے اور ٹریڈون ہیں سے تین میل ہی کسی قدر قیام ہوا
یہاں بھی جنگلی امریکن سمور کی کھالیں۔ سمور کے موزے۔ سلیپر۔ دستانے اور سونے کے
بتہر کڑے۔ چاندی سونے کی چوڑیاں۔ انگھوٹھی۔ چھلے اور تیر کمان وغیرہ بکتے تھے
اکثر لوگ یادگار کے طور پر خریدتے ہیں۔ اس ملک میں سمور کی قسم بہت عمدہ اور ارزاں ملتی
ہی چنانچہ سفید لومڑی کی کھال فی پانچ ڈالر آنکھیں اور استر لگی ہوئی تیار کھال فی سات ڈالر
ریچھ اور بیور کی کھالیں بھی بہت تھیں۔

الاسکا برٹش کولمبیا سے ملا ہوا نہایت سرد ملک ہی۔ اُسکے جنوب میں برٹش کولمبیا
شمال میں اڈمرلٹی اور جیچک آف جزیرے ہیں۔ غایت طول شمالاً وجنوباً
گیارہ سو میل اور عرض شرقاً وغرباً آٹھ سو میل۔ رقبہ پانچ لاکھ چودہ ہزار سات سو
میل مربع۔ تمام ملک کا دورسات ہزار آٹھ سو ساٹھ میل۔ عرض شمالی ۵۵ سے ۷۱ تک ہی
طول شرقی ۴۲ اسے ۶۶ اتک ہی۔ اِس موسم میں آفتاب رات کو دس بجے کے
بعد غروب اور دو بجے طلوع ہوتا ہی۔ تمام بلند پہاڑوں پر ہمیشہ برف رہتا ہی اور بڑے
بڑے دریا اُسمیں سے بہکر سمندر میں گرتے ہیں۔ نامی اور بڑا دریا یوکن Yukon
ہی جو تین ہزار میل بہکر سمندر میں گرتا ہی۔ یہ دریا دہانے کے قریب جا کر اسّی
میل چوڑا ہی۔

الاسکا کے بلند اور مشہور پہاڑوں میں اکیٹو وال کینو (آتش فشاں) سینٹ الیاس

St Elias ہی جو سمندر کے سطح سے ۱۹۰۰۰ فیٹ بلند اور شمالی امریکہ میں سب
سے بلند چوٹی ہے۔ اس ملک کی امیدگاہ سونے کی کان۔ سمور اور مچھلی کا شکار ہی۔ مچھلی
کے شکار سے ناظرین یہ تصور نکریں کہ شبرتیا بھٹیارہ یا مدارا کہار جال سے پکڑ کر دو
چار آنے کی بیچ کھاتے ہونگے۔ بلکہ لاکھوں من مچھلیاں نمک سود کرنے کے بعد تمام
عیسائی دنیا کو جاتی ہیں۔ لاکھوں روپے کا سمور اور لاکھوں من مچھلی ویس دیس
کو بھیجی جاتی ہی۔ ۱۸۹۲ء میں صرف پچاس لاکھ روپیہ کا سونا کان سے نکالا گیا ہے۔
سمور کی بھی یہی حالت ہی۔

الاسکا نہ سلطنت ہی نہ ملک بلکہ ایک ضلع ہی اور یونائٹڈ اسٹیٹ امریکہ کے متعلق
اریگن اسٹیٹ کے ماتحت ہی قانون نہایت مفید اور عمدہ ہی تمام افیسر یونائٹڈ
اسٹیٹ امریکہ کے پریسڈنٹ کے حکم سے مامور ہو کر آتے ہیں اور بندوبست مفصلۂ ذیل
افسروں سے متعلق ہی۔ گورنر۔ مارشل یعنی افسر فوج۔ کلکٹر محصول۔ ڈسٹرکٹ جج۔
سر دفتر۔ سرویر جنرل۔ ڈسٹرکٹ اٹرنی اور ہر ایک ڈپارٹمنٹ میں ایک ڈپٹی
ہی۔ سب کی تنخواہ قومی خزانے سے دی جاتی ہی باشندے کوئی خاص ٹکس
نہیں دیتے۔

یہ ملک ۱۷۴۱ء میں **وٹس بہرنگ** Vitus behring کے
ذریعے سے ظاہر ہو کر چونکہ سلطنت روس کی سعی سے ملا تھا۔ ابتدا سے روس ہی
کے قبضے میں رہا۔ اصلی امریکن لوگ اس ملک میں تقریباً پندرہ ہزار رہتے ہیں جو زیادہ تر

اینکنک کے سرکل پر بستے ہیں اور آٹھ ہزار یوروپین امریکن جنوبی مشرقی سمت میں آباد ہیں مگر یہ حصہ ضلع سے علیحدہ ہوکر ایک جداگانہ علاقہ شمار ہوتا ہے۔ بارش کا سالانہ اوسط اسی انچھ ہے۔ مقام جنیو جو ۱۸۸۰ء میں آرتی ہیرس اور جوزف جنیو کے وسیلے سے قائم ہوا معدنی اور تجارتی جسم کا دل ہے۔ یہ دونوں شخص تحقیق حالات کے واسطے سفر پر مقرر تھے۔ انہیں دونوں شخصوں نے سونے کی بیش بہا کان پائی اور فوراً ویران زمین کو آباد کرنا شروع کر دیا کان ملنے کی خبر سنتے ہی دور دور سے لوگ آکر بسنے لگے۔ سب سے پہلے جوزف جنیو نے مکان بنایا جو اب والن ٹائن جیولری اسٹور Yalentine.sJewelrystote کے قبضے میں ہے غرضکہ بہت جلد ملک آباد ہوگیا۔ اور تھوڑے عرصے میں تجارتی کارخانے۔ ہوٹل۔ مال کے گودام اور ناچ گھر وغیرہ بن گئے اِس ملک کو روسیوں نے ۱۸۶۷ء میں امریکن سول وار✝ کے بعد بہتر لاکھ ڈالر (چودہ لاکھ چالیس ہزار پونڈ) (دو کروڑ سولہ لاکھ بیس ہزار روپے) کو یونائٹڈ اسٹیٹ امریکہ کے ہاتھ بیچ ڈالا۔

۲۵ جون۔ صبح سے ہمکو برف کے ٹکڑے جنکو انگریزی میں آئس برگ کہتے ہیں پانی پر تیرتے ہوئے مل رہے ہیں۔ بہت خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔

✝ امریکہ کی لڑائی جو غلاموں کے آزاد کرانے پر شمالی اور جنوبی امریکہ والوں میں واقع ہوئی سول وار کہلاتی ہے۔ شمالی امریکہ کی طرف سے جنوبی پر زور ڈالا گیا تھا کہ وہ بھی اپنے غلام آزاد کر دے۔ اس لڑائی میں شمالی امریکہ نے فتح پائی اور اُنکے غلام آزاد کرا دیے۔

۲۶ جون - جس راہ سے ہمارا جہاز گزر رہا ہی اُسی کے دونوں طرف بہت قریب جنگل اور پہاڑ ہی بیچ میں دریا ساکت اور بے موج کف دست کی طرح بے حرکت ہی جسقدر برف کے پہاڑوں اور منجمد ندیوں سے قریب ہوتے جاتے ہیں اُسی قدر بڑے بڑے برف کے جزیرے کثرت سے ملتے جاتے ہیں۔ اکثر سفید اور بعض مثل نیلم کے خوشرنگ آبی ہیں۔ برف کا وزن پانی کی نسبت ہلکا ہوتا ہی اور آٹھ نو ۹ حصے کے قریب پانی میں ڈوب کر ایک حصہ سطح پر اُبھرا ہوا رہتا ہی۔ سوائے آئس برگ کے دوسرا حسن یہ ہی کہ بہت قریب قریب چھوٹے چھوٹے نہایت سبز و شاداب جزیرے کثرت سے واقع ہوئے ہیں۔ ان جزیروں کی خوبی کو جنگلی درختوں کے جھنڈ اور بھی زیادہ رونق دیتے ہیں۔ ان جزیروں کی وسعت پچاس گز۔ سو۔ بعض ڈیڑھ سو گز مدور سے زیادہ نہیں ہی۔ بعض جگہ کناروں کا جنگل اور پہاڑ جہاز سے سو گز تک فاصلے پر واقع ہوتا ہی اور بعض جگہ کھُلے ہوئے پانی میں گزرتے ہیں۔ بارہ بجے کے بعد ایسے مقام پر پہنچے جہاں پانی جھیل کی طرح تین طرف پہاڑوں سے گھرا ہوا ہی۔ بائیں طرف کے پہاڑ میں ایک درہ جو تقریباً چھ سات سو گز چوڑا ہوگا سر سے پانو تک برف سے بند ہی۔ یہ برف ندی بہکر آتی ہوئی جم جانے سے پیدا ہوا ہی۔ اگرچہ گرد و غبار نے برف کے نورانی چہرے کو کسی قدر مکدر کر دیا ہی مگر پھر بھی کیفیت سے خالی نہیں ہی۔ اس درّے کے پیچھے بھی بہت بلند اور لمبی دیوار برف کی نظر آتی ہی۔ ایسے دروں میں پہاڑ کی بلندی سے بہکر آنے والی ندیاں جم جاتی ہیں تو اُن کو گلیشیر کہتے ہیں۔ اور ایک دوسرا درّہ نہایت

خوبصورت آبی برف سے بنا ہی جسکو تاکو گلیشیر کہتے ہیں۔ صد ہا گز بلندی پر برف کی
پست و بلند مینا ریں اور گنبد نما چوٹیاں اُنکے بیچ میں کہیں کہیں کوچوں کے مثل نالیاں واقع
ہونے سے معلوم ہوتا ہی بلور کا بنا ہوا شہر آباد ہی۔ جہاز بہت قریب تک گیا۔ پانسو من سے
پندرہ اور دس من تک بھاری برف کے ہزاروں ٹکڑے پانی پر تیر رہے ہیں۔
جہاز کے عملے نے ایک لوہے کے جال میں پھنسا کر ہزاروں من برف دریا سے
اُٹھایا اور جہاز پر رکھ لیا۔ جہاز میں صرف ہونے کے سوا اس برف کو دور دور ملکوں میں
جا کر بیچتے ہیں۔ اسی قسم کا برف اکثر بمبئی اور برف کی مشین جاری ہونے سے پہلے وسط
ہندوستان تک آتا تھا۔ یہ برف نہایت لطیف اور شیریں چشموں کا پانی سردی کی شدت
سے جما ہوا ہی ورنہ سمندر کا پانی کبھی برف نہیں بنتا۔ بعض ٹکڑے اسقدر بڑے ہیں کہ
ایک بڑے مکان کی برابر صرف پانی سے باہر نکلا ہوا حصہ نظر آتا ہی۔ ایک بہت بڑا
ٹکڑا برف کا جہاز میں رکھنے کو اُٹھایا گیا۔ دس بارہ من سے کم بھاری نہ تھا۔ اندر کے
درجے میں نہ جا سکا۔ ناچار اوپر رکھ کر اور لوہے کے کدالوں سے ٹکڑے ٹکڑے توڑ کر
اِدھر اُدھر رکھ دیے گئے۔ تاکو گلیشیر اِس قدر خوبصورت اور دلچسپ ہی کہ ایک
لحظہ تماشے سے جی سیر نہیں ہوتا جہاز کے سامنے کی طرف بیالیس ڈگری سردی
اور کیبن کے آگے برآمدے میں اِس وجہ سے کہ لوہے کے نل گرم بھاپ سے بھرے
ہوئے جال کی طرح پھیلے ہوئے ہیں پچپن چھپن ڈگری پر پارہ تھا۔ گھنٹہ بھر کے قریب
وہاں ٹھیرے۔ بعض مسافروں نے برف کی تصویریں کھینچیں۔ پھر کسی قدر اُلٹے قدموں

پھر کر داہنی طرف مُڑے اور چل کاٹ کو چلے - چونکہ کُہر کی شدت میں دس پندرہ گز فاصلے سے زیادہ نظر نہیں آتا ناچار چلکاٹ کے قریب تک جا کر پیچھے ہٹنا پڑا - تمام رات چلتے رہے - آج دس بجے آفتاب غروب ہو کر دو بجے پر طلوع ہوا -

۲۷ جون - ایک بجے کے قریب بیرن آف Baran off جزیرے کے کنارے سٹکہ Sitka پر لنگر ہوا - مسافر جہاز سے اُتر کر شہر کو گئے - لنگرگاہ کے قریب امریکن وحشی عورتیں چاندی کا اسباب چمچے وغیرہ - تیر و کمان - لکڑی کے برتن اور چمچے - گھاس کی بُنی ہوئی ٹوکریاں - پٹاریاں اور سمور کے دستانے وغیرہ بیچ رہی ہیں - اِن عورتوں کے چوڑے چکلے چہرے - گول گول آنکھیں بعینہٖ لداخی عورتوں کے مشابہ ہیں - رنگ گورا ہی مگر یوروپین امریکن قوم سے ممیز ہیں - صاف پہچانا جاتا ہی کہ یہ لوگ دیسی ہیں - اِس قوم کے اکثر لوگ جو عیسائی آبادیوں میں رہتے ہیں عیسائی ہیں - باقی جنگلوں کے رہنے والے اپنی پُرانی حالت پر اَب تک بُت پرست ہیں - زبان بھی علیحدہ ہی - اکثر گفتگو کے وقت خ - ٹ - ک - غ - ش - سے الفاظ مرکب پائے جاتے ہیں - چونکہ یوروپین امریکن انگریزی زبان بولتے ہیں اِس لیئے اُنکے میں سے بعض انڈین امریکن بھی انگریزی بولنے لگے ہیں -

سٹکہ بہت ہی مختصر لکڑی کی عمارت کا قصبہ ہی - گھاٹ سے کسی قدر فاصلے پر بازار میں گریک چرچ ہی جو روسیوں کا مذہب ہونے کی وجہ سے اُنھیں کے تسلط کے زمانے کا بنا ہوا ہی - ہم - مولوی فرخی - عبدالصمد خاں - کپتان فتحیاب خاں

عبدالمجید خاں اور مسٹر ٹڈن آبادی سے گزر کر دریا کے کنارے جنگلی درختوں
کے بن میں ایک چھوٹی سی ندی پر گئے - اس ندی کو انڈین ریور کہتے ہیں -
پہاڑی ندی معلوم ہوتی ہی - پتھر کے روڑوں پر نہایت سرد اور موتی سا نتھرا ہوا صاف
پانی بہتا ہی - عمق بھی زیادہ سے زیادہ ۱۲ بارہ گرہ ہوگا - کسی قدر تفریحاً کنارے پر
بیٹھکر **عجائب خانہ** دیکھنے کو آبادی میں واپس آئے - فی کس ۲۵ پچیس سینٹ لیکر
دکھاتے ہیں چھوٹا سا ایک کمرہ ہی - اکثر امریکن جنگلیوں کے اسباب و آلات رکھے ہیں
عجائبات دنیا سے نہایت عجیب یادگار میمتھ Mammoth کی ہڈیاں ہیں -
اِس نام کا حیوان اگلے زمانے میں ہوتا تھا اَب اُسکی نسل مفقود ہی مگر کہتے ہیں افریقہ میں
اَب بھی موجود ہی - امریکہ میں بعض جگہ برف کے نیچے مردہ میمتھ دبے ہوئے نکلے ہیں
چونکہ برف کے اندر کسی جسم میں کون و فساد نہیں ہوتا اس لیے سب لاشیں زندہ کے مثل
صحیح و سالم تھیں - اِس حیوان کے جسم کا طول ۳۰ تیس فیٹ اور قد کی بلندی ۲۰ بیس فیٹ -
ہاتھی سے مشابہ - تمام بدن پر دبیز اور سرخ رنگ کے لمبے لمبے بال - آنکھیں لمبی - کان
چھوٹے - سونڈ بھی بہت لمبی - دانت زیادہ سے زیادہ اَب تک پانچ گز لمبے پائے
گئے ہیں - چنانچہ **مسٹر فول** نے جو دانت الاسکا سے خریدے ۱۵ پندرہ پندرہ فیٹ
لمبے تھے - عجائب خانے میں نو دانت رکھے ہیں - ایک سر کی ہڈی میں لگا ہوا تھا -
مولوی فرخی نے بالشت سے ناپا ہونے دو گز ہڈی سے باہر تھا - ایک گز جبڑے
کے اندر بھی ہوگا مگر موٹائی بھینسے کے سینگ سے زیادہ نہیں ہی - علیحدہ رکھے ہوئے

دانتوں میں ایک پونے تین گز لمبا اور بیچ میں سے گیارہ گرہ موٹا تھا۔نوک بہ نسبت جڑ کے پتلی نوکدار اور بشکل خمیدہ ہی۔علم حیوانات کے علما نے تحقیق کیا ہی کہ یہ حیوان گرم ملک کا ہی جس زمانے میں یہ ملک گرم تھا میمتھ بھی زندہ تھا۔مگر زمین پر موسم ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں جب یہاں سردی زیادہ ہوئی اور برف گرنے لگا تمام نسل نابود ہو گئی۔اُسی زمانے کی مردہ لاشیں برف میں دبی ہوئی نکلتی ہیں۔میمتھ کی زندگی کے زمانے کو **طوفان نوح علیہ السلام** سے پہلے قیاس کرتے ہیں۔اسکے سوا زرد۔سرخ۔سپید اور ابلق لومڑیوں کے سمور نمونے کے طور پر رکھے ہیں۔یہ بھی اِس برفستان کا تحفہ ہی۔کئی جوڑی شیر ماہی کے دانت بعض سر کی ہڈی کے ساتھ جڑے ہوے اور بعض علیحدہ رکھے ہیں۔ہاتھی کے دانت کی بہ نسبت زیادہ مضبوط اور بہت خوبصورت جوہر دار چیز ہی۔

والرس Walrus مچھلی بھی ہاتھی سے بہت مشابہ ہوتی ہی۔جسم بعینہ بغیر پانوں کے ہاتھی کا دھڑ ہی۔ البتہ چہرہ شیر کے ہمشکل ہوتا ہی اور ہاتھی کی طرح دو دو دانت نیچے کی طرف کو سیدھے جھکے ہوئے آٹھ دس گرہ لمبے چار گرہ کے قریب موٹے ہوتے ہیں۔

اِس ملک میں بہت بڑا شکاری پرند **عقاب** ہوتا ہی سر اور گردن سپید باقی جسم کے پروں کا رنگ چیل کی طرح مخلوط۔دو دو انچھ لمبے ہلالی ناخن۔پنجے اسقدر تیز اور قوی ہیں کہ جس چیز پر گُتھ جائیں پھر مشکل سے کھُل سکیں۔عجائب خانے میں بھی ایک مردہ

عقاب زندہ کے مثل بناکر رکھا ہی۔

کئی قسم کے تیر اور کمانیں جنگلیوں کی رکھی ہیں جنمیں بعض کمانیں مچھلی کی ہڈی کو خم دیکر اُسی کے پٹھے کا رودہ چڑہایا ہی۔ بعض کمانیں سخت اور مضبوط لکڑی کی بھی ہیں۔ تیروں پر نوکدار ہڈیوں کی بھال لگی ہوئی ہی۔ بعض اسطرح بناسے ہیں کہ نلی کی ہڈی کو ایک طرف سے لکڑی میں پرویا ہی اور دوسرے سرے کو شگاف دیکر اُسمیں لوہے کی بہت چوڑی سنان لگائی ہی کسی تیر میں چقماق کے تپھر کو پیکان کے مثل نوک اور دھار نکال کر لگادیا ہی مگر پیکان صرف تپھر کی ہی باقی تیر کی وہی حالت ہی کہ لکڑی میں نلی کی ہڈی اور ہڈی میں پیکان۔ بعض تیر ایسے ہیں کہ لکڑی پر لوہے کی زہرآلود پیکان لگائی ہی۔ اِس تیر کا زخم زیادہ تکلیف دیتا ہی اور انسان ہلاکت سے نہیں بچ سکتا بس چھو جانا کافی ہی۔ اِنکے علاوہ چند سر الک lk کے تھے اِس جانور کو جھانک یا بارہ سنگھے سے مثال دے سکتے ہیں۔ مگر اُن کے قسم میں اور الک میں بڑا فرق یہ ہی کہ الک کے سینگ تاڑ کے پتّوں کی طرح تختہ تختہ جڑے ہوسے ہوتے ہیں دو ڈھائی گز چوڑے دروازے سے نہیں گزر سکتا۔

آبی اور سیاہ نقطہ دار کئی انڈے ہیں مگر معلوم نہیں کس جانور کے ہیں۔

زیادہ دلچسپ جنگلیوں کے اسباب اور آلات ہیں انکے سوا بہت باریک مچھلی کی کھال کا لباس ہی جسکو برف میں رہنے والے اِس غرض سے پہنتے ہیں کہ پانی میں بدن تر نہو اور سردی بھی اثر نکرے۔ بعض لباس سپید کمخت کے مثل قدرتی چارخانہ

پڑی ہوئی دانہ دار کھال سے بنائے ہوئے ہیں - قریب قریب گوہ کی کھال سے مشابہ ہی مگر بہت صاف اور مضبوط - پچاس ساٹھ برس پیشتر جبکہ ڈائن اور جادوگروں کی نسبت لوگ یقین کرتے تھے کہ وہ جس انسان کو چاہیں برباد کر سکتے ہیں سلطنت روس نے ایک عملہ ڈائن اور ساحروں کے قتل پر مقرر کیا تھا - عجائب خانے میں اُن ساحرکش سپاہیوں کی وردی ایک لکڑی کے پُتلے کو پہنا کر خیالی ڈائن اور جادوگروں کو قتل اور گرفتار کرتے ہوئے نمونے کے طور پر بنا رکھی ہی نہایت عجیب اور ہیبت ناک وردی ہی - ٹوپی میں دو سینگ بھی لگے ہوئے ہیں ہوبہو وہی ترکیب ہی جیسے پارسی لوگ تھیٹر میں کالے اور لال دیو بنا کر پیش کرتے ہیں - اِسکے سوا جنگلیوں کے دستانے اور گھٹنوں تک لمبے موزے وغیرہ بھی ہیں -

دو مجلسیں جنگلیوں کے برہنہ ناچ کی مٹی کی مورتوں سے بنا رکھی ہیں جنسے ناچ کی طرز اور تعیش کا طریقہ ظاہر ہوتا ہی اُن میں سے بعض مردوں کی آرائش اور سنگار کی یہ طرز ہی کہ دونوں طرف گالوں پر بجائے گل مچھوں کے دو لیموں چپکا لیتے ہیں باقی بدن مادر زاد برہنہ ہی -

چار قسم کے مچھلی پکڑنے کے جال رکھے ہیں - اِن جالوں کو ویل مچھلی کی ہڈی کے تار بنا کر اُن سے بنتے ہیں نہایت مضبوط چیز ہی -

اسکے سوا ریچھ کے دو تین سر جنکے مُنہ میں شکار بھی ہی اور دو جنگلی کُتّے زندہ کے مثل بنا کر رکھے ہیں - کُتّا خوبصورت ہی لومڑی اور گیدڑ کی ملی جلی نسل معلوم ہوتا ہی - اس

امر سے تعجب نہیں کرنا چاہیئے کہ ریچھ کے منہ میں خشکار کیوں ہی - ریچھ گو پھل پھلاری گھاس پات کھانے والا جانور ہی مگر برف کا ریچھ گوشت ہی کھاتا ہی -

چند نمونے تانبڑے کی کھان کے ہیں - یہاں تانبڑا اس طرح پیدا ہوتا ہی کہ سنگ خارا کے ٹکڑوں میں تانبڑے کی ہشت پہل گوٹیاں نہایت مضبوطی سے جڑی ہوئی ہیں پتھر کو توڑ کر تانبڑا الگ کر لیتے ہیں - سونا چاندی اور لوہا وغیرہ معدنیات کے نمونے بھی رکھے ہیں - دو۲ تین۳ کشتیاں تین۳ اور چار۴ فیٹ لمبی دو۲ فیٹ چوڑی جنمیں تختے کی عوض سیل Seal کا چمڑا منڈھا ہوا ہی اور دونوں طرف مچھلی کی ہڈیاں کمان کی طرح خم دیکر پٹیوں کی جگہ لگائی ہیں - ایک کشتی قریب آٹھ۸ نو۹ فیٹ کے لمبی ہی اسمیں بھی لکڑی کی جگہ مچھلی کی پسلیاں ہیں اور تمام سیل کے چمڑے سے منڈھی ہی - ایسی کشتی ہمیشہ پانی اور برف کے صدمے سے محفوظ رہتی ہی - برف میں رہنے والے لوگوں کے واسطے خشکی کا مرکب بغیر پہیوں کی گاڑی ہی جسمیں مچھلی کی موٹی موٹی ہڈیاں کشتی کے پینڈے کی طرح خم دیکر لگاتے ہیں - گاڑی کی پوشش اور نشست کا حصہ سیل یا ریچھ کی کھال سے بناتے ہیں گھوڑے کی جگہ کتے یا بکری - بعض گاڑیوں میں بارہ سنگا جوڑتے ہیں - بہت آسانی سے برف پر پھسلتی ہی - اسی قسم کے تین۳ گاڑیاں یہاں بھی رکھی ہیں - اسکے سوا دو چھوٹی چھوٹی توپیں گز بھر اور بارہ گرہ لمبی اور ایک بڑی ساڑھے تین گز لمبی آٹھ گرہ موٹی اور چند چقماق کی بندوقیں روسیوں کے زمانے کی یادگار ہیں - اگرچہ مختصر سی عمارت اور بہت کم اسباب ہی مگر اصلی باشندوں کے اسباب و آلات کی عمدہ

یادگار ہی۔ عجائب خانے سے جہاز کو آتے ہوئے ہمنے گریک چرچ کا گرجا دیکھا۔
آدھا ڈالر لے کر سیر کراتے ہیں۔
آج شام کو اہل جہاز کی طرف سے شہر والوں کے واسطے ناچ اور گانے کی دعوت ہی
نو بجے سے شروع ہوگی۔

۲۸ جون - دس بجے جہاز لنگر اُٹھا کر آڑے ترچھے پیچیدہ راستے سے روانہ
ہوا - جس راہ سے آئے ہیں اُسی طرف اُلٹے قدموں پھر کر **میر گلیشیر**
Muir glacier کو جاتے ہیں۔ سٹکہ کے داہنی طرف **کروز آف**
Krozoff جزیرے کے ساحل پر ایک پہاڑ اور جنگل جو جہاز سے پانسو گز
فاصلے پر ہوگا ملتا ہی۔ روسی آبادی اوّل یہیں سے شروع ہوئی تھی۔ یہ مقام اس لیے
زیادہ تر قابل یادگار ہی کہ امریکن جنگلیوں نے جو پہاڑ کے دوسری طرف بستے تھے
ایک روز رات کو اچانک آکر روسی زن و مرد اور بچے سب قتل کر ڈالے ایک جان
بھی زندہ نہ بچی۔ پرسوں جزیرہ چل کاٹ کے اُس کنارے پر تھے اور کہر نے آگے
بڑہنے سے روکا تھا۔ آج چل کاٹ کے ساحل سے ملے ہوے جا رہے ہیں
اگر کہر نہوا تو برف کے پہاڑوں کو اچھی طرح دیکھ سکیں گے۔ اسوقت تھرما میٹر چھپّن ڈگری
پر ہی اور ہم **چاتھم اسٹریٹ** Chatham strait اور **گلیشیر بے**
Glacier bay سے ہوکر میر گلیشیر کو جائیں گے **چیچگ آف** Chichagoff
جزیرہ بائیں پر ہی اور **بیرن آف** Baranoff داہنے پر اور اسوقت

ہم پیرل اسٹریٹ Peril strait میں جا رہے ہیں۔ ایک بجے کے
قریب پیرل اسٹریٹ سے نکل کر چاتھم اسٹریٹ میں داخل ہوتے ہی جزیرہ ایڈمرلٹی
Adiralty کے ساحل پر پہنچے اور کیلس نو Killis noo (ک۔ے
ل۔س۔ن۔و) (گانو) کے کنارے پر جہاز نے لنگر کیا۔ کیلس نو مچھلی کے شکار کے
واسطے مشہور جگہ ہے۔ لنگر ہوتے ہی تمام مسافر زن و مرد آبادی میں گئے زیادہ سے زیادہ دوسو
گھر کے قریب کلانکٹ Klanket قوم کے امریکن وحشی بستے ہیں۔ غرضکہ
ایک امریکن یوروپین کی دُکان سے شائقین شکار نے کانٹے۔ ڈور اور مچھلی کا چارہ وغیرہ
سامان شکار خریدا اور اکثر مرد و عورت ایک دُخانی بوٹ میں اور بعض جہاز کی ہمراہی کشتیوں
میں بیٹھکر شکار کو گئے کنارے سے کسی قدر فاصلے پر جہاں پانی ہونے دو سو فیٹ
گہرا تھا شکار کے واسطے کانٹے ڈالے۔ مچھلیوں کی اسقدر کثرت تھی کہ کانٹا گرا اور مچھلی
نے پکڑا۔ ایک مچھلی کانٹے میں اُلجھ آئی اور دوسری خود سر اُسکی رفاقت میں ساتھ
ہولی جب پانی سے اُبھر کر آدمی کو دیکھا تب بھاگ نکلی۔ دو گھنٹے کے عرصے میں قریب ڈھائی
سو کے مچھلیاں پکڑی گئیں جنمیں بڑی سے بڑی پچاس اور ساٹھ پونڈ تک بھاری تھی۔
یہاں سے کچھ فاصلے پر جا کر سرخ مچھلی کا شکار ہوتا ہے جسکو سیمن Samon
کہتے ہیں۔ وہاں پانی زیادہ عمیق ہے۔

اکثر امریکن وحشیوں کے گھروں میں ویل مچھلی کی بڑی بڑی ہڈیاں دروازے
کے آگے رکھی ہوئی ہیں اور ہر دروازے پر عورتیں گھاس کی بُنی ہوئی پٹاریاں۔ بالٹی

بوتلیں۔ ڈبے اور سیپ۔ گھونگے وغیرہ بیچ رہی ہیں۔ گھاس کو مختلف رنگوں سے
رنگ کر بہت باریک اور عمدہ اسباب بناتے ہیں۔ اِس قوم کی ظاہری حالت سے معلوم
ہوتا ہی کہ بہت مفلس اور تنگ دست ہیں۔ مکان صرف تختوں کا بنا ہوا ایک کمرہ ہی اسی
میں چھ سات انچہ تختے کی دیوار زمین پر لگا کر کیاری کی شکل بنا کر اُسمیں ریچھ وغیرہ کی کھال
بچھا لیتے ہیں۔ اُنکا پلنگ یا مسہری جو کچھہ کہو یہی ہی۔ مردوں کا لباس قریب قریب انگریزی
ہی۔ عورتیں لہنگا اور آستینوں دار کرتی پہنتی ہیں اور سر پر رنگین رومال ڈال کر کمل یا سرخ
چادر سموسہ کی ہوئی شانوں سے اوڑھتی ہیں۔ آرائش کے واسطے زیور کی جگہ ایک عجیب
رسم ہی کہ دو یا چار دانت سیپ یا ہڈی کے بنے ہوئے ہونٹ اور ٹھڈی کے درمیان جلد
میں سوراخ کر کے اور اُس سوراخ میں دانت پرو کر زخم میں ٹانکے لگا لیتی ہیں۔ چونکہ ابتداے
شباب سے اِس کا عمل درآمد ہوتا ہی جلد کا زخم برابر ہو کر دانت گوشت میں وصل ہو جاتے ہیں
چڑیل کی خیالی مہیب صورت میں اور اِن میں ذرا فرق معلوم نہیں ہوتا۔

مولوی فرخی کو اتفاق سے ایک عجیب معاملہ پیش آیا کہ ایک بڑھیا جسکے چہرے پر
اُسی قسم کے دانت لگے تھے اپنا مُنہ کالا کیئے ہوئے ایک گھر میں بیٹھی تھی اور ایک
نوجوان مرد نہایت ضعیف ولاغر قریب مرگ بستر پر پڑا تھا۔ اہل جہاز سے ایک لڑکی جو
مولوی صاحب اور دوسرے مسافروں کے ساتھ گانو میں سیر کرتی پھرتی تھی۔ بڑھیا کو دیکھکر
ڈری اور خوف کی حالت میں دوڑ کر مولوی صاحب سے لپٹ گئی۔ مولوی صاحب مع دو تین
مسافروں کے گھر کے اندر گئے اور حال تحقیق کرنے لگے۔ مُنہ کالا کرنے کا سبب یہ معلوم

ہوا کہ وہ نوجوان جو نزع کی حالت میں ہی بڑھیا کا بیٹا ہی اور اُسی کے ماتم میں بڑھیا نے اپنا مُنہ کالا کیا ہی۔ حسنِ اتفاق سے جہاز کا ڈاکٹر بھی وہاں آنکلا۔ اُسنے بیمار کی نبض دیکھی۔ معلوم ہوا فی منٹ ایک سو اُنتیس[۱۲۹] دفعہ حرکت ہی اور سل کے مرض میں مبتلا ہی۔ بڑھیا کی مصیبت و مفلسی پر ترس کھا کر کسی نے دس[۱۰] سینٹ کسی نے بچیس[۲۵] اور کسی نے آدھا ڈالر بطور خیرات دیا۔ اِسکے بعد اور لوگ تو جہاز کو واپس آئے مگر مولوی فخرزن فطرتی ہمدردی اور رقّتِ قلب کی وجہ سے تھوڑی دیر تک مریض کی تیمارداری میں بڑھیا کے شریک حال رہکر اپنے ہمراہیوں سے بچھڑ گئے۔ جہاز کی روانگی کا وقت بھی قریب تھا لہذا مسافروں کو سیر و شکار سے واپس بلانے کے لیے پیہم انجن سیٹی دے رہا تھا الارم کی آواز نے مولوی صاحب کو چونکایا۔ بڑھیا کی رفاقت چھوڑ کر جہاز کی طرف رُخ کیا۔ مگر باہر نکل کر دیکھا تو نہ رستے کا پتا ملا نہ دریا کی سمت یاد رہی کہ جہاز کس طرف کھڑا ہی۔ گانو کی گلیوں میں پھرنا شروع کیا۔ ہر طرف سے جنگلیوں اور انکے کُتّوں نے گھیر لیا اور تحقیر و تعصب کی شان سے بنانا شروع کیا۔ کوئی پتھر کا روڑا اٹھا کر دکھاتا تھا کہ یہ عجیب یادگار ہی اور ایک اشرفی قیمت ہی اِسے خرید لو۔ کوئی لوہے کا پُرانا ٹکڑا یا جلانے کی لکڑی لا کر دیتا تھا کہ یہ اِس ملک کا تحفہ ہی۔ ڈو پونڈ دیدو۔ ایک شخص انہیں سے انگریزی بولتا تھا جو سب کی طرف سے دلالی و ترجمانی کرتا تھا۔ مولوی صاحب جنگلیوں کے حالات میں اکثر اہلِ امریکہ سے سنا کرتے تھے کہ یہ لوگ مسافر کو تنہا پاکر لالچ یا تعصب کی وجہ سے مار ڈالتے ہیں۔ وہم و شک ہوا کہ غالباً میرے ساتھ بھی یہی

ارادہ ہو جب دیکھا کہ اِن سے کسی طرح رہائی نہیں معلوم ہوتی - اگر آدمیوں نے جانے دیا
تو بیس ۲۰ پچیس ۲۵ گُنّے مدارات کے واسطے چاروں طرف سے منتظر ہیں - تب انہوں نے
بھی چالاکی شروع کی - اِس اثنا میں ایک شخص عقاب کی تازہ نکالی ہوئی کھال سر
اور پنجوں سمیت بیچنے کو لایا - مولوی صاحب نے اُسکو ترجمان کی معرفت پیغام دیا کہ پچیس ۲۵
سینٹ لیکر صرف اسکے پنجے کاٹ دو - اُسنے فوراً رضامند ہو کر چاقو نکالا اور کھال
سے پنجے کاٹ کر علیحدہ کر دیے اور اکھڑے ہوئے پَر مولوی صاحب کے سر پر جھاڑ دیئے
انہیں قیمت ادا کرنے کے حیلے سے جامہ تلاشی دینے کا موقع مل گیا - تمام جیبیں پچیس ۲۵
سینٹ نکالنے کی غرض سے اُلٹا کر دیکھیں اور بٹوے کے سب خانے کھول کر پچیس ۲۵
سینٹ نکال دیئے - اسکے بعد ترجمان کو طمع دلائی کہ کل یادگاریں ہمکو خرید دو تو تمکو بھی بطور
کمیشن کچھ پیشکش کرونگا اور وہی لوہے پتھر کے ٹکڑے وغیرہ مُنہ مانگی قیمت پر خرید کر ترجمان
کے پاس جمع کر دیے - اور اُس سے کہا کہ آپ مہربانی فرما کر جہاز تک میرے ساتھ چلو
اور اِن چیزوں کی قیمت اور اپنا حق محنت لے آؤ - یہ تو وہ دیکھ ہی چکے تھے کہ اِنکی جیبیں
خالی ہیں - لالچ میں آکر دو آدمی ساتھ ہو لیے اور قریب کے راستے سے نکالکر گھاٹ پر
لے آئے - مولوی صاحب اُن کو کنارے پر مع اسباب کے چھوڑ کر جہاز میں اشرفیاں
لینے آئے اور پھر جہاز کی روانگی تک اپنی کیبن سے باہر نہ نکلے - اِن لوگوں کو جہاز
پر آنے کی سخت ممانعت ہی اسوجہ سے وہ بھی اوپر نہ آسکے - اسکے علاوہ اُن کے ہاتھ
شراب بیچنے کی بھی ممانعت ہی اکثر تجربہ ہوا ہی کہ شراب پیکر نشے میں اُن سے قتل وغیرہ

وارداتیں سرزد ہوتی ہیں مگر غیروں کے ساتھ۔ یہ جنگلی اس وجہ وسکی شراب کے شوقین ہیں کہ کسی نہ کسی طرح جہازی سیلروں سے باوجود افلاس کے دوچند سہ چند قیمت دیکر چوری سے خرید لیتے ہیں۔

کیلس نو میں چونکہ مچھلی بکثرت ہوتی ہے مچھلی کے تیل نکالنے کا ایک کارخانہ بھی جاری ہے۔ یہ تیل وہ نہیں ہے جسکو پیتے ہیں بلکہ کاڈلیور آئل Cod liver کے سوا دوسری قسم ہے جسکو چمڑے وغیرہ میں لگاتے ہیں۔

مغرب کے بعد گیارہ بجے کے قریب جہاز نے لنگر اٹھایا اور جا تہم اسٹریٹ سے نکل کر گلیشیر بے میں داخل ہوے۔ اب تک سوا اور ساڑھے دس بجے سے آفتاب غروب اور دو بجے سے ڈھائی بجے تک طلوع ہوتا تھا۔ آج انتیس ۲۹ جون کی صبح کو تین ۳ بجے سات منٹ پر طلوع اور آٹھ ۸ بجے اٹھاون ۵۸ منٹ پر غروب ہوا۔ رات پانچ ۵ گھنٹے پچپن ۵۵ منٹ ہے مگر ادھر بارہ بجے تک مغرب کے وقت جیسی روشنی تھی اور ادھر ڈیڑھ بجے سے صبح صادق کا نور چمکنے لگا۔

۲۹-جون - صبح آنکھ کھلی تو پہلا نظارہ یہ تھا کہ ہم چاروں طرف سے برف کے جزیروں اور بڑے بڑے ٹکڑوں میں محصور ہیں جو پانی پر تیرتے پھرتے ہیں۔ ان میں سے بعض کی بلندی اور عرض وطول مثل ایک کوٹھی کے تھا۔ ایک طرف کنارے پر نیلم و بلور کے قلعے کے مثل میر گلیشیر نمودار تھا۔ یہ مقام پتھریلی مٹی کے پہاڑوں میں ایک درہ ہے جس میں سے میٹھے پانی کی ندی بہتی ہوئی سمندر میں گرنے کو آتی ہے۔ دہانے سے

جہاں دریائے تھور سے یہ ندی ملتی ہی درّے کا عرض دس میل ہی اور ندی بھی دس میل چوڑی ہی۔ پھر آگے جا کر پچاس میل تک چوڑائی ہی اسکے بعد معلوم نہیں کیا حالت ہی۔ اس تمام ندی نے جم کر درّے کو برف سے بند کر دیا ہی اور آسمانی برف کی مدد سے بڑھتے بڑھتے طرفین کے پہاڑوں کی بلندی تک برف بھی بلند ہو گیا ہی۔ اس برف کے پہاڑ کی بلندی دریا کے سطح سے جہاں ہم کھڑے ہیں تین سو فیٹ ہی۔ پانی پر جہاں تک نظر پہنچتی ہی معلوم ہوتا ہی کہ لاکھوں مکان نیلم اور بلور کے بنے ہوئے ہیں برف کے ریزے بیس بیس اور پچیس پچیس گز عریض و طویل پانی کے سطح پر بچھے ہوئے ہیں زمین بھی بلوری نظر آتی ہی۔ بائیں طرف کے پہاڑوں کی چوٹی پر سے ایک نہایت خوبصورت برف کی ندی ڈھلکتی ہوئی معلوم ہوتی ہی جسکا قطرہ قطرہ منجمد اور بلور کے مثل سخت ہی۔ اس برفستان کے اطراف میں اور بھی اسی قسم کی ندیاں ہیں جنکا پانی جم کر صدہا کوس تک برف ہو گیا ہی۔ چنانچہ پیسفک گلیشیر Pacific
روف ملر گلیشیر Roofmeller ڈیوڈسن گلیشیر Davideon
جیک گلیشیر Jake پروس گلیشیر Prus

غرضکہ یہ خلیج ہر طرف برف کے پہاڑوں سے محصور ہی اور ایسا عجیب سین ہی کہ ایک دفع اس کا دیکھنا کئی پشت تک فخر کرنے کو کافی ہی۔ جہاز کنارے سے سو گز فاصلے پر کھڑا ہوا۔ تمام سافر اُترکر بوٹ میں سوار ہوے اور کنارے پر گئے۔ اس برفستان میں بھی امریکن جنگلی بستے ہیں۔ چنانچہ جہاز کے آنے کی خبر سنکر چار کشتیوں میں جنگلی عورتیں اور مرد اپنے ہاتھ کا بنایا

ہوا اسباب بیچنے کو لائے ہیں۔ کنارے پر کپڑے تان کر مختصر سایے کے نیچے دکانیں لگا رکھی ہیں۔ جہاز میں مسافروں کی تعداد کے موافق ایک سر پر لوہے کی کیلیں لگی ہوئی لکڑیاں مہیا رہتی ہیں جنکے سہارے سے برف پر چلنے میں پھسلنے اور گرنے سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ غرضکہ کنارے پر پہنچکر تھوڑی دور تک زمین ہی پھر برف پر چڑھائی شروع ہوتی ہی۔ تھوڑے فاصلے تک پتھروں سے ملا جلا برف کا پہاڑ ہی۔ یہ امر نہایت تعجب خیز ہی کہ تین چار سو گز نیچے تک برف ہی اور اُسکے اوپر بڑے بڑے پتھر اور مٹی کیونکر آگئی ہی۔ یہاں سے آدھے میل کے قریب جا کر خالص برف کا پہاڑ ہی۔ جہانتک نظر جاتی ہی بلور کا تختہ معلوم ہوتا ہی جسپر چلنا نہایت دشوار اور خوفناک بھی ہی کیونکہ جا بجا برف پگھل کر غار اور کنوؤں کی مثل بہت گہرے سوراخ ہو گئے ہیں۔ بعض سوراخوں کے نیچے پانی رستا اور بہتا ہوا معلوم ہوتا ہی۔ اندیشہ ہی کہ پاؤں پھسلا اور غار میں گر گئے یا کسی سوراخ میں سما گئے۔ یا نہ معلوم پانی کے اوپر کا برف ٹوٹ کر نیچے پھنس جائیں۔ اکثر آدمی پھسلے اور گرے اور برف کی کنکلوں سے ہاتھ اور اُنگلیاں کٹ گئیں۔

سردی بعض جگہ اٹھتیس ۳۸ اور کہیں بیالیس ۴۲ ڈگری تھی۔ مگر سردی کسی کو معلوم نہیں ہوتی تھی بلکہ بعض کو چلنے کی محنت سے پسینا آگیا۔ نازک نازک عورتیں تماشے کے شوق میں چور آخر تک مردوں کا ساتھ نباہ گئیں۔ کنارے سے میل سوا میل فاصلے تک جا کر جہاز پر واپس آئے۔ گھنٹہ بھر بعد جہاز نے لنگر اُٹھایا اور جس راستے گئے تھے

اُسی راہ سے پلٹ آئے - دہنی طرف دریا کے سطح پر برف کا ایک بہت بڑا جزیرہ
تیر رہا ہی - نظری پیمائش سے معلوم ہوتا ہی کہ پانچ چھ سو گز طول اور چار سو گز سے عرض
بھی کم نہو گا دس بارہ گز پانی سے بلند ہی تو ضرور پانی کے اندر بھی سو گز کم کے قریب ڈوبا
ہوا ہونا چاہیئے - اسکے سوا اور صدہا برف کے ٹاپو پانی پر تیر رہے ہیں کہ جنکے بیان
کو ناظرین شائد مبالغہ تصور کریں گے - اول جزیرے کو ہمنے میل ڈیڑھ میل سے دیکھکر
پانسو چھ سو گز قیاس کر لیا ہی اگر کچھ زیادہ ہو تو عجب نہیں - اسی قسم کے بے انتہا ٹکڑے
دریا کے سطح کو چھپائے ہوئے ہیں - خداوند بے مثال کی قدرت کا عجیب نمونہ ہیں
صانع قدرت نے پانی کے سطح پر نیلم و بلور سے ایک عالی شان شہر بلکہ ملک بسایا ہی
شام تک آٹھ گھنٹے چل کر ہم پھر چاتھم اسٹریٹ میں داخل ہوئے اب اُسی راستہ
سے جس سے آئے تھے وینلٹ کو و ہاکو واپس جا رہے ہیں -

۳۰ - جون - آج رات کو ہم کارنیالس Cornwallis کے دہنے پر
ہو کر پیلرس بے Pillars bay اور ٹابنک آف Tebenkoff
کے پہلو سے گزرتے ہوے جزیرہ کوکو کے داہنے ہو کر صبح کو سمنر اسٹریٹ
Sumner سے نکلے اور زارمبو Zarembo جزیرے کی داہنی
طرف سے کلیرنس اسٹریٹ Clarence میں آئے شام تک
انشاء اللہ تعالے ییس بے Yesbay میں داخل ہونگے - غرضکہ چار بجے
جہاز ییس بے میں داخل ہوا - کچھ مال اُتارا گیا - یہ مقام مختصر سی آبادی ہی پھر اُسی راہ

سے پلیٹ کر نو بجے تک جبکہ آفتاب غروب ہوتا ہی خلیج مذکور سے نکل آ کے کلیرنس
اسٹریٹ اور چاتھم ساؤنڈ Chathom sound میں ہوکر جزیرہ
پٹ Pitt اور پرنس رائل Prince royal
کے بائیں طرف سے گزرے اب ہمارے دونوں طرف انگریزی ملک ہی اور اطراف
میں چھوٹے چھوٹے جزیرے ملتے جاتے ہیں۔

یکم جولائی ۱۸۹۳ء تین بجے صبح سے اگرچہ صدہا آباد اور غیر آباد جزیرے
ملتے ہیں مگر جنکا نام لکھ سکتے ہیں وہ صرف ہنٹر Hunter اور کالورٹ
Calvert ہیں یہ دونوں جزیرے بائیں پر چھوڑ کر ہم ہیکٹ اسٹریٹ
میں آئے۔ ایک طرف بہت چوڑا کھلا ہوا دریا ہی۔ دوسری طرف برٹش کولمبیا
کے ساحل سے قریب ہیں۔ چونکہ پانی کا بہاؤ تیز ہی۔ اسلیئے آج جہاز کو کسی قدر
حرکت ہی۔ آج دریا کے سطح پر چھ سات ویل مچھلیاں دیکھیں (دریائی مخلوق میں یہ مچھلی
سب سے بڑی چیز ہی۔ زیادہ سے زیادہ چالیس گز تک لمبی ہوتی ہی اور ہر ایک پسلی کی
ہڈی ایک شہتیر کے مثل موٹی ہی ہمیشہ سانس لینے کو پانی سے اوپر سر نکالتی ہی اور
سانس کے ساتھ پندرہ بیس گز بلند پانی کا فوارہ چھوڑتی ہی۔ جو لوگ ویل مچھلی کا شکار
کرتے ہیں۔ اسی فوارے کی وجہ سے اُسکے ہونے کا مقام دریافت کر لیتے ہیں
اور ایک دُخانی چھوٹی کشتی سے جو ویل کے شکار کے واسطے خاص ترکیب سے بنائی
جاتی ہی تعاقب کرتے ہیں)۔ اِس بوٹ میں کرِپ کے مثل وار پار کھلی ہوئی چند

توپیں لگی ہوتی ہیں اور بجاے گولے کے تقریباً ڈیڑہ گز لمبا تین چار انچھ موٹا ٹھوس لوہے
کا تیر ہوتا ہی جسکے سرے پر قریب ایک فٹ کے لمبی چوپہل بھال بنی ہوئی ہی اور اُسکی
تیز دھاروں کے پچھلے حصے پر مچھلی پکڑنے کے کانٹے کی طرح اُلٹی نوکیں نکلی ہوئی ہوتی
ہیں۔ اِس تیر کے پچھلے سرے پر بھی ایک لوہے کا حلقہ قلابے کے مثل وصل ہی جسمیں
نہایت مضبوط روغن سے پالش کی ہوئی ایک رسی باندھکر باقی حصہ کئی سو گز لمبی چرخیوں
پر لپٹا رہتا ہی۔ جب ویل نزدیک آجاتی ہی تو اس تیر کو بجائے گولے کے توپ میں بھر کر
کارتوس کی قوت سے فیر کرتے ہیں اور پیہم ایسے چند تیر بدن میں چبھ جانے سے مچھلی
بھاگتی ہی۔ اور چرخیوں پر لپٹی ہوئی ڈور کھُلنا شروع ہوتی ہی۔ اُسوقت زیادہ تر ہوشیاری
یہ ہی کہ کشتی مچھلی کی دُم یا اُسکے جسم کے قریب نہ جانے پائے ورنہ اُسکے تڑپنے یا
دُم مارنے سے ڈوب جانے کا اندیشہ ہی۔ غرضکہ اسطرح زخمی ہوکر خون کا زیادہ حصہ
جسم سے نکل جاتا ہی اور مچھلی کمزور ہوکر سُست ہوجاتی ہی۔ پھر باہستگی کنارے پر کھینچ
لاتے ہیں اور اُسی حالت میں وہ مرجاتی ہی۔ یہ خوفناک شکار صرف اُسکی چربی نکال
لینے کے واسطے کیا جاتا ہی اور اس کام کے واسطے کوئی ایک دو انسان شوقین نہیں ہیں
بلکہ کمپنیاں ہیں جو گورنمنٹ سے عہد و پیمان کے بعد اجازت لیتی ہیں اور شکار کھیلتی ہیں

آج ہم سی فورتھہ کینل Sefourthcanal لاوا پاسیج

Crystal passaqe کرسٹل پاسیج Lammapassage

جانسٹن اسٹریٹ Johnstone ڈسکوری پاسیج

Discovery passage اسٹریٹ آف جارجیا Georgia سے گزرے

۲-جولائی-صبح کو نو بجے کومکس Comox پر پہنچے-

یہاں جہاز کو ئلا لینے کو بارہ گھنٹے ٹھیرے گا-پتھر کے کوئلے کی کھان بھی اسی مقام پر ہی-جہاز نے لکڑی کے اسکلے سے ہل کر لنگر کیا-جہاز میں کوئلا بھرنے کے واسطے یہ بندوبست کیا گیا ہی کہ بہت بلند لکڑی کی قینچیوں پر پل بنا کر اُسکے اوپر ریلوے لائن بچھائی ہی-کہ کوئلے کی کھان سے گاڑیوں میں کوئلا بھر کر پل کے اوپر کھڑا کر دیتے ہیں-پل کے اوپر جا بجا لوہے کے سلامی پرنالے لگے ہوئے ہیں جن کا اوپر والا سرا گاڑی کی پیندی سے وصل ہو جاتا ہی اور نیچے کا سرا جہاز کے اندر کوئلا گودام کے در میں گاڑی کی پیندی میں بھی سوراخ ہی وہاں سے کوئلا پھسل کر گودام کے اندر آجاتا ہی اس وسیلے سے ایک آدمی چند منٹ میں بہت آسانی سے گاڑی کو خالی کر دیتا ہی اکثر مسافر اور ہم بھی معہ عبدالصمد خاں عبدالمجید خاں-کپتان کالون صاحب بہادر مسٹر ٹڈن-مسٹر ہوس ریل میں بیٹھکر کوئلے کی کھان دیکھنے کو جو قریب چھہ میل کے دور ہی گئے-کوئلا نکالنے کے واسطے تین چار گز بلند اور صد ہا گز چوڑی سرنگ زمین کے اندر اندر چلی گئی ہی-چھت کی مٹی قائم رکھنے کو تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ستون چھوڑتے گئے ہیں اور کان کے اندر ہوا پہنچانے کے واسطے اوپر سے لوہے کے نل لگا دئے ہیں زمین کے نیچے شدت سے سیل اور تاریکی ہی-عادی ہونا اور بات ہی مگر اندر جا کر ہمارا تو جی بہت گھبرایا-غرضکہ کان دیکھکر اُسی ٹرین میں جو صرف دریا تک کوئلا ہی لانے کے واسطے بنائی گئی ہی واپس آئے

شب کو کسی قدر معمول سے دیر کر کے جہاز نے لنگر اُٹھایا۔

۳- جولائی - رات بھر چل کر صبح کو نو بجے جزیرہ وینکوورہ کے دار الحکومۃ شہر وکٹوریہ میں پہنچے۔ انگریزی عملداری ہی اور برٹش کولمبیا کا گورنر اسی شہر میں رہتا ہی۔

ھانگ کانگ سے پندرہ اپریل کو چل کر اب تک ہم اپنی عملداری سے علیحدہ تھے۔ خدا کا شکر ہی آج انگریزی حکومت کی زمین پر پہنچے۔ بہت جی خوش ہوا گویا گھر میں آگئے۔

شہر وکٹوریہ مختصر اور خوبصورت آبادی ہی اطراف میں جا بجا خوشنما پارک بنے ہوئے ہیں ایک پارک میں مصنوعی جھیل بنا کر اس میں ننھی ننھی کشتیاں بچوں کی مشق اور تفریح کے واسطے ڈال رکھی ہیں۔ کنارے پر درختوں میں جھولے بھی پڑے ہیں۔ شہر کے اطراف میں سمندر کی بعض کھاڑیاں نکل گئی ہیں۔ ہوٹل میں ٹھیر کر شام تک شہر کی سیر کی سات بجے کے بعد کناڈین پیسفک کمپنی کے جہاز پر سوار ہو کر شہر وینکوور کو (یہ وینکوور جزیرہ وینکوور کے سوا ایک شہر ہی) روانہ ہوئے۔ بہت خوبصورت اور پاکیزہ جہاز ہی۔ تمام کمرے چھت کے نیچے بنے ہوئے ہیں۔ بیچ میں بہت وسیع اور آراستہ ڈرائنگ روم اور دونوں سروں پر دو اسموکنگ روم ہیں۔ صبح کو ہوا بہت تند اور شدت سے سرد تھی وینکوور چونکہ سامنے نظر آ رہا تھا مولوی فرخی نے جلدی جلدی کپڑے پہنکر تیار ہو جانے کے واسطے مُنہ دھونے کو گرم پانی مانگا اور رہوا رو کنے کو پہلے کیبن کا

دروازہ اندر سے بند کرلیا۔ پھر دریا کی طرف کی کھڑکی جسکا شیشہ ریل کی کھڑکیون کی طرح اوپر کو کھینچکر بند ہوجاتا ہے۔ بند کی کھڑکی چونکہ بھاری اور کھینچنے میں سخت تھی پوری اُٹھکر ہاتھ سے چھوٹی اور دہنے ہاتھ کا انگوٹھا اور بیچ کی اُنگلی نیچے کی درز میں پھنس کر دب گئی کچھ سردی کے سبب سے ہاتھ شل تھے کچھ کھڑکی بھاری تھی۔ کوئی دوسرا آدمی مدد کیواسطے اسلیے نہیں جاسکتا تھا کہ کیبن کو اندر سے بند کرلیا تھا اور جس کھڑکی میں ہاتھ پھنسا تھا وہ دریا کی طرف تھی۔ اگرچہ اُس طرف سے بدقت جہازی آدمی آسکتا تھا مگر ہوا کی شدت اور کسی قدر آدمیوں سے دور ہونے کی وجہ سے بھی آواز نہیں پہنچتی تھی۔ کھڑکی میں بھی گرفت کے واسطے سوائے چوکھٹے اور شیشے کے کوئی قبضہ وغیرہ نہ تھا غرضکہ بہزار جرِ ثقیل ایک ہاتھ سے کھڑکی کو سر کا کر دبا ہوا ہاتھ نکالا۔ کئی گھنٹے تک تو ہاتھ کو جنبش دینا بھی محال تھی۔ اُنگلی کٹ گئی اور خون نکل جانے سے درد کو تسکین ہوئی مگر انگوٹھا جسکے جوڑ پر کچلا ہوا گہرا نشان پڑگیا تھا کئی مہینے تک کام لینے کے قابل نہ تھا۔

۴۔ جولائی۔ صبح کو سات بجے جہاز وینکوور پہنچا۔ نہایت خوبصورت اور وسیع بندر ہے۔ دریا کے گھاٹ سے ملا ہوا ریلوے اسٹیشن ہے۔ ایک گاڑی فسٹ کلاس رزرو کی گئی تھی۔ گیارہ بجے ریل میں سوار ہوئے۔ اِن گاڑیوں میں بھی اسٹیٹ روم اسموکنگ روم۔ بڑے درجے میں دو غسل خانے اور چوبیس ۲۴ پلنگ ہیں۔ بہت خوشنما اور پاکیزہ گاڑی ہے۔ باورچی خانہ اور کھانا کھانے کی میز وغیرہ سب سامان علیحدہ

دو گاڑیوں میں مہیا ہے۔ گاڑیوں کے نام بمبئی - مدراس اور دھلی وغیرہ شہروں کے نام پر ہیں۔ آج چوتھی جولائی کو یونائٹڈ اسٹیٹ والوں کے گھر بڑی عید ہے۔ شہر میں جابجا آرائش کے واسطے جھنڈیاں نصب ہیں۔ آج ہی کی تاریخ میں ان لوگوں نے انگلش گورنمنٹ سے لڑبھڑ کر آزادی اور خود مختاری حاصل کی ہے۔ جس کو قریب ایک سو دس ۱۱۰ برس کے زمانہ ہوا۔ ہر سال اسی تاریخ کو خوشی مناتے ہیں۔ بہرحال سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ گاڑی روانہ ہوئی۔ سڑک پہاڑوں کے پیچ وخم میں ہو کر نکلتی ہے۔ بہت خوشنما پہاڑ ہیں اکثر چوٹیاں برف سے پوشیدہ ہیں۔

۵-۶-۷-۸-جولائی۔ آج ہم **راکی مونٹ** سے گزر رہے ہیں۔ رستہ جیسا کہ پہلے بیان ہوا پہاڑ کے دامن اور پیچدار گھاٹیوں میں سے گیا ہے۔ راکی مونٹ مشہور پہاڑ ہیں جنکا ذکر اکثر انگریزی پڑھنے والوں نے کتابوں میں دیکھا ہوگا۔ چھ ہزار چھ سو ۶۶۰۰ فیٹ تک بلند چوٹیاں جنکے اوپر برف جما ہوا ہے نظر آرہی ہیں۔ ایک بلند گھاٹی سے بہ کر آتی ہوئی پوری ندی جم گئی ہے اسی کو گلیشر کہتے ہیں۔ کولمبیا ندی راستے کے برابر کبھی بائیں طرف کبھی دہنی طرف نہایت عظمت و شان سے بہ رہی ہے۔ تین بجے کے قریب **بانف** Banf میں پہنچے۔ یہ مقام تین طرف سے بلند پہاڑوں کے بیچ میں واقع ہوا ہے۔ اسٹیشن سے آدھے میل فاصلے پر ایک مختصر ہوٹل واقع ہے جو کناڈین پیسفک ریلوی کمپنی کی طرف سے مہیا کیا گیا ہے۔ ہوٹل کی عمارت بلند بلند پہاڑوں کے درے میں جنکی چوٹیوں پر برف جما ہوا ہے واقع ہوئی ہے۔ گرمی یہاں ۶۵ ڈگری ہے۔

ہوٹل کی عمارت کے نیچے باؤ Baw نام ندی نہایت خوبصورتی سے بہکر کسی قدر بلندی سے نیچے گرتی ہی اور دہنی طرف سے اسپری Espray ندی بطور ایک نالے کے اُس میں ملتی ہی۔ بانف کے اطراف میں گرم و سرد معدنی پانی کے چشمے ہیں۔ گرم پانی کا چشمہ لوہے کے نلوان کے وسیلے سے ہوٹل کے احاطے میں آکر ایک حمام میں جاتا ہی۔ کہتے ہیں اُس میں غسل کرنا اکثر امراض کے واسطے مفید ہی۔ پیتے بھی ہیں۔ چنانچہ حمام سے باہر ایک جگہ براس کاک لگا ہوا ہی اور اُسکے قریب ایک گلاس رکھا ہی جسکا جی چاہے پانی پیئے۔ مولوی فرخی نے پیا ہی کہتے ہیں بہت بدمزا اور گرم ہی۔ حمام کے قریب میدان میں بھی چھ۶ سات فیٹ گہرا ایک حوض بنا کر گرم چشمے کے پانی سے بھر دیا ہی اور ایک قدرتی چٹان حوض کے اوپر گنبد کی طرح سایہ کئے ہوے ہی۔ ہمنے بھی اُس حوض میں غسل کیا اور تھوڑی دیر تک تیرے۔ نہایت فرحت بخش اور مفید پانی ہی۔ گٹھیا وغیرہ امراض کے واسطے بہت مفید ہی۔ باؤ ندی میں مچھلیاں بھی بکثرت ہیں کپتان کالون صاحب بہادر اور فتحیاب خاں شکار کو گئے۔ تھوڑی دیر میں چھ۶ مچھلیاں شکار کیں۔ بانف وینکوور سے پاں سو ساٹھ۵۶۰ میل اور بانف سے وینی پگ نو سو بائیس۹۲۲ میل مسافت ہی۔ چھٹی اور ساتویں کو بانف میں قیام رہا۔ اس فرصت میں ہمنے ہندوستان کو خط لکھے۔ آٹھویں کو تین۳ بجے پھر اُسی اسٹیشن سے ریل میں سوار ہوکر وینی پگ کو روانہ ہوے۔

۹-۱۰-جولائی-نویں کی شب کو دس بجے وینی پگ Winnipeg

میں پہنچے - ہماری گاڑی ٹرین سے کاٹ کر صبح تک اسٹیشن پر علیحدہ کردی گئی - صبح کو شہر میں آکر چند گھنٹے ہوٹل میں قیام کیا - یہ شہر بہت خوبصورت اور دلکشا ہی - اکثر مکان اور دکانیں یک منزلی ہیں - کھانے کے بعد پھر اسٹیشن پر آ ئے اور ریل میں سوار ہوکر سینٹ پال St paul کو روانہ ہوے - ونکوورسے وینی پگ تک ہمنے برٹش کناڈا سے متعلق - کناڈین پیسیفک ریلوی میں سفر کیا - وینی پگ سے پھر یونائٹڈ اسٹیٹ کی حد میں داخل ہوکر سینٹ پال جانے کو دوسری لائن بدلی -

۱۱ - جولائی - شب میں سینٹ پال پہنچے - باقی ماندہ رات اسٹیشن پر گاڑی کے اندر بسر کی - صبح کو سوار ہوکر شہر میں آئے - ہوٹل میں قیام ہوا (سینٹ پال نہایت خوبصورت اور عالیشان شہر ہی - سڑک کے دونوں طرف دس بارہ گز فاصلہ چھوڑکر نہایت خوبصورت عمارتیں بنائی گئی ہیں - ہر مکان کے چاروں طرف کسی قدر میدان ہی اُس میں گھاس جمائی ہی اور ہر ایک مکان سے متعلق پانی کے نل ہیں ربر پیپ کے ذریعے سے گھاس اور پھولوں کے درختوں پر پانی چھڑکا جاتا ہی شہر کے نیچے مسی سپی Mississipi دریا خوش نما اور ہموار کناروں کے بیچ میں نہایت عظمت و شان سے بہتا ہی) عبور و مرور خلائق اور ریلوے ٹرین کے واسطے متعدد پل ہیں - اس خطے کے دہات بھی بہت خوبصورت اور شاندار ہیں - کوئی گھر ایسا نہیں معلوم ہوتا جس پر مفلسی کے آثار نمایاں ہوں - ہر عمارت سے اہل ملک کا تمول اور خوش سلیقہ ہونا پایا جاتا ہی - شام کو سینٹ پال سے پھر روانہ ہوئے گرمی کسی قدر زیادہ ہوگئی ہی اور جتنا

شکاگو Chicago قریب ہوتا جاتا ہی گرمی کی شدت بڑھتی جاتی ہی۔

۱۲-جولائی۔ صبح ہوتے شکاگو میں پہنچے اور لکزنگٹن Lexington ہوٹل میں ٹھیرے۔ بہت خوبصورت نو منزلی عمارت ہی۔ ہم چوتھی منزل پر ٹھیرے ہیں ہوٹل کی عمارت فائر پروف یعنی آگ لگنے سے محفوظ ہی۔ گرمی چورانشی ڈگری ہی شام کو ہم اور ہمارے ہمراہی متفرق طور پر گاڑیوں میں سوار ہو کر شہر میں پھرنے کو گئے۔ مولوی فرخی۔ مسٹر بڈن۔ فتحیاب خان اور عبد المجید خاں چاروں آدمی اوّل اُس میوزیم میں گئے جسمیں جنوبی و شمالی امریکہ کی لڑائی کے متعلق اسباب اور مختلف وسائل سے جمع کئے ہوئے ہتھیار۔ گولے۔ توپیں اور ایسے درخت جن میں گولے لگ کر رہ گئے ہیں۔ رکھے ہیں۔ درخت کا اُسی قدر ٹکڑا کاٹ کر رکھ لیا ہی جسمیں گولے کا نشان ہی۔ لڑائی کی یادگار کے متعلق صدہا چیزیں ہیں جنکی تفصیل طوالت سے خالی نہیں ہی۔ اسی عمارت کے گوشے میں ایک چھوٹا سا کمرہ ہی جس کو انکل طامس Uncle thomas کی کیبن کہتے ہیں۔ کیبن میں چند تصویروں اور چھوٹی چھوٹی کتابوں کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہی۔ انکل طامس کی شہرت اور اُس سے متعلق چیزوں کو بطور یادگار محفوظ رکھنے کا سبب یہ ہی کہ انہیں بزرگ کے کرتوت کا نتیجہ امریکہ کی مشہور سول وار واقع ہوئی ہی۔

حال کی امریکن قوم کے اسلاف جب اسپین وغیرہ ممالک یورپ سے آکر اس ویران ملک میں آباد ہوئے تھے تو دنیا کی پرانی وحشیانہ رسم کے موافق اپنے اپنے

غلاموں کو بھی ساتھ لائے تھے اور نسلاً بعد نسل اُن کی اولاد غلاموں کی اولاد پر قابض چلی آتی تھی - انکل طامس کی قید میں بھی ایک مسکین حبشی مقید تھا جو طامس کے ظالمانہ برتاؤ سے تنگ آکر بھاگ نکلا - طامس نے تلاش کے بعد پھر اُسے گرفتار کیا اور نہایت بیرحمی سے قتل کر ڈالا - اِس سختی ظلم سے متاثر ہوکر ایک نہایت نرم دل خداترس عورت نے ایک آرٹکل یا رسالہ لکھ کر اہل ملک پر ظاہر کیا کہ یہ کام نہایت ظالمانہ اور بنی نوع انسان کے حق میں کسی طرح جائز نہیں ہی - کوئی انسان اپنے ہم جنس پر جابرانہ حکومت کرنے اور غلامی میں رکھنے کا حق نہیں رکھتا - اس نصیحت نے شمالی امریکہ والوں پر اسقدر اثر کیا کہ اُنھوں نے یک لخت اپنے غلاموں کو آزاد کردیا اور ساتھ ہی جنوبی امریکہ والوں پر بھی دباؤ ڈالا کہ وہ بھی اِس ناجائز ملکیت سے دست بردار ہوں جنوبی امریکہ والے اِس رائے سے مخالف ہوے اور کوشش کی کہ غلام قدیم دستور کے موافق ہمارے قبضے میں رہیں کسی حالت میں اُنکو آزادی کا حق نہ دیا جاوے -

بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی کرنے والوں نے غلاموں کی آزادی پر کمر ہمت چست باندھکر اشتہار جنگ دے دیا - دونوں فریق میں نہایت شدید اور سخت لڑائیاں ہوئیں - آخر کار حق غالب ہوا اور اہل شمال نے فتح پاکر غلاموں کو آزاد کرادیا - اِس لڑائی کو سول وار کہتے ہیں اور ۱۸۶۷ء کے قریب ختم ہوچکی ہی جب سے تمام غلام آزاد اور معاملات حکومت میں ووٹ دینے کا حق رکھتے ہیں -

بہت ایسے غلاموں نے جو اپنے آقاؤں کے مشفقانہ و برادرانہ برتاؤ کی وجہ سے

اُنکے خاندان کے ساتھ ایک جان ہو گئے تھے۔ باوجود عام آزادی کے جدا ہونا پسند نہیں کیا اور اب تک اُنہیں کی رفاقت میں رہتے ہیں۔ شاذ و نادر ایسے بھی ہیں جنکے پاس جائداد اور زمین ہی۔ بعض سوداگری کی وجہ سے مالدار ہیں۔ زیادہ حصّہ نہایت آزادی کے ساتھ ہوٹلوں میں خدمتگاری اور ریلوے وغیرہ کے صیغوں میں ملازمت سے اپنی زندگی بسر کرتا ہی۔

میوزیم کے بعد مولوی فرخی وغیرہ سول وار کے آخری معرکے کا جس پر لڑائی کا خاتمہ ہو گیا **پانوراما** Panorama دیکھنے گئے۔ پوری عمارت لکڑی اور تختوں سے بنی ہوئی ہی۔ باہر سے دیکھنے میں بانس کے پٹارے کی شکل کا بڑا گنبد ہر طرف سے بند معلوم ہوتا ہی۔ فی کس پچاس سینٹ (عہ) فیس ہی۔ اِس **گنبد گیتی نما** میں داخل ہو کر پیچ دار زینے سے اوپر چڑھے۔ گنبد کی چھت کے نیچے لکڑی کا گول چبوترہ اور اُسکے دور میں تقریباً ڈھائی ڈھائی گز چوڑا برآمدہ ہی۔ برآمدے کی حد پر لوہے کا جنگلا لگا ہوا ہی۔ اُس سے آگے کسی قسم کی چھت یا سایہ نہیں معلوم ہوتا۔ حالانکہ وہ حصّہ بھی گنبد کے نیچے اور ہر طرف سے بند ہی مگر برآمدے میں کھڑے ہو کر دیکھنے سے جہاں تک نظر جاتی ہی۔ آسمان۔ زمین۔ گانو۔ زراعت۔ ندیاں اور نالے ہر چیز طبیعی حالت پر نظر آتی ہی۔ بعض پہاڑیوں پر جو دور بین سے معلوم ہوتی ہیں دُھس اور مورچے بنے ہوئے ہیں۔ آسمان پر ہلکا ہلکا ابر ہی برآمدے سے جہاں کھڑے ہو کر دیکھتے ہیں پندرہ بیس گز فاصلے پر لڑائی ہو رہی ہی ایک طرف جنوبی و شمالی دونوں ملکوں کی فوج سینہ بسینہ مل گئی ہی

صدہا مقتول اور زخمی میدان میں اور کھیتوں کی منڈیروں کے نیچے پڑے سسک رہے
ہیں کسی طرف توپوں کا دھواں اور شعلے - بندوقوں کی بارہ کا غبار - سنگینوں کی چمک -
اور گھوڑوں کے طرارے ہُوبہو میدان جنگ کی اصلی حالت معلوم ہوتی ہی - مخالف
کی توپ کے گولے نے کسی توپ کا پہیہ اُڑا دیا ہی - کسی جگہ شیل کے گولے سے
آگ لگ گئی ہی - صدہا مردہ اور زخمی گھوڑے میدان میں پڑے ہیں خون بہ رہا ہی -
ایک گھاس کے انبار کے نیچے جو اس میدان میں کسانوں نے جمع کیا تھا - زخمی سپاہی
پڑے ہیں اور ڈاکٹر زخموں سے گولیاں نکالنے اور علاج میں مشغول ہیں - ہر طرف سے
فوجیں بڑھتی آتی ہیں - ایک رجمنٹ ٹیلے کے نشیب میں کھڑی ہی - دوسری رجمنٹ بلندی
سے نشیب کی طرف بگ ٹٹ گھوڑے دوڑا کر مخالف پر یورش کر رہی ہی اور ڈھلان پر
گھوڑے دوڑانے کی وجہ سے مغلوب ہوتی جاتی ہی - عجیب کشمکش اور چپقلش کا
نظارہ ہی - کسی طرح انسان گمان نہیں کر سکتا کہ یہ نقل ہی - دل پر اثر ہوتا ہی مگر یہ معرکہ جنگ
بھی انسانی ہمدردی کے سین سے خالی نہیں - چنانچہ ایک سپاہی سینے پر گولی کھائے
ہوئے کھیت کی مینڈ پر پڑا ہی اور مخالف فوج کا سپاہی نہایت مہربانی سے اُسکو پانی
پلا رہا ہی - گویا جان کنی کے شدائد سے جلد رہائی پانے میں مدد کر رہا ہی -

اُسی چھت کے نیچے ایک شخص مثل پچیس دوربینیں لئے ہوئے کھڑا ہی - تماشائیوں
سے دس دس سینٹ لے کر دوربین کرایہ پر دیتا ہی - جسکی مدد سے دور کے مورچے
اور لڑائی کا تماشا اچھی طرح نظر آتا ہی -

آخر میں ہمنے بھی جاکر اِس تماشے کو دیکھا - حبس اور گرمی بہت تھی زیادہ نہیں ٹھیر سکے - تماشائیوں کے جمع ہو جانے کے بعد ایک شخص لڑائی کے مفصل حالات سٹیج میں کھڑے ہو کر اسپیچ کے طور پر بیان کرتا ہی اور ہر ایک فوج اور اُسکے افسروں کو اُنگلی کے اشارے سے نام بنام بتاتا ہی - سول وار میں یہی آخری لڑائی تھی اور اسی پر فتحمندوں کی کامیابی اور گروہ مغلوب کو شکست ہو کر لڑائی ختم ہو گئی -

شہر کو جانے کے وقت ہمارے دو فریق ہونے کا یہ سبب تھا کہ جس وقت ہم اپنے ہمراہیوں کے ساتھ سوار ہونے کو مکان سے اُتر چکے تھے برٹش کانسل متعینہ شکاگو نے جو ہم سے ملنے کو آتے تھے ہوٹل کے دروازے پر دست بدست کپتان کالون صاحب کو وزیٹنگ کارڈ دیا - نام پڑھ کر صاحب اُن سے ملے اور ہم سے بھی تعارف کرایا - ہم کپتان کالون صاحب اور مسٹر ہوس کو ساتھ رکھکر وہیں ٹھیر گئے کہ مہمان عزیز کی مدارات و ملاقات میں مصروف رہیں باقی اور لوگ ہم سے پہلے میوزیم اور پانوراما دیکھنے کو چلے گئے -

شکاگو طول میں بائیس میل تک بستا چلا گیا ہی - مردم شماری کی تعداد پندرہ لاکھ آدمی ہیں نہایت وسیع و ہموار پکی سڑکیں ہیں - ٹراموے اور گھوڑا گاڑی وغیرہ کی سڑک کے دونوں طرف پتھر کے تختوں سے بنائی ہوئی بہت خوبصورت پٹری ہی - جس پر پیادہ آدمی راستہ چلتے ہیں - اُس کے بعد چند گز فاصلہ چھوڑ کر عمارتیں واقع ہوئی ہیں - پٹری

اور مکانوں کی بیچ کی چھوٹی ہوئی زمین میں بھی گھاس جمی ہوئی ہی جس پر صبح اور شام ربر پمپ اور فواروں سے پانی چھڑکا جاتا ہی۔ پیادہ روسڑک سے مکانوں کے دروازے تک بھی گز سوا گز چوڑی پتھر کے تختوں کی سڑک ہی۔ اور سڑک کے دونوں طرف مناسب فاصلے پر علٰحدہ علٰحدہ عمارتیں بنتی گئی ہیں۔ ہر ایک مکان میں ایک درجہ مثل تہ خانے کے نصف زمین کے اندر او نصف باہر اسباب وغیرہ کے واسطے مخصوص ہی اُسکے اُپر نہایت خوبصورت وخوش قطع دو منزلیں اور ہیں۔ اکثر مکانات کے اطراف میں لوہے کے جنگلے بھی لگے ہوئے ہیں۔ ہر ایک مکان کے دروازے پر اُسی قسم کے پتھر کی جو سامنے کی سڑک میں لگا ہوا ہی سیڑھیاں ہیں۔ شام کو اکثر عورتیں گھروں سے نکل کر اپنی سیڑھیوں پر بیٹھتی ہیں۔ بچّے گھاس میں بائیسکل پر یا پیادہ کھیلتے رہتے ہیں۔ بعض راستوں میں دو وسیع سڑکوں کے بیچ میں پارک ہی جہاں گرمی میں صدہا آدمی زمین گھاس اور بنچوں پر بیٹھ کر تفریحاً اخبار وغیرہ دیکھا کرتے ہیں۔ اس قسم کی عمارتیں شہر کے بیرونی حصوں میں زیادہ ہیں۔ وسط شہر میں اُسکے خلاف نو۹۔ دس۱۰۔ گیارہ۱۱ اور بارہ۱۲ منزل تک بالعموم بلند بلند مکان اور شاذ و نادر چودہ۱۴ پندرہ۱۵ اور بعض عمارتیں اُنیس۱۹ بیس۲۰ اور بائیس۲۲ منزل تک ہیں۔ مکان کی بلندی سے اُسکے طول و عرض اور وسعت کو قیاس کرلو۔ ایسے بلند مکانوں میں زینے کے راستے سے اوپر چڑہنا دشوار ہی۔ اسلئے کوئی مکان لفٹ سے خالی نہیں ہی جس منزل پر جانا ہوتا ہی لفٹ میں بیٹھکر چلے جاتے ہیں۔ بائیس منزل کا مکان سوا سے شکاگو کے روے زمین پر کسی شہر میں نہیں ہی مکانوں

کی ساخت شاذونادر سنگین ورنہ بالعموم سرخ اینٹ سے تعمیر ہوے ہیں۔ آگ صرف چھت کو جلا سکتی ہی باقی عمارت کے حصے فائر پروف Fire proof ہیں۔ کارخانہ جات اور ریل کے انجنوں کا دھواں شہر میں اسقدر گھٹا رہتا ہی کہ مکانوں کا رنگ دھوانسا ہوگیا ہی مگر یہ امر وسط شہر میں ہی جہاں عمارتیں زیادہ بلند ہیں۔

شکاگو کی نمائش

۱۳ - جولائی - کھانے کے بعد ایک بجے کے قریب ہم انگلش کانسل کے ساتھ نمائش کے احاطے میں داخل ہوئے۔ سب ہمراہی بھی ہمارے ساتھ تھے۔ داخلے کا ٹکٹ فی کس پچاس سینٹ ہی۔

مناسب ہی کہ اوّل نمائش کے مکانات کا نقشہ او تفصیل دکھادی جاے۔ اُسکے بعد جو نظر سے گزرے گا اور سمجھ میں آکر ذہن میں محفوظ رہے گا لکھا جائے گا۔ اگرچہ مولوی صاحب کو مامور کردیا ہی کہ روزمرہ تمام اشیار کے نشان اور حالات کے مختصر نوٹ اُسی کے سر پر کھڑے ہوکر کرتے جائیں۔ تاہم بہت سے امور محض یاد پر باقی رکھے جائیں گے۔

نمائش کے میدان کو جسکے اندر تمام دنیا کو محصور کیا ہی۔ دس گیارہ فیٹ بلند تختوں کی دیوار سے روک دیا ہی۔ دیوار کے اندر لکڑی کے قینچی دار ستونوں کو پل کے طور پر پاٹ کر اُسکے اوپر برقی ریل جاری ہی جس میں سوار ہوکر نمائش کے چار طرف پھر سکتے ہیں۔

تھوڑے تھوڑے فاصلے پر اُترنے اور سوار ہونے کے واسطے اسٹیشن بنے ہوئے
ہیں جس کارخانے کے قریب چاہیں اُتریں اور جہاں سے چاہیں سوار ہولیں۔ نقشوں
میں ظاہر کی ہوئی عمارتوں کے سامنے **مچی گان** Michigan
جھیل سے نہر کاٹ کر جاری کر دی ہے اور اُسپر چھوٹی چھوٹی برقی کشتیاں چلتی ہیں۔
اگر پیادہ پھرنا مقصود نہو تو کشتی میں بیٹھکر تمام عمارتوں کو دیکھ سکتے ہیں اور ہر ایک کے
دروازے پر اُتر سکتے ہیں۔ مچی گان جھیل جسکے کنارے پر شکاگو واقع ہے تقریباً تین ۳۰۰ سو
میل لمبی اور ۱۰۰ سو میل چوڑی ہے۔ اس جھیل کی دوسری نوک پر جا کر تقریباً تین ۳۰۰ سو میل لمبی اور
ڈھائی ۲۵۰ سو میل چوڑی **سُوپیریر** Superior اور دوسری جھیل **ہورن**
Huron دو سو پچاس ۲۵۰ میل لمبی اور تخمیناً نوّے ۹۰ میل چوڑی ایک دہنے ایک بائیں۔ نوک
سے نوک مل کر تین پنکھڑی کے پھول کی شبیہ بن گئی ہے۔

شکاگو بیالیس ۴۲ عرض شمالی اور ستاشی ۸۷ و ستیس ۳۶ ثانیہ و سمل مغربی پر واقع ہے۔ غرضکہ اوّل
ہمکو ٹرسٹس کانس **وی مین بلڈنگ** Women (عورتوں سے متعلق عمارت)
میں لے گئے یہاں اعلحضرت **قیصر ہند** اور اُنکے خاندان کی شاہزادیوں کے
دست مبارک کی بنائی ہوئی چیزیں بھی رکھی ہیں۔ اس عمارت کی تعمیر کا نقشہ بھی ایک
عورت کے ہاتھ کا بنایا ہوا ہے۔ نہایت باشکوہ اور عالی شان عمارت ہے۔ اوّل ہم اُس کمرے
میں گئے جہاں **انگلینڈ** کا اسباب ہے۔ دالان کے صدر میں ایک میز پر **اعلحضرت**
قیصر ہند کے ہاتھ کا بُنا ہوا سن کا پھولدار نہایت عمدہ اور خوشنما کپڑا اور

شاہزادیوں کے ہاتھ کے بنائے ہوئے رومال اور بنیان وغیرہ رکھے ہیں۔ ہماری پارٹی نے نہایت دلچسپی کے ساتھ ان چیزوں کو دیکھا۔ اسکے علاوہ تمام عمارت عورتوں کی دستکاریوں سے بھری ہوئی ہی جسکے بیان کرنے کو علاحدہ ایک دفتر درکار ہی۔

ہارٹی کلچرل بلڈنگ

اِس لفظ کے معنی گرم سیر ہیں۔ جہاں روے زمین کے گرم سیر ممالک کے درخت۔ پھول پھل۔ اور بوٹیاں شیشے کی چھت کے سائے میں پانی کے بخارات سے گرمی دے کر تیار کئے ہیں۔ چونکہ انسان کو طبیعی اشیا کے دیکھنے کا جو خالق کائنات کی صنعت کاملہ سے پیدا ہوتی ہیں زیادہ اشتیاق ہوتا ہی اس لئے عقلمند لوگ اِسی قسم کے سین پیش کرتے ہیں۔ تمام نباتات کی تفصیل کو ایک دفتر اور دیکھنے سمجھنے کو مدت دراز چاہیئے جب کچھ لکھ سکتے ہیں۔ ایسی رواروی میں نظر سرسری سے دیکھنا اور مفصل لکھنا کیوں کر ممکن ہی۔ تاہم جو عجیب چیزیں یادگار کے قابل ہیں مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر پیش کی جاتی ہیں۔ چنانچہ ایک قسم کے چند پھول نہایت عجیب رکھے ہیں جنکی سیاہ پتیوں پر سفید رنگ کی جھالر لگی ہوئی ہی۔ ایک درخت اِس قسم کا ہی کہ پتے اور شاخ کی جگہ آدمی کے سر کی برابر بیضاوی گولے لگے ہوئے ہیں اور اُن پر بہت لمبے لمبے سفید بالوں کی جٹائیں بعینہٖ انسان کے بالوں کے مثل لٹک رہی ہیں۔ یہ درخت اوپر نیچے اِسی قسم کے پھلوں سے ترتیب پاتا گیا ہی۔ مکان کا گنبد جس کا

قطر تقریباً پچاس گز اور بلندی بھی اسی قدر معلوم ہوتی ہی۔ شیشے کے تختوں سے بنایا گیا ہی۔ گنبد کے دونوں طرف تخمیناً سو سو گز لمبے دو کمرے ہیں۔ انکی چھت پر بھی شیشے کے تختوں کا سایہ ہی اور نیچے کے سطح پر تین قطاروں میں تمام دنیا کے گرم ممالک کی نباتات بوئی ہوئی ہیں۔ ایک حصے میں صرف روئی کے پہلوں کو جسقدر امریکہ میں پیدا ہوتے ہیں اور جسقدر اور جگہ سے بہم پہنچانا ممکن ہوا ہی جمع کیا ہی جن پہلوں کی نسبت خشک ہو جانے یا سڑنے سے ہئیت اصلی پر قائم نرہنے کا اندیشہ تھا اُن کو شیشے کی اچاریوں کے اندر اسپرٹ میں رکھا ہی۔ ازانجملہ سبز رنگ پر سرخ افشاں کئے ہوئے آڑو۔ جنکا ہر ایک دانہ ایک ایک پونڈ وزنی ہی اور گول کدو کے ہم شکل ناشپاتی فی دانہ ڈیڑھ پونڈ بھاری سیاہ۔ سفید۔ اور نشیبی رنگ کے انگور جو اپنی پیدائش کے زمینوں کی آب و ہوا کے موافق مختلف قد اور صورتوں کے ہیں۔ نارنگی اور لیموؤں کی صدہا قسم کے چھوٹے چھوٹے مینار اور گنبد بنا دیے ہیں۔ جسکو چار طرف پھر کر دیکھنے والے اچھی طرح تشخیص کر سکتے ہیں۔ اسکے سوا آلو بالو۔ پلم۔ چیری اور صدہا فواکہ نمائش کے طور پر موجود ہیں۔

ایکواریم

ہارٹی کلچر کی سیر کے بعد ہم ایکواریم (مچھلی خانہ) میں گئے۔ یہ عمارت بھی بہت بڑی اور عالیشان ہی۔ بیچ میں چلنے پھرنے کے لئے رستہ ہی اور راستے کے دونوں طرف ایک گز بلند کرسی دیکر ایوان بنائے ہیں۔ تین طرف دیوار ہی اور سامنے کا رُخ شیشے

کے ایک ڈھال تختے سے بند ہی اور چھت کے کناروں تک لبریز پانی بھرا ہوا ہی۔ چھت کھُلی ہوئی ہی جسکے اوپر سے نل اور فواروں کے وسیلے سے پانی آکر نیچے بھرے ہوے پانی کو تازہ رکھتا ہی زائد پانی اوپر کی طرف سے نکل جاتا ہی۔ ان دالانوں کے اندر پتھروں سے طبیعی پہاڑ کے شکل غار اور سوراخ بنا کر اُن میں دریائی گھاس اور نباتات جمائی ہی۔ دریا کے نیچے تہ کی حالت دکھانے کو پتھر کے پھول اور درخت جو دریا میں پیدا ہوتے ہیں اور سیپ اور گھونگے وغیرہ نہایت خوش اسلوبی سے رکھدیئے ہیں۔ تہ میں بھی باریک باریک دھار کے فوارے لگے ہوے ہیں۔ جنکا پانی قدرتی سوتوں کے شکل اُبلتا ہوا نظر آتا ہی۔ اِن خانوں کے اندر قسم قسم کی مچھلیاں اور دریائی جانور پلے ہوئے ہیں۔ پانی اسقدر نتھرا ہوا ہی کہ اندر کی کل چیزیں شیشے میں سے صاف نظر آتی ہیں سُرخ۔ سُنہری۔ زرد۔ کاسنی اور اودی مختلف شکل وہیئت کی مچھلیاں چھوٹی ہوئی ہیں۔ بعض مچھلیاں ایسی ہیں جنکا سر اور چہرہ بعینہٖ اُلّو کے چہرے سے مشابہ ہی۔ میٹھے پانی کی مچھلیوں کے واسطے میٹھا پانی اور کھاری پانی کے حیوانوں کے واسطے سمندر کا پانی مہیّا ہی۔

نمائش کے احاطے میں ہر ملک کے گانو۔ بازار اور مہمان خانے اُسی ملک کے آدمیوں نے آکر بنائے اور آباد کئے ہیں۔ بازار یا گانو میں داخل ہوتے ہی معلوم ہوتا ہی گویا اُوسی ملک میں پُہنچ گئے۔

ترکی بازار اور گانو

ایکواریم دیکھنے کے بعد ہم کھانا کھانے کی غرض سے ترکی بازار اور گانو میں آئے۔

راستے کے کنارے پر ایک مختصر آتش خانہ بنا ہوا ہی۔ کھانا کھانے کیواسطے
نہایت پاکیزہ میز اور کرسیاں لگی ہوئی ہیں۔ باورچی اور خدمت گار وغیرہ سب تُرک
ہیں۔ ایک نوجوان تُرک کمرے کے گوشے میں بیٹھا ہوا باجا بجا رہا ہی۔ کھانے کے
اقسام میں پلاؤ قورمے کے ساتھ۔ اور دو پیازہ وغیرہ دوسری قسم کے سالن۔ تین
طرح کے کباب برف اور ہلکی ہلکی مٹھائیاں تھیں۔ نہایت مزیدار اور عمدہ غذا ہی۔
آتش خانے کے برابر دو تین ترکی تھیٹر بھی ہیں۔ کھانے کے بعد ترکی گانو در بازار
کو گئے۔ چار بازار کے مثل ایک چھتّے کے اندر دُکانیں ہیں۔ ترکوں کی دستکاری
اور صنعت کا اسباب نہایت خوش اسلوبی سے چنا ہوا ہی۔ اہلِ بازار اکثر عربی بھی
بولتے ہیں مرد زیادہ تر مسلمان، مگر عورتیں بالعموم ترکی نصرانی ہیں۔
ایک دُکان پر مشین سے تمباکو تراش کر سگرٹ بناتے ہیں۔ ہمارے ہمراہیوں سے
بعض نے ترکی ٹوپیاں وغیرہ اسباب خریدا۔ ہم کو ترکی لباس میں دیکھکر ترکی گروہ کے
مینیجر نے جو نصرانی تھا انگریزی زبان میں کہا کہ مسجد سلطانی میں جو ترکی گانو میں تعمیر ہوئی
ہی کسی قوم کے آدمی کو اندر قدم رکھنے کی اجازت نہیں ہی مگر اس قدر کہ دس سینٹ فیس
دے کر دروازے کے باہر سے کھڑے کھڑے دیکھ لے۔ البتہ اہلِ اسلام کے
واسطے یہ مسجد وقف ہی اور اعلیحضرت سلطان المعظم نے مجکو مامور فرمایا ہی
کہ جو اہلِ اسلام یہاں ملیں اُن کی خدمت میں عرض کروں کہ یہ مسجد صرف آپ صاحبوں
کے واسطے بنائی گئی ہی۔

اسکے بعد ہم ہندوستانی عمارت میں گئے۔ مسجد کے دروازے کی مثل کھلا ہوا
برجیوں دار دروازہ تھا۔ مختصر دو منزلی عمارت ہے۔ ہندوستانی صنعت اور دستکاری کا
اسباب اکثر ممالک ہندوستان اور ریاستوں سے منگا رکھا گیا ہے۔ خصوصاً ریاست
حیدر آباد کے بنے ہوئے نہایت عمدہ نئے اور پرانے صیتا رہیں۔ لنگوٹی بند جوگیوں
اور سناسیوں کی مورتیں جابجا کھڑی ہیں۔ اوپر کے درجے میں چند ہندوستانی
مسلمان تماشائیوں کو چاء وغیرہ پلاتے تھے۔ منجملہ اُنکے ایک آدمی لکھنو کا اور ایک
پنجابی تھا۔ اسکے سوا دستکاری کے نمونوں میں ملیاگری صندل کی منبت کاریں
اور بمبئی کے بنے ہوئے خاتم بندی کام کے بکس وغیرہ جو صندل پر دانت۔
سینگ اور رانگ سے پچی کاری ہوتی ہے۔ گھوسنوں کی شیشے لگی ہوئی چادریں
اور کرتے وغیرہ بہت سا اسباب تھا۔ مولوی فرخی نے ایک روز اپنے ملک کا ایک
سپیرا بھی دیکھا۔ بین بجاتا اور سانپ دکھاتا پھرتا ہے۔ کہتا ہے مجھے خوراک اور سواری
کے سوا پانچ ڈالر یا ایک پونڈ ماہوار پر لائے ہیں۔ تنخواہ کے علاوہ نمائش ختم ہونیکے بعد
جو مئی سے اکتوبر تک قائم رہے گی۔ گھر پہنچانے کی بھی شرط ہے۔

اور ملکوں کی عمارت کے ساتھ گانو بھی ہیں۔ چنانچہ مصر۔ الجیریا۔ جاوا
ترکی۔ ایرانی۔ ایرش۔ جرمن۔ جاپان اور مراکش۔ وغیرہ کے گانو بازار
مکانات۔ تھیٹر اور چارخانے وغیرہ اصلی باشندوں سے آباد کئے ہیں مگر ہندوستان
کے متعلق ایک عمارت کے سوا گانو یا بازار نہیں ہے۔ اور بنا کر کیا کرتے۔ ہندوستانی دیہات

جیسے قابل دید ہیں آپ خوب جانتے ہیں۔

نمائش کو سب سے زیادہ مدد ترکی سامان اور آدمیوں نے دی ہی۔ بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ نمائش کا زیادہ حصّہ مسلمانوں سے آباد ہی۔ جب آپ ایک سلسلے میں ترکی۔ ایرانی مصری۔ اُبزابر کے عرب۔ مراکو اور جاوا وغیرہ قوموں کو معروف کار دیکھیں گے تو اس امر کی پوری تصدیق ہوگی۔

غرضکہ ان چیزوں کو ایک نظر دیکھتے ہوئے ہم ترکی تھیٹر میں گئے۔ پچیس۲۵۔ پچاس۵۰ اور پچھتّر۷۵ سینٹ تک ٹکٹ تھا ہم اوّل درجے میں اسٹیج کے قریب بیٹھے۔ اگرچہ عارضی مکان ہی تاہم خوشنما اور آراستہ ہی۔ اسٹیج کی پیشانی پر طلائی حرفوں میں سلطانی طغرے بنا ہوا ہی۔ تمام مکان میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر خط ثلث میں لکھے ہوئے قطعے آویزاں ہیں۔ طغرے کے برابر ایک وصلی پر "لایکذبو بعضکم علےٰ بعض" دوسری طرف "راس الحکمۃ مخافۃ اللہ" لکھا ہی۔ اسٹیج کے سامنے کی دیوار سے ملی ہوئی چند کرسیاں بچھی ہیں اُن پر سازندے بیٹھکر باجا بجاتے ہیں۔ ان لوگوں کے دہنے بائیں دو دو نوجوان حسین عورتیں قانون اور ایک قسم کا رباب اور ربانہ بجاتی ہیں بعض عورتیں ناچتی ہیں مگر پاؤں کے گھنگرو کی تال کا کام ربانہ دیتا ہی۔ ناچ کی طرز بھی نرالی ہی۔ یہ امر بھی نہایت تعجب انگیز ہی کہ ناچنے والی عورت کے محض سینے کا گوشت بغیر اسکے کہ اور جسم جنبش کرے لرزتا ہی۔ سب کی آوازیں نہایت پاٹ دار۔ اور رصاف قریب قریب یکساں ہیں۔ ترکی زبان کے گیت گاتی تھیں۔ بعض نقلیں بھی کیں۔ چنانچہ ایک حسین عربیہ پر دو

نوجوان عربوں کا عاشق ہونا - اور اُس پر دونوں قبیلوں کی باہم لڑائی - فتحمند عاشق کے
حکم سے اُسکے رقیب کا مع چند ہمراہیوں کے گرفتار ہوکر قتل ہونا - اِس لڑائی میں رجز
کے عربی اشعار اور باہم شجاعانہ گفتگو - اہلِ عرب کی نیچرل حالت کا نقشہ دکھاتی ہو -
اگرچہ یہ سانگ اور ناچ کچھ زیادہ دلچسپ نہیں ہیں - مگر عربی اشعار کا پُرجوش لہجہ عربی سمجھنے
والوں کے دلوں کو قومی حرارت کے جوش سے بھر دیتا ہو -

ٹھیٹر سے اُٹھکر گاڑیوں میں سوار ہوے اور شہر کو واپس آئے -

دوسرے روز ہمکو بعض صاحبوں کی بازدید کرنا ہو اور داتو عبدالرحمن سلطان
ابوبکر بادشاہ جوہر کے وزیر بھی ہمسے ملنے کو آنے والے ہیں اسلیے ہم نمائش کو نہیں
جائیں گے -

یہ تو ہم پیشتر لکھ چکے ہیں کہ جس روز سنگاپور میں سلطان موصوف کا محل دیکھنے گئے تھے
سلطان اُس زمانے میں یورپ کو آئے ہوئے تھے اور سلطان کے مکان پر ہمارے
جانے کی اطلاع اُنکے اہلکاروں کی طرف سے یورپ میں سلطان کو ہو چکی تھی - اِسلیے
داتو عبدالرحمن کو سلطان جوہر نے لندن سے بذریعۂ تار کے حکم بھیجکر افسوس اور عذر کرنے
کے واسطے مامور کیا ہو غرضکہ سواے مولوی فرخی کے اور سب بھی نمائش میں نہیں گئے -
کپتان صاحب کو خیال تھا کہ ایک روز نوکروں کو بھی تماشا دکھایا جائے اسلیے اُن کو
مولوی فرخی کے ساتھ نمائش میں بھیجدیا اور قیصر نام ایک یوروپین امرکن کو خدمت کیواسطے
مولوی صاحب کے ساتھ مامور کردیا -

مولوی صاحب کہتے ہیں کہ میرے خیال میں ان لوگوں کو علمی کارنامے اور
الکٹرک سائنس دکھانے کی ضرورت نہ تھی۔ یہی کافی تھا کہ ترکی۔ مصری حبشی
الجیرین تھیٹر اور بازار دکھا دئے جائیں۔ اسلئے اوّل مصری بازار میں جاکر جو چیز جسنے
پسند کی اُسکو خریدی۔ اِن بازاروں کے تمام دُکاندار ہمکو مسلمان سمجھکر سلام اور تعارف
کرتے تھے۔ مصری بازار کے پہلو میں سوڈانی تھیٹر ہے۔ اتفاقاً ایک حبشی عرب
جو کسی زمانے میں ہندوستان اور رامپور بھی ہو آیا ہے دروازے پر مل گیا۔ اندر لیجا کر
تھیٹر کی عمارت کو تفصیل کے ساتھ دکھایا۔ تماشا شروع ہونے میں کسی قدر دیر تھی اسلئے
میں ان لوگوں کو ایرانی بازار اور تماشا خانے میں لے گیا۔ اہلِ ایران چونکہ میرے
ہمزبان تھے اُن کو ہمسے مل کر اِس قدر خوشی ہوئی کہ گویا کوئی بچھڑا ہوا ہموطن آملا۔ تمام اہلِ
بازار نے جمع ہو کر تعارف اور چاء وغیرہ کی مدارات کے بعد اپنے تماشہ خانوں کی مفت
سیر کرائی۔ ہماری نسبت بھی نہایت آرزو سے درخواست کرتے تھے کہ اگر نواب صاحب
ہمارے کوارٹر میں تشریف لائیں تو ہمکو نہایت خوشی اور قابل یادگار فخر ہوگا۔ وہاں سے
الجزائری عربوں کے تھیٹر میں گئے۔ چند حسین عورتیں ترکی تھیٹر کی طرح باجے کے ساتھ
نہایت بھونگم ناچ ناچتی ہیں۔ الجزائری عورتوں کے لباس میں پائجامہ بہت ہی عجیب ہے
جسکا گھیر اوپر سے پائینچوں تک برابر ہے مگر پائینچے کو قمیص کی طرح کف لگاکر چُنٹ ڈالتے
ہیں۔ کف پانؤں میں لپٹ جاتے ہیں اور پائجامہ بالکل سایہ معلوم ہوتا ہے۔ اوپر کے جسم میں
انگریزی باڈی یا آستینوں دار کرتی ہوتی ہے۔ ہاتھوں میں مہندی لگانا اور پانؤں میں چوڑیاں

یا جھانجن وغیرہ پہننا بھی رائج ہے سر پر زربفت کا رومال لپیٹ کر ترچھا جھومر بھی لٹکاتی ہیں۔ غالباً یہ لباس صرف ناچنے والی عورتوں کا ہے ورنہ بازاریں وکانوں پر سودا بیچنے والی عورتیں بہت چھوٹی ترکی ٹوپی پر چھوٹی چھوٹی اشرفیوں کی ایک یا دو جھالریں اور کلابتوں کا پھندنا لگا کر ٹوپی کو سر کے ایک طرف پن یا سوئی سے ٹانک لیتے ہیں۔ تماشا خانہ کے دروازے پر چند حبشی توڑہ دار بندوقیں لئے ہوئے پہرہ دے رہے ہیں غرضکہ مراکش پیلس کو جسکی تفصیل ہم آگے لکھیں گے دیکھکر مولوی صاحب اپنے ہمراہیوں کو ترکی مسجد میں نماز پڑھانے لے گئے۔ حاج سلیم النعمانی امام مسجد نے سب کو زیرپائیاں منگوا کر دیں اور وضو کرنے کی جگہ جا کر سب نے وضو کیا۔ مولوی صاحب نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی محراب میں منبر پر قرآن مجید رکھا ہوا تھا اسمیں دیکھکر اوّل پارے کے تین رکوع پڑھے اور مسجد سے باہر آکر خدا کا شکر کیا جمال آفندی آغاسی (متولی مسجد) نے ایک کتاب پیش کر کے خواہش کی کہ اسمیں اپنا نام لکھدو اعلیحضرت سلطان المعظم خلداللہ ملکہ کا حکم ہے کہ جو لوگ نماز کو آئیں اُنکے نام کتاب پر لکھوا کر ختم نمائش کے بعد ہمارے ملاحظے میں پیش کئے جائیں۔ مولوی صاحب نے اپنا نام ہمارے تعلق کے ساتھ کتاب پر لکھدیا اور قسطنطینیہ ہوکر واپس جانے اور اعلیحضرت سلطان کی زیارت کا شوق بھی بیان کیا۔ جمال آفندی نے کہا کہ میرا بھائی خاص مسجد سلطانی کا جو محل کے اندر ہے متولی ہے اُسکے نام تمہیں خط دیتا ہوں وہ تمکو ہر ایک نماز میں اعلیحضرت سلطان کی زیارت سے مشرف کرائے گا چنانچہ مولوی صاحب کی پاکٹ بک پر خط لکھ کر مہر کردی۔ وہاں سے

جاوا گانو میں آئے ملیٹوں کی دکانیں جیسی اُنکے ملک میں ہوتی ہیں بنائی ہیں اور
صدہا زن و مرد دستکاری میں مصروف ہیں۔ بعض لوگ بید کی چھال سے انگریزی
ٹوپیاں بنا رہے ہیں بعض اور کام کرتے ہیں مسلمانوں کو دور سے دیکھکر سلام علیکم
کہتے ہیں۔ یہ لوگ بڑے پکّے مسلمان ہوتے ہیں۔ ملایا سے سلطان جوہر کا بھیجا ہوا
اسباب بھی بہت ہی سیلان کی اشیا کے نونے۔ بورنیو کے وحشی جانور جنمیں دو اُورنگ
اوٹانگ بھی پنجرے میں بند ہیں۔

ترکی بازار کے قریب میدان میں ایک چرخ کا جھولا لگا ہوا ہی۔ شوقین مرد عورتیں اُسمیں
بیٹھکر آسمان زمین کی سیر کرتے ہیں۔ جھولے کے نام سے معمولی چرخ کا جھولہ جیسا
ہندوستانی میلوں میں بلوچ وغیرہ لئے پھرتے ہیں۔ تصور نہ کیجیے۔ یہ چرخ کا جھولہ
مگر زمین سے دوسو اسّی فیٹ بلند ہی اور عجائب اسکے کہ جھولے میں چار چھوٹے چھوٹے
لکڑی کے کھٹولے لٹکتے ہیں۔ اسمیں ریل کی گاڑی برابر پچاس گاڑیاں لٹکی ہوئی ہیں
تمام و کمال چرخ کا دائرہ اور پائے بہت مضبوط لوہے سے بنائے ہیں۔ انجن کے
وسیلے سے گردش کرتا ہی بعض نوکروں نے مولوی صاحب سے درخواست کی کہ ہمکو
اِس چرخ میں بیٹھا دیجیے۔ مگر مولوی صاحب نے منظور نہیں کیا۔ عذر کیا کہ اگر انجن کا کوئی
پرزہ ٹوٹ گیا یا بائیلر پھٹ گیا تو تم آسمان و زمین کے بیچ میں معلق رہجاؤ گے اور ہمکو تمھارے
اُتروانے میں خدا جانے کس قدر دقت کرنا پڑے گی بہتر ہی کہ دوسروں کو بیٹھے ہوئے
دیکھکر ہی گردش اپنے اوپر فرض کرلو۔ غرضکہ شام کے قریب مولوی صاحب

ریل میں بیٹھکر واپس آئے - ریلوے اسٹیشن ہوٹل سے بہت قریب بازار میں ہی -

۱۴-۱۵-۱۶-۱۷-جولائی - دوسرے روز بھی حسب معمول ہم پھر نمائش کو گئے - اوّل سلطان مراکش کے پیلس اور باغ اور مراکش تھیٹر میں گئے - پیلس کو عجیب صنعت سے بنایا ہی - ایک حصّے کو چونے اور پتھر سے تعمیر کیا ہی - جسمیں دو یا ڈیڑھ گز فاصلے پر مثلث گنبد بنائے ہیں - جا بجا دروازوں میں آئینہ کا تختہ لگایا ہی جسمیں مقابل کے دروازے اور اُسکے آئینہ کے عکس کا عکس پڑکر ایک کی وس۱۰ بارہ۱۲ عمارتیں نظر آتی ہیں اور انسان کو داخل ہونے کے بعد نکلنے میں بڑی دقت ہوتی ہی - ہر جگہ دہوکا ہوتا ہی کہ دروازہ ہی مگر سامنے آتے ہوئے اپنی ہی صورت آئینے میں نظر آتی ہی تو سمجھ میں آتا ہی کہ راستہ نہیں ہی - عجیب بھول بھلیاں ہی - ہر گنبد کے نیچے ڈھائی تین۳ گز بلند ہم قد اور ہم شکل کھجور کے درخت بوئے ہوئے ہیں - اِس عمارت کے پہلو میں پہاڑ کی چٹان کو تراشکر ناہموار گنبد بنائے ہیں اور اُسی قسم کے آئینے وغیرہ لگائے ہیں دونوں عمارتوں میں جا بجا مٹی اور موم کے آدمی فوج یا پولیس کی وردی پہنے ہوئے کھڑے ہیں - اسقدر مناسب حالت ہی کہ اکثر آدمی دھوکا کھاکر راستہ پوچھتا ہی یا کچھ بات کرتا ہی جواب نہ ملنے سے تمیز ہوتا ہی کہ مٹی کی مورت ہی - اوپر کے درجے میں بھی چند مٹی کے آدمی جنرل اور کرنل کا یونیفارم پہنے ہوئے کھڑے ہیں - اچھی صنعت کی ہی - تھیٹر بھی اوپر کے درجے میں ہی - الجزائری عورتوں کے مثل یہاں بھی ناچ گانے کی وہی حالت ہی - لباس البتہ کسی قدر مختلف ہی یعنی اِن کا لباس ترکی ہی - وہاں سے

اُٹھ کر ہم الکٹرک بلڈنگ میں گئے۔

الکٹرک بلڈنگ

یعنی برقی صنعتوں کی نمائش

اِس عالیشان، دو منزلی عمارت میں برقی صنعتوں کا جلوہ اور خدا سے تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی بے مثل و مفید قوت کا کرشمہ دکھایا ہے۔ مکان کی آرائش اور برقی روشنی کی نمایش کیواسطے چھوٹے چھوٹے بلوری شیشوں سے ایک مینار بنا کر چھت سے ملا دیا ہے اور اُس مینار کے چار طرف سے پون پون گز چوڑی چار شاخیں چھت سے ملی ہوئی چار طرف کو چوسر کی طرح پر چلے گئے ہیں۔ یہ بھی اُسی شکل کے شیشوں سے مرکب ہیں۔ عمارت کے گوشے میں پوشیدہ جگہ سے برقی منبع قوت پہنچاتا ہے اور مینار پر چڑھ کر برقی روشنی چاروں طرف شاخوں کے آخر تک جاتی ہے اور ہر دفعہ نیا رنگ بدلتی ہے۔ کبھی سرخ کبھی سفید زرد۔ نافرمانی اور آبی غرضکہ بار بار رنگ تبدیل ہوتا ہے۔ اِس سے زیادہ کار آمد اور لحاظ کے قابل تار برقی کی ایسی قسم ہے جو پیغام بھیجنے والے کے ہاتھ کی لکھی ہوئی عبارت کو مکتوب الیہ تک آن واحد میں صدہا کوس پہنچا دیتی ہے۔ لکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ برقی پلیٹ پر ایک آلہ سے متعلق تقریباً فٹ بھر لمبا ریشم کا ڈورا ہے جسکے دونوں سرے بکس یا پلیٹ میں وصل ہیں اور ڈورے کے بیچ کا حصہ ایک پنسل کی نوک کے قریب لپٹا ہوا ہے۔ پنسل کو جس قدر دور ہٹاتے ہیں اُتنا ہی ڈورا کھنچ کر سرک آتا ہے۔ دوسری پلیٹ پر جو بجائے

کسی دوسرے شہر میں ہونے کے قریب میز پر لگا ہے - ایک قلم لگا ہوا ہے
پنسل سے جو عبارت کاغذ پر لکھتے ہیں ہوبہو وہی عبارت وہی خط کی شان دوسری
جگہ قلم سے لکھ جاتی ہے - قلم کے اوپر کی طرف سیاہی کی ڈبیا ہے جب تک لکھتے ہیں
اُسمیں سے سیاہی نوک تک بتدریج آتی رہتی ہے ہزاروں کوس تک طول دے سکتے
ہیں - کمپنی کے اجنٹ نے جسکی طرف سے یہ آلہ اور اسکے سوا بہت سی کارآمد برقی کلیں
رکھی ہیں - ہمارے سامنے پنسل سے عبارت لکھی - بعض پھول اور پتے بنائے
اُسی شکل کے دوسری جانب قلم سے لکھے گئے - یہاں سے چھ میل فاصلے کی قوت
پر دونوں آلے لگے ہوئے ہیں مگر جسقدر چاہیں بڑہا سکتے ہیں اور ہزاروں کوس
فاصلے پر یہیں سے بیٹھے بیٹھے دستخط کر سکتے ہیں - نہایت کارآمد اور عجیب آلہ ہے -
اِس آلے کو ٹیلاٹوگراف Telautograph کہتے ہیں اور
اسکے مالکوں کا نام گری نیشنل ٹیلاٹوگراف کمپنی
Graynational Telautograph Company ہے ٹیلاٹوگراف کو
اہلِ امریکہ سے پروفیسر الیشا گری Elishagray نے ایجاد کیا ہے
میوزیکل ٹیلی فون وغیرہ بھی اسی شخص کی ایجاد ہے جسکے وسیلے سے ہزار میل
کی مسافت پر باجا یا گانا سنا سکتے ہیں - ٹیلی گراف کی ایک اور بھی قسم ہے جسمیں کاغذ کے
فیتے پر ایک ایسے قلم سے جسکے اوپر سیاہی کی ڈبیہ لگی ہے مارپیچ مسلسل لکیر لکھ جاتی ہے -
اِن خمدار لکیروں سے حرفوں کی جگہ علامتیں مقرر کرلی ہیں جنہیں مشق کے بعد بخوبی پڑھ سکتے ہیں

اِسکے سوا لمپ کی باڑی اور گھڑی کے پرزے صاف کرنے کی مشین وغیرہ بھی ہیں سب سے زیادہ مفید اور کارآمد چیز برقی قلم ہی۔ قلم کی نوک لوہے کی ہی۔ دستے پر تاروں کا لچھا لپٹا ہوا ہی۔ دستے کے اوپر برقی مشین کا تار لگاتے ہی قلم کی نوک گرم اور تپائے ہوئے لوہے کی مثل سرخ ہوجاتی ہی۔ گلاس یا شیشے پر جو عبارت لکھنا یا جو نقش کرنا منظور ہوتا ہی نوک سے لکھتے ہیں۔ آہستہ سے نوک کا چھو جانا کافی ہی۔ بہت آسانی سے عبارت اور نقش کندہ ہوجاتے ہیں۔ ایک مشین لوہا گرم کرنے کی ہی موٹی موٹی لوہے کی سیخیں مشین سے لگاتے ہی نرم اور سرخ ہوجاتی ہیں۔

فونوگراف Fonograph جسمیں انسان یا باجے کی آواز بند ہوکر جب تک چاہیں محفوظ رہ سکتی ہی اور مشین سے متعلق کردینے کے بعد ہوبہو اصلی لہجہ سنا جاتا ہی جا بجا لگے ہوئے ہیں۔ پانچ سینٹ بکس میں ڈالکر ایک ربر کی نی کان سے لگائی اور آواز آنے لگی۔ اِن مختلف آلوں کے سوا جا بجا رکھے ہیں ایک دو منزلہ کمرہ بھی فونوگراف سے متعلق ہی صدہا آدمی کرسی پر بیٹھے ہوئے۔ گانا باجا۔ یا کسی فاضل کی اسپیچ سن رہے ہیں۔ فی کس پانچ سینٹ فیس لی جاتی ہی۔ کارخانے کے مالک نے ہمکو اندر لیجاکر فونوگراف کے متعلق تمام آلوں کی سیر کرائی۔ برقی عمارت کے اندر سامنے کی دیوار پر برقی روشنی سے **کولمبس** کی تصویر بنائی ہی۔ جس سے ظاہر ہوتا ہی کہ اب تک اہلِ امریکہ کولمبس کا احسان مانے جاتے ہیں۔ اسکے سوا صدہا قسم کے برقی آلات ہیں جنکی تفصیل کو ایک علیحدہ کتاب چاہیے۔

اکسپوزیشن بلڈنگ

اِس عمارت میں جہانتک سواری باربرداری اور انسان یا اسباب کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کے وسیلے ہیں سب کو جمع کیا ہے۔ چنانچہ بگھی۔ گاڑی۔ گھوڑا کشتی۔ جہاز اور جانور جن پر اسباب لادا جاتا ہے غرضکہ ہر قسم کے نمونے رکھے ہیں۔ مصری اسباب پر جو طامس کک کی طرف سے بھیجا گیا ہے حاجی محمد علیو تراجمة الخواجہ کوک اور ایک دوسرا عرب دو شخص مہتمم ہیں۔ منجملہ اُس اسباب کے جو طامس کک نے بھیجا ہے دو کشتیاں ایک آدھ گز کے قریب لمبی اور ایک اُس سے کچھ بڑی بے جوڑ تختے سے بنی ہوئی۔ ملاح وغیرہ بھی لکڑی کی مورتیں مصر سے آئی ہیں کہتے ہیں چار برس ہوئے یہ کشتیاں ایک مصری پُرانی قبر سے برآمد ہوئی ہیں۔ قبر کی تاریخ سے جو قبطی خط میں کندہ تھی یہ چیزیں چھ ہزار برس پہلے کی ثابت ہوتی ہیں۔

بحری مرکبوں کے سلسلے میں وکٹوریہ نامی انگریزی جنگی جہاز کا نقشہ بھی لوہے سے بنا کر رکھا ہے دو انجن اور ڈبل اسکرو کا بہت بڑا مضبوط جہاز تھا مگر افسوس ہے کہ اسی جون کے مہینے میں جو گزر چکا یہ جہاز بحر روم میں مع ایک ایڈمرل اور اکثر آدمیوں کے ڈوب گیا۔ زیادہ افسوس کے قابل یہ بات ہے کہ صرف قواعد کی مشق میں ایک جہاز سے ٹکرا کر ایڈمرل (امیر البحر) کی غلطی سے ڈوبا ہے۔ اِسی سلسلے میں امریکن

لائن کمپنی نے اپنے جہاز کا پورا نمونہ کمروں کی خوبی اور صفائی دکھانے کو لکڑی سے
تعمیر کیا ہی۔ نہایت لطیف اور دلکش کمرے ہیں۔ ایک کمپنی بحر پیسفک کو اٹلانٹک
سے ملانے کے واسطے نہر بنا رہی ہی۔ چنانچہ ایک بہت بڑی میز پر جسکا بالائی تختہ
شیشے کا اور نیچے پانی بھرا ہوا ہی پہاڑ وغیرہ بنا کر جس جس طرف سے نہر نکالی ہی پہاڑ سطحے
کے برابر کاٹ دیے ہیں۔ نہر کا پورا نقشہ سمجھ میں آسکتا ہی نہایت عمدہ تدبیر ہی۔
اگر نہر تیار ہو گئی تو سفر بہت آسان ہو جائے گا۔ اسی عمارت میں ایک لوہے کا ہتوڑا
جسکا وزن دو ہزار چار سو پچاس ٹن یا ساٹھ ہزار چھ سو من ہی رکھا ہی۔ یہ ہتوڑا انجن کے وسیلے
سے اُٹھا کر گرایا جاتا ہی۔

ممالک یورپ سے جرمن۔ فرانس۔ وغیرہ کے بھی جنگی اور تجارتی جہازوں کے
نمونے ہیں ہر ملک کے گھوڑوں کی پورے قد کی تصویریں مٹی سے بنا کر بعض
کو بگھیوں میں۔ کسی پر خالی ساز۔ کسی پر زین کس دیا ہی۔ اس قدر خوبصورت بنائے
ہیں کہ زندہ اور مردہ میں فرق کرنا ممکن نہیں ہی۔ ایک چوپایہ حیوان جسکا نام لاما ہی۔ خوگیر
کسا ہوا اسباب لدا ہوا مٹی کے جسم کو اصلی کھال پہنا کر بنایا ہی عجیب شکل کا جانور ہی۔
سم شگاف دار گائے کے بچھڑے برابر۔ سرخ گدھے کا جیسا رنگ۔ قد بھی گدھے
کی برابر ہوگا۔ جسم سُبک اور دُبلا گردن اونٹ کی گردن سے مشابہ ہی۔ تھوتنی اور کان ٹٹو
کے مثل تیز چل حیوان ہی اور افریقہ کا تحفہ ہی۔ چند توپیں بھی جنکو غالباً چھوٹی کشتیوں
پر کام میں لاتے ہیں عجیب ساخت کی ہیں۔ توپ کے پہلو میں تلوار برابر جوڑے

فیتے پر کارتوس لگے ہوئے ہیں۔ چرخ پھرانے سے ایک کارتوس خالی ہوکر نکل جاتا ہی تو دوسرا خود بخود اسکی جگہ آجاتا ہی۔ اسکے علاوہ صدہا قسم کی سواری کا سامان ہی۔ چنانچہ بائیسکل ٹرائیسکل اور بچوں کی ہواخوری کی گاڑیوں کے نمونے رکھے ہیں۔ ایک لین پر ریل کی چند گاڑیاں صرف نمائش کیواسطے رکھی ہیں۔ اب تک ایسی خوبصورت گاڑیاں دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ ہر ایک گاڑی میں فی کس ایک علیحدہ کمرہ ہی۔ اسمیں غسل خانہ۔ پائخانہ۔ دو پلنگ۔ چند کرسیاں اور لکھنے کی میز ہر ایک مسافر کیواسطے مہیا ہی۔ اگر دروازہ بند کرلیں تو کمرے کا تعلق گاڑی سے جدا ہو جائے۔ یہ گاڑیاں **پل مین کار** کہلاتی ہیں اور امریکن ریلوے کمپنی سے متعلق ہیں۔ اُنہیں کے برابر دوسری لائن پر پُرانی یادگار کے چند انجن کھڑے ہیں۔ سب سے پہلا انجن جو ملک امریکہ میں ریل کیواسطے ایجاد ہوا ہی ۱۸۱۳ء کا بنا ہوا ہی اس انجن کے آگے لوہے کے دو پانو لگے ہوئے ہیں۔ چلنے میں ایک ایک پانو اُٹھاتا اور بڑھاتا جاتا ہی۔ اسکے علاوہ ایک اور انجن ۱۸۱۳ء کا۔ دوسرا ۱۸۲۹ء کا اور تیسرا ۱۸۵۱ء کا بنا ہوا ہی۔ ایک انجن اس قسم کا بھی ہی جو رسّی کے کھُلنے اور لپٹنے سے چلتا ہی اس حساب سے پہلے ایجاد کی نسبت جسقدر صنعت نے ترقی کی ہی قیاس کر لیجیے۔

ایک امریکن عورت نے ایسے زمانے میں جبکہ مسافر دور دراز کا سفر کم کرتے تھے مختصر خیمہ اور ایک مرد بہنی ہوئی پالکی جو معمولی ڈولی سے زیادہ بڑی نہیں ہی اور بہت خفیف سامان ساتھ لیکر تمام افریقہ میں سفر کیا ہی۔ یہ سب سامان بھی جریدہ مسافرت کیواسطے

نمونے کے طور پر رکھا ہی اور خیمہ ایستادہ ہی۔

مشینری

یعنی

کلوں کا مکان

اور عمارتوں کے مثل یہ عمارت بھی نہایت عالیشان ہی۔ ہر کام کیواسطے ہر قسم کی کلیں جو آج تک روے زمین پر ایجاد ہوئی ہیں اس عمارت میں رکھی ہیں۔ اس طول امل کی نسبت یہ خیال نہ کیجیے کہ یہ سامان سلطنت امریکہ کی قوت سے آمادہ ہوا ہی بلکہ یہ تمام نمونے تاجروں نے لاکر مہیا کئے ہیں اور دیکھنے والوں کو ایک ایک چیز مدارات اور نرمی کے ساتھ دکھاتے ہیں۔ کلوں کے نقشے اور اشتہار کی کتابیں نہایت عاجزی سے پیش کرتے ہیں۔ اگرچہ ہزاروں کلیں ہیں مگر سرسری نظر سے ہم جسقدر دیکھ سکے اُسکا مجمل حال یہ ہی کہ چھ سات قسم کے پریس اخبار وغیرہ چھاپنے کیواسطے نہایت عمدہ تھے۔ پریس کے نیچے جہاں عبارت کمپوز کی ہوئی ہی دو ڈیڑھ گز طول اور ایک گز قطر بیلن کے طور پر کاغذ لپٹا ہوا ہی۔ دخانی انجن سے کل چلتی ہی۔ اخبار یا کتاب جو چھاپنا منظور ہو ایک دفعہ میں دونوں طرف سے صفحہ چھپکر اور چارتہ ہو کر باہر نکل آتا ہی۔ تہ شدہ کاغذات اُٹھانے کو صرف ایک آدمی درکار ہوتا ہی۔ اسی قسم کے ایک پریس پر نمائش کی عمارتوں کے نقشے جنمیں سرخ سبز اور زرد رنگ لگا ہوا ہی چھپ رہے ہیں ہمنے بھی یادگار کے طور پر

ہر قسم کا ایک ایک نقشہ خرید لیا ہی بعض جگہ کپڑا بنا جا رہا ہی دو کلوں پر ایک عورت دیکھ بھال کیواسطے متعین ہی جب تھان ختم ہوجاتا ہی تو قینچی سے کاٹ کر دوسرا تھان لگا دیتی ہی - ایک کل ایک ساتھ پندرہ سولہ تھان فیتے کے تیار کر رہی ہی - کسی پر ریشم کی ڈوری سے آدمیوں کی تصویریں بن رہی ہیں - کہیں ریل پر ڈورا لپٹ رہا ہی - کہیں قالین کسی کل پر کلابتون کے بوٹے کے ریشمی کپڑے - ریشمی رومال وغیرہ اور بھی صدہا قسم کا کپڑا بنا جا رہا ہی - اسی مکان میں لوہا تراشنے اور سوہن کرنے کی کل ہی رندے کی مثل ایک آلہ ہی جو پاؤ انچہ دبیز لوہا ایک دم میں کاٹ جاتا ہی - سب سے زیادہ کارآمد چیز پانی نکالنے کے پمپ ہیں - اسی مقام پر نہر کا ایک شعبہ ہی پمپ سے پانی کھنچکر دوسری طرف نہر میں ہی گر جاتا ہے - اکثر پمپ انجن سے چلتے ہیں اور ایک ہاتھی برابر موٹی پانی کی دھار کو پندرہ سولہ گز کے فاصلے پر پھینکتے ہیں - ایک پمپ سے نہر کی گول جاری ہوسکتی ہی - اگر پانی میسر ہو تو خشک زمین کیواسطے یہ چیز زیادہ کارآمد ہی - اسکے سوا روئی دھنکنے - سوت کاتنے - برف جمانے اور کپڑا سینے کی کلیں مختلف قسم کی ہیں جنمیں بعض بغیر پانو کی حرکت کے چلتی ہیں اور بعض ایک دستہ پھرانے سے دیر تک حرکت کرتی ہیں - ان سب کے دیکھنے اور سمجھنے کو فرصت چاہیے کہ ایک ایک چیز کا حال لکھ سکیں

Fourty nations and fourty-Bouty فارٹی نیشن انڈ فارٹی بیوٹیز

(یعنی چالیس قوم اور چالیس حسن)

اہل امریکہ نے صرف فطری اور مصنوعی اشیا کی نمائش نہیں کی ہی بلکہ آدمیوں کی بھی

نمائش ہی۔ یوں تو میلے ٹھیلے میں دیس دیس کے آدمی جمع ہوکر ایک دوسرے کو دیکھا ہی
کرتے ہیں مگر یہاں چالیس ۴۰ ملتوں کی حسین عورتیں بھی ایک جگہ بٹھائی گئی ہیں۔ ایک
وسیع اور عالیشان مکان میں بہت بڑا مدور ہال ہی جسکے ہر طرف چالیس ۴۰ شہ نشین ہیں۔
ہر ایک شہ نشین کے کنارے پر خوبصورت جنگلہ لگا ہی اور اُسکو چالیس ۴۰ حصوں پر تقسیم کرکے
ہر حصے پر جس ملک کی عورتیں اُسمیں بیٹھی ہیں اُسکا نام لکھدیا ہی۔ ہم تو پہلے روز سرسری
نظر سے دیکھتے ہوے گزر گئے مگر دوسرے روز مولوی فرخی نے ایک ایک سے گفتگو
کی اور سب کا حال ہمکو آکر بتایا جو یہاں درج کیا جاتا ہی۔

اوّل انگلنڈ کی لیڈیوں سے صاحب سلامت اور مزاج پرسی کی۔ ایک گانوں کی رہنے
والی کسان کی بیٹی۔ ایک شہری ۲ عورتیں تھیں۔ ایک درجے میں ۲ عورتیں ایک
جاپانی دوسری شامی تاش کھیل رہی تھیں۔ مولوی صاحب نے ہر ایک سے اُسکی
زبان میں دریافت کیا کہ تم باہم ایک دوسرے کی زبان سمجھ سکتی ہو۔ اُنہوں نے کہا نہیں
اشاروں سے کھیل رہی ہیں۔ شامی عورت نے اپنا نام سعدیہ بتایا عیسوی المذہب اور
بیروت کی رہنے والی تھی۔ اُنکے برابر والے خانے میں پانچ عورتیں قسطنطنیہ کی تھیں۔
سب سے زیادہ ملاحت اور جوبن انہیں پر تھا۔ چونکہ یہ سب بھی نصرانی اور متنصرہ عرب سے
تھیں مولوی صاحب نے عربی زبان میں باتیں کیں۔ اِن حسینوں میں احسن کا نام سلیمہ
تھا چھوٹے پانوں والی چینی لیڈی سے صرف اشاروں میں سلام و تعارف کیا۔ زبان کو
تکلیف دینے کی حاجت نہ تھی پہلو کے دوسرے شہ نشین میں ۲ لیڈیاں ڈنمارک کی تھیں

چونکہ دونوں انگریزی جانتی تھیں اُن سے مولوی صاحب نے دیر تک باتیں کیں۔ اُنکا حسن بھی خالی از کیفیت نہ تھا۔ عجیب امر یہ ہے کہ مولوی صاحب نے دو ہی منٹ کی صحبت میں اُنکو بھی شاگرد بنائے بغیر نچھوڑا یعنی اُردو زبان میں سلام اور مزاج شریف کہنا حفظ کرا دیا۔ ہمارا حال شاید اخبار میں دیکھکر یا پہلے روز ہم گئے تھے کسی سے سُنکر دریافت کرتی تھیں۔ مولوی صاحب نے کہا کہ ہم دس ہزار میل سے زیادہ بحری سفر طے کرکے صرف آپ کی زیارت کو آئے ہیں۔ اِس مشتاقانہ تکلیف کا شکریہ ادا کرتی تھیں اور ہنستی تھیں۔ عجیب نگار خانہ تھا۔ جسقدر تھیٹروں میں بازاروں میں اور ہر پیشے کیواسطے ممالک اسلام سے عورتیں یہاں آئی ہیں۔ اِن میں کوئی مسلمان نہیں ہے سب عیسائی ہیں چنانچہ ترکی بازار کے تھیٹر مین۔ متنصرہ عرب اور ایرانی تماشا خانے میں ارمنی وغیرہ تھیں۔ البتہ مصری بازار میں ایک عورت نہایت حسین اور شوخ نقاب کی وجہ سے مسلمان قیاس ہوتی تھی۔ ہر ایک ملک کی عمارت پر اُس سلطنت کا نشان اور علم لگا ہوا ہے۔ چنانچہ ایرانی بازار پر علم شیر و خورشید۔ ترکی پر تیر و ہلال کا پرچم اُڑ رہا تھا۔ ایرانی عمارت کے دور میں چند شعر لکھے تھے۔ مصرع اوّل تمام گشت فرین شد ایں خجستہ مکان ٭ اور مصرع آخر جو پڑھا جا سکا۔

وفاے عہد نکرد ست باکس ایں دوراں ٭ تھا۔

ایگریکلچرل بلڈنگ

یہ عمارت اسباب زراعت اور آلات کشاورزی کیواسطے مخصوص ہے۔ نئی نئی طرح کے ہل

کھیت کاٹنے۔ گھاس سے بالی وبال سے غلہ جدا کرنے کی کلیں۔ جتتے ہوئے کھیت سے گھاس کی جڑیں نکالنے اور پانی نکالنے کے پمپ وغیرہ رکھے ہیں۔ اوسی عمارت میں یہاں کی پیداوار غلے کے نمونے ہیں۔ سرخ۔ سفید۔ زرد اور نیلے رنگ کی مکئی کے درخت قد میں ۹ فیٹ سے کم نہونگے دانہ بھی سیم کے بیج کی برابر ہے۔ بعض درختوں پر سات سات بھٹے۔ ہر ایک طول میں سات گرہ تک ہوگا۔ لگے ہوئے ہیں اسکے سوا گیہوں کے درخت بھی ۲ گز بلند بلکہ بعض انسان کے قد کی برابر لمبے موٹی اور بڑی بڑی بالیں لگی ہوئیں اور بھی صدہا قسم کے اناج کے نمونے ہیں۔

معدنیات

ایک عمارت صرف اشیاء معدنی اور فلزات سے متعلق ہے۔ سونے چاندی کے کچے پتھر یعنی جس حالت پر چاندی۔ سونا مٹی وغیرہ کے ساتھ ملا ہوا نکلتا ہے۔ سرمے کی دہات۔ پتھر کا کوئلا۔ اوپل جو ایک نو یافتہ جواہر ہے اور تانبا۔ وغیرہ جو امریکہ یا دوسرے ممالک سے برآمد ہوتا ہے سب کو اس مکان میں رکھا ہے۔ ہر ایک دہات کے اوپر کان کا نام اور مختصر حالات لکھ دیے ہیں۔

برقی روشنی اور فوارے

رات کو برقی روشنی کی نمائش اور برقی فواروں کا تماشہ تھا۔ نہر کے کنارے پر ایک دائرے کی شکل میں زمین کے اندر جا بجا فوارے لگے ہوئے ہیں۔ ہر سوراخ کے اوپر

دس بارہ گز بلند تنور کی شکل کا ایک ظرف کچی مٹی سے بنا کر رکھا ہے - بعینہ بڑی اوکھلی کی طرح ہے
اُسکے اندر سے انار کے مثل دس بارہ گز بلند فوارے چھوٹتے ہیں اور اُنکے پانی میں
بی در پی برقی قوت سے زرد - نیلا اور دھانی وغیرہ رنگ پیدا ہوتے ہیں ہر ایک فوارے
سے تین چار گز دور میں پانی گرتا ہے - نہایت خوشنما تماشا ہے - اسکے سوا بعض عمارتوں پر
برقی لیمپ لگے ہوے ہیں جنکی روشنی ہزاروں گز تک پھیلتی ہے - الکٹرک بلڈنگ کے
اوپر بھی ایک سرچ لائٹ (برقی لالٹین) لگی ہوئی ہے ایک طرف کا شیشہ کھلا ہوا ہے
اور تین طرف سے بند ہے - لال ٹین چکر کھاتی ہے اور روشنی جسطرف کھلی ہے اُسطرف کہکشاں
کے مثل میل سوا میل تک پھیلتی ہے نہایت خوشنما چیز ہے -

بفلوبل

فوارے اور برقی روشنی کا تماشا دیکھنے کے بعد - کرنل کوڈی (بفلوبل) کے کرتب
دیکھنے گئے - نمائش کے پہلو میں تختوں سے گھرے ہوے میدان میں ایک عمارت ہے -
ٹکٹ لیکر اندر داخل ہوے اور صدر مقام پر تماشا گاہ کے سامنے بیٹھے -

بفلوبل اس تماشے کا نام اسلیے ہے کہ ۱۸۶۵ء تک راکی مونٹ
Rocky Mount اور دریاے مزوری Missouri کے بیچ میں لاکھوں
بیسن (جنگلی بھینسے) ہرن اور نیل گاے وغیرہ جانور تھے - انکے سوا دوسری چیز
جو زراعت اور آبادیِ ملک کو مانع تھی وہ انڈین امریکن کے بعض قبیلے تھے - چونکہ اُنکی

شکارگاہیں چھین کر اُنکی آزادی میں فرق ڈالا جاتا تھا اِسلئے وہ لوگ یوروپین امریکن کو
اُدہر راستہ چلنے سے روکتے تھے۔ ڈاک لوٹتے اور ریل کی سڑک بنانے کو بھی مانع
تھے اور اکثر مخالف فریق کو جہاں پاتے تھے نہایت بیرحمی سے قتل کرڈالتے تھے۔
ریل نہونے کی وجہ سے اُس زمانے میں ڈیڈووڈکوچ Deadwoodcoach
نام ایک ڈاک چلتی تھی اسی میں خطوط پارسل وغیرہ جاتے تھے اور اِسی گاڑی پر بارہ[۱۲] آدمی
اندر چھ[۶] چھت کے اوپر۔ دو[۲] محافظ کوچوان کے ساتھ کوچ بکس پر سب اکیس[۲۱] مسافر
سفر کرتے تھے۔

امریکن وحشیوں کے قبائل سے بڑا لڑاکا قوم سیوکس کا بادشاہ مسمے
سیٹنگ بُل Sitting bull اور پائین رایج کا سردار **اوگالالہ**
Ogallalla اور قوم نونیاٹ کا چیف **ککنگ بیر** (ک۔ک۔ن۔گ۔
ب۔ی۔ر) ہمیشہ تاک میں رہتے تھے کہ کسی طرح یوروپین کو یہاں سے نکالدیں یا
اسطرف نہ آنے دیں اسلئے یونائٹڈ اسٹیٹ امریکہ نے ڈاک کی حفاظت کے واسطے
کرنل کوڈی (بفلو بل وغیرہ افسروں کے ماتحت ایک رجمنٹ سوار مقرر کردئے
تھے۔ کرنل کوڈی کبھی فوج میں خدمت کرتا تھا اور کبھی ریل کی سڑک بنانے والے مزدوروں
کے واسطے جنگلی بھینسے شکار کرکے گوشت مہیا کرتا تھا۔ چنانچہ اُسنے ۱۸ مہینے میں
چار ہزار دو سو اسی[۴۲۸۰] بھینسے شکار کیئے۔ کبھی ایک روز میں صرف کرنل کوڈی نے انہتر[۶۹]
بھینسے اپنے ہاتھ سے مارے۔ اور ایک زمانہ دراز تک کھال اور گوشت کی طمع سے

۹۵۰۰۰۰۰
پچانوے لاکھ یا ساڑھے نوملین بھینسے مار ڈالے گئے۔ جب ریلوے لائن تیار ہوگئی
اور ۱۸۹۱ء میں سٹینگ بل مارا گیا۔ اوگالالہ بھی قتل ہوا۔ گلگنگ بیر گرفتار ہوکر قید ہوگیا۔ لڑائی
جھگڑا موقوف ہوا اس عرصے میں کرنل کوڈی نے امریکن وحشیوں کے مقابلے پر صدہا
معرکوں میں شجاعت کے جوہر دکھائے اور کثرت مشق نے اُسکو ایسا قدر انداز بنا دیا کہ
گھوڑا سرپٹ دوڑانے اور چکر کی حالت میں کبھی اُسکے پستول کا نشانہ بھی خطا نہیں ہوتا
اس کام کے بعد اُسنے اپنے ذاتی سوار و تب کیئے اور گھوڑے پر۔ کرتب۔ نشانہ بازی۔ کمند
سے باہم لڑنا اور جنگلی گھوڑوں کو کمند سے پکڑنا۔ تھیٹر کے طور پر دکھانا شروع کیا۔
اس قصے کے متعلق قبل اس سے کہ تماشے کی تفصیل کی جاوے ایک قدر انداز

لڑکی مس اینی اوکلی Annie oakley (ا م ۔ س

ا ۔ ی ۔ ن ۔ ی ۔ ا ۔ و ۔ ک ۔ ل ۔ ی) کا حال بیان کرلیں۔ اِس لڑکی کو دس برس
کی عمر سے بندوق کا شوق تھا۔ چونکہ گھر کے قریب جنگل میں شکار کی افراط تھی اکثر اپنے
بھائی کی بندوق چُھپا کر شکار کو چلی جاتی تھی اور گھر کی ضرورت سے زیادہ شکار مار لاتی تھی
۱۲ بارہ برس کی عمر میں مس اینی کو ایک مُنہ سے بھرنے کی بندوق اور ایک بریچ لوڈر
رائفل دیا گیا اسوجہ سے اُسکی مشق اَور بھی بڑھ گئی۔ اُسنے اپنے مارے ہوئے
شکاروں کی کھالیں بیچ کر اپنی ماں کو بہت سا روپیہ دیا اور رفتہ رفتہ شہرت پاکر نشانہ
مارنے کی بازیوں میں شریک ہونے لگی اور اکثر بازیاں جیتی۔ چنانچہ ایک دفع شرط
۵۰۰۰
تھی کہ پانچہزار کارتوس ایک روز میں اپنے ہاتھ سے بھرے اور پانچہزار نشانے

لگائے - اِس شرط میں اُسنے سولہ نمبر کی تین بندوقیں استعمال کیں اور ایک روز میں پانچ ہزار فیر کیے - تین کلوں کے ذریعے سے پندرہ پندرہ گز بلند گیندیں پھینکی جاتی تھیں اور ہوا میں گولی سے اُڑا دینے کی شرط تھی منجملہ پانچہزار نشانوں کے مس اینی نے چار ہزار سات سو بہتر گولیاں نشانے پر ماریں یعنی چار ہزار سات سو بہتر گیندیں ہوا پر جاتی ہوئی اُڑا دیں - دو ہزار تک اُسنے صرف سولہ نشانے خطا کیے تھے - اِسکے سوا اُسنے ہزاروں تماشے یورپ اور امریکہ میں دکھائیں اور پچاس بازیوں سے اکتالیس میں تمغے پائے - تمغے اور بندوقیں جو اُسنے بطور انعام حاصل کیے بے شمار ہیں اِس لڑکی کے سوا جان بیکر بنس اکیس برس کا ایک لڑکا ہی جسکو کرنل کوڈی نے وحشیوں کی لڑائی میں جبکہ وہ بھاگ گئے تھے پڑا ہوا پاکر اُٹھا لیا تھا اُسکو بھی بندوق لگانا سکھایا ہی بہت ہی عجیب نشانہ لگاتا ہی -

کرنل کوڈی نے اکثر ممالک کی طرز پر وردی وغیرہ پہناکر سوار مرتب کیے ہیں - چنانچہ امریکن چھٹے رسالے کے سولہ سوار ایک کپتان - انگریزی بارہویں لانسر (رجمنٹ پرنس آف ویلز) کے بارہ سوار ایک کپتان - جرمن فرسٹ گارڈ اوہن رجمنٹ کے جو ولیم دوم شہنشاہ جرمن سے متعلق ہی اور پوتسدام رڈس نام سے موسوم ہی - بارہ سوار ایک افسر فرنچ چسیرس کے بارہ سوار ایک کپتان - اِن کے سوا مکسکو کے کمندانداز سوار کوباائی یعنی جنگلی امریکن جنکو رف رائڈر Roughrider (ننگی پشت پر سوار ہونے والے) کہتے ہیں باون سدوسی کاسک

تیرہ۱۳ سوار اسپین کا رسالہ تیرہ سوار - غرضکہ جس ملک کے نام سے سوار متعلق ہیں اُسی ملک
کے آدمی ہیں - یعنی عرب عرب ہیں - کاسک کاسک اور اپنے ہی ملک کی اصلی وردی سے
آراستہ بھی ہیں - اسپین - مکسکو - فرانسہ اور جرمن وغیرہ بھی اپنے اصلی ملکوں کے باشندے
ہیں چنانچہ سب سوار ملا کر ایک سو ساٹھ۱۶۰ ہوتے ہیں - سواروں کے علاوہ اور بھی بہت آدمی
نوکر ہیں - نمائش کے پہلو میں ایک وسیع میدان کو جہاں دو تر بخوبی مارچ پاسٹ
اور اسکول کر سکیں - تختے کی بلند دیوار سے احاطہ کیا ہی - تین طرف تو تماشائیوں کی نشست
کیواسطے تھیٹر کیطرح تختے کی سیڑھیوں سے درجے بنا کر کرسیاں بچھائی ہیں - سامنے
کی طرف تختے کی دیواریں بڑے بڑے دو۲ در ہیں - درون کے پیچھے اسقدر وسعت
معلوم ہوتی ہی کہ یہ سب سوار گنجائش پا سکیں - میدان کے بیچ میں ڈھائی تین۳ گز بلند اور اسی
قدر چوڑا ایک مدور چبوترہ ہی جس پر کھڑے ہو کر ایک آدمی تماشائیوں کی آگاہی کیواسطے
شروع ہونے والے تماشے کا اعلان کرتا ہی - سب سے پہلے کرنل کوڈی نے گھوڑا دوڑا کر
افتتاح کے واسطے پستول کا ایک فیر کیا - اور سب کو سلام و تعظیم کرنے کے بعد علٰحدہ
کھڑا ہو گیا - اوّل میدان میں ایک کل کے ذریعے سے فاس فورس وغیرہ چمکدار مصالحہ بھری
ہوئی دو۲ دو گیندیں اُچھالی گئیں اور مس اینی نے دو نالی بندوق سے دونوں گولیاں توڑ دیں -
یہ شیشے کی گیندیں برقی روشنی میں سپید سپید چمکتی ہوئی معلوم ہوتی تھیں اور ٹوٹ کر منتشر
ہو جاتی تھیں دو۲ سو گیندوں کے قریب پھینکی گئیں - بندوق بھی اپنے ہاتھ سے بھرتی
تھی غایت درجے کی تیز دست تھی مگر اس عجلت میں گھبراہٹ کا نام نہ تھا زیادہ تیز دستی

دکھانے کے واسطے مس اینی کچھ فاصلے پر کھڑی ہوئی - دس گز آگے بھری ہوئی بندوق
رکھی تھی - بیچ میں ایک گز بلندی پر رسی تنی ہوئی تھی - بندوق کی جگہ سے اور دس گز آگے
بڑ ہکر بٹیر کیطرح گیندیں پھینکیں گئیں - مس اینی نے دوڑکر رسی پر سے کودکر اور بندوق اٹھاکر
دونوں گیندیں گولی سے توڑدیں - ذی سو نشانوں میں شائد کوئی دو یا تین خطا ہوے ہونگے
اسکے بعد لڑکی بندوق پھینک کر بھاگ گئی اور چبوترے پر سے جنگلی رسالے کی آمد پکاری
گئی - بارہ بارہ سوار کے چار گروہ تھے - اوّل امریکن وحشیوں کے سوار ہاتھ میں علم لئے
ہوئے گھوڑے کی ننگی پشت پر سوار سر پر عقاب کے پروں کی ٹوپیاں جسکا پچھلا حصّہ
برقع کی شکل پشت تک لٹکتا تھا - ریچھ کی کھال کا پائجامہ مگر بال باہر کی طرف تھے - شانے
پر کمان - پشت پر ترکش ڈالے ہوے گھوڑے کو بوپیہ دوڑاتے ہوئے آئے اور میدان
میں کھڑے ہو گئے - اُسکے بعد پھر تختے کی دیوار کا دروازہ کھُلا اور اُن کا افسر گھوڑے
کو سرپٹ دوڑاتا ہوا آکر سواروں کے آگے کھڑا ہوگیا - سواروں نے اُسکے پیچھے قاعدے
سے صف باندھلی - غرضکہ چار گروہ تھے اسی طرح سب آکر جم گئے - افسر کی آمد کے وقت سوار
زور سے قلقاریاں مارتے تھے - اُنکے بعد فسٹ گارڈ جرمن لانسر نہایت عمدہ چمکدار
سیاہ وردی پر کلغی دار ہلمٹ Helmet (خود) سپید پرچم کی برچھی - گھوڑے
سب یکرنگ کیت آکر صف بستہ ہوئے - اُنکے بعد نمبر چھ کیولری یعنی امریکن یونائٹڈ اسٹیٹ
کا رسالہ نہایت عمدہ لیس دار وردیاں پہنے ہوئے گھوڑے سب یکرنگ سپید سولہ سوار ایک
افسر - پھر فرنچ چیسرس سُرنگ گھوڑے آبی بانات کی وردی - عرق چین ٹوپیاں اُسکے بعد

انگلش نمبر بارہ لانسر سیاہ وردی سرخ پرچم کی برچھی سر پر کلغی دار ہلمٹ مختلف رنگ کے گھوڑے - اُسکے بعد عرب سوار - سرنگ گھوڑے - عربی لباس - ترکی ٹوپی پر پگڑیاں بندھی ہوئیں - طلائی کام کی توڑے وار بندوقیں - اُنکے بعد روسی کاسک (قزاق) ایرانی مسلمانوں کی مثل لمبی ڈاڑھی کشمشی عبائیں - نمدے کی گول ٹوپیاں اُن کے نیچے کمندیں ہاتھ میں لیئے ہوئے مکسکو کے سوار بانات کی انگریزی جیسے دار نرم ٹوپیاں خاکی وردی - پھر اسپین کے سوار - غرضکہ سب سوار صف بستہ ہو گئے - کرنل کوڈی حکم دیتے تھے - ایک ایک رسالے نے تماشائیوں کے آگے مارچ پاسٹ کیا اور انسپکشن ہوا پھر سب سواروں نے مل کر اسکول اور قواعد کی - تلوار کے کاٹ وغیرہ کے کرتب دکھائے - عرب سواروں میں سے ایک شخص سفید جامہ پہنکر بیچ کے دنگل پر گیا اور چکر پھرنا شروع کیا جب تک سوار کرتب کرتے رہے وہ لگاتار پھرتا رہا - عرب سواروں نے گھوڑوں پر اور زمین پر جسم ناسٹک کیا - بندوقوں کو بنیٹی کی طرح ہلاتے تھے - کبھی دو بندوقیں دونوں ہاتھوں سے غرضکہ بہت صفائی اور چستی سے کرتب کیا - اُنکے بعد روسی کاسکوں نے گھوڑے دوڑا کر ایک پانو گھوڑے کی پشت پر باقی جسم لٹکا دیا اور رومال وغیرہ اُٹھائے کبھی گھوڑے پر اُلٹے ہو بیٹھے بہت مشاق اور سواری کے فن میں طاق تھے - پھر اپنی طرز کا ناچ ناچے اور وہی لفظ جو ایسے محل پر اُنکی زبان میں رائج ہی بلند آواز سے کہتے تھے - اسکے بعد چند گھوڑوں سے جوتی ہوئی ایک میل کوچ (ڈاک گاڑی) پر مسافر اور ڈاک کو جاتے ہوئے ننگی پیٹ کے سوار امریکن وحشیوں نے

لوٹنا۔ ہر طرف سے گھیر کر تیر مارنا شروع کیئے۔ دوسری جانب سے کوئی کوئو بائی یعنی محافظ رسالے نے آکر گاڑی اور مسافروں کو بچایا باہم خوب لڑائی ہوئی ادھر سے گولیاں اور اُدھر سے تیروں کی بوچھار طرفین سے آدمی مرکر اور زخمی ہوکر گرے۔ کرنل کوڈی کے سواروں نے مرے ہوے گھوڑوں کی آڑ سے پستول اور بندوقیں مارنا شروع کیں۔ کچھ جنگلی مرے کچھ بھاگ گئے گاڑی اور مسافر سب بچ گئے۔ آدمی تو یکایک گھوڑے سے مردے کے شل گرنے کی مشق کر سکتے ہیں مگر گھوڑے بھی اسی طرح گر جاتے تھے جیسے گولی یا تیر کھاکر گرتے ہیں۔ دو دفعہ یہ تماشا کیا گیا۔ ایک دفعہ ڈاک گاڑی میں آگ لگ گئی۔ گاڑیاں وہی اصلی کارٹ ہیں جو پینتیس ۳۵ برس پہلے راکی مونٹ میں چلتی تھیں اور انہیں پر حملے ہوتے تھے۔ عجیب دلچسپ نظارہ تھا نقل اور اصل میں سر مو فرق نہیں ہے۔ اسکے بعد مکسکو کے سواروں نے ایک دوسرے پر کمند ڈالی اور حریف کی گردن وغیرہ کو دام میں پھانس لیا۔ پھر جنگلی گھوڑوں کو کمند سے پکڑنے کا نمونہ دکھایا۔ زین اور لگام اُتار کر گھوڑے چھوڑ دیئے۔ سواروں نے کمند سے گرفتار کیئے۔ کبھی کمند کا حلقہ خطا نہیں ہوتا تھا ضرور سر یا گردن میں بند ہو جاتا تھا۔ جہاں گھوڑا گرفتار ہوا دو سواروں نے اپنے گھوڑے چھوڑ کر اور زبردستی لپٹ لپٹا کر اُسپر زین باندھ دیا۔ لگام لگادی اور ایک آدمی سوار ہو گیا۔ گھوڑوں کو بھی صحرائی پن اور وحشت سکھائی گئی ہے۔ سوار ہوتے ہی اس قسم کی اودھمیاں کرتے ہیں اور تڑپتے ہیں کہ کبھی گمان نہیں ہوتا کہ یہ ہلے ملے جانور ہیں۔ ایسی حالت میں بیٹھا رہنا بھی اُنہیں کا کام ہے نہایت ہی عجیب تماشا تھا۔ اسکے بعد رف رائیڈر

(ننگی پیٹھ کے سوار) امریکن وحشیوں کی دوڑ ہوئی - ننگی پیٹھ پر بغیر رکاب وغیرہ کے شاید دنیا میں کوئی قوم ان جنگلیوں سے بہتر سوار ہوتی ہو - پہلی دوڑ میں ایک سوار کا گھوڑا گرا - سوار کے بھی بہت چوٹ لگی اور بیہوش ہو گیا اُسے فوراً اُٹھا کر علیحدہ کر دیا گیا - دوڑ ہوتی رہی - اسکے بعد ایک انڈین امریکن لڑکی نے ایک یوروپین لڑکی کے ساتھ گھوڑا دوڑایا - پھر جانی بیکر انڈین امریکن لڑکے نے جسکا ذکر مس اینی کے ساتھ کیا گیا بندوق سے نشانے لگائے - یہ لڑکا بھی قدر انداز مشہور ہے کبھی لیٹ کر دونوں پائوں کے بیچ سے مہری نکالکر بندوق لگائی - کبھی اسطرح کہ ایک شخص نے پائوں کے ٹخنے پکڑ کر اُلٹا لٹکا لیا مگر اُسنے اُسی حالت میں دونوں گیندیں اُڑا دیں - عجیب کمال ہے اور کیوں نہو ع

کار نیکو کردن از پر کردن است

مشق کی کچھ انتہا ہے - قیاس کر سکتے ہیں کہ کس قدر محنت کی ہوگی - پھر اسپین کے سوار اور امریکن رسالے نے باہم گھوڑدوڑ کی - چند تماشے ابھی باقی تھے مگر ہم زیادہ نہ ٹھیر سکے ہوٹل میں آکر استراحت کی -

۱۷ - جولائی - آج چونکہ روانگی کا دن ہے اسلئے کچھ سویرے سے ہم نمائش کو گئے - اوّل امریکن جنگلیوں کی **اسکیمو** نام قوم کے گائوں میں پہنچے - درخت کی چھال سے نہایت خوبصورت بنگلہ نما مکان بنائے ہیں - مگر جو اسکیمو برف کے پہاڑوں میں رہتے ہیں وہ برف کو زمین تک کاٹ کر گنبد نما چھت بنا لیتے ہیں - بعض برف کے ٹکڑے کو جو پہاڑ سے گرکر زمین پر پڑا ہوتا ہے اوپر سے قبہ دار تراش کر اندر سے خالی کر لیتے ہیں اور ایسے

مکانوں میں ریچھ وغیرہ پشم دار جانوروں کی کھال کا فرش کر کے رہتے ہیں - ہر طرف سے دیواریں اور چھت بلور کے مثل معلوم ہوتی ہیں -

اِس قسم کے مکانات کے نمونے بھی سپید مٹی یا چونے سے بنائے ہیں - اسکے سوا سیل+ کے پوست کے خیمے اور اِسی قسم کی کھال کے لباس بھی موجود ہیں - برف پر چلنے کو بغیر پہیے کی گاڑی کا نمونہ بھی جسکو تین چار کُتّے کھینچتے ہیں اسطرح بنایا ہی کہ بجائے برف کے لوہے کی ریل بچھائی ہی - ایک یا دو آدمی گاڑی میں بیٹھکر کُتّوں کو ہانکتے ہیں - گاڑی پھسلتی ہوئی چلی جاتی ہی -

اسکیمو مُردے کو زمین کھود کر دفن نہیں کرتے بلکہ لاش کو اُسی لباس میں جو مرنے کے وقت اُسکے جسم پر ہوتا ہی زمین پر رکھکر ہر طرف پتھر کے ٹکروں سے ڈیڑھ ڈیڑھ فیٹ بلند دیواریں بنا کر پتھر سے قبر پاٹ دیتے ہیں - پتھر بغیر چونے وغیرہ کے یونہیں اوپر نیچے رکھ دیتے ہیں - مُنہ کی طرف سے قبر کو اسقدر کُھلا ہوا رکھتے ہیں کہ لاش بخوبی نظر آسکے - اُسی قبر کے پہلو میں ایک چھوٹا سا پتھروں کا گھر وا بنا کر اُسکے اندر لکڑی کی تھالی میں کھانے پینے کا سامان رکھدیتے ہیں اور اسکو اسقدر جالی دار بناتے ہیں کہ غذا باہر سے نظر آتی رہے - مُردے کے نیچے بھی ریچھ یا کسی دوسرے جانور کی کھال بچھا دیتے ہیں - اِس قسم کی چند قبریں بھی گانوں کے گوشہ میں بنادی ہیں - اسکیمو کی صورت بھوٹیوں سے زیادہ مشابہ ہی مگر رنگ اُنکی نسبت اُجلا ہوتا ہی - عورت مرد سب ہنرمند اور دستکار ہیں -

+ دریائی شیر -

کھانے کے بعد ہم اور مولوی فرخی - عبدالمجید خان - عبدالصمد خان - فتحیاب خان اور مسٹر بُدن نمائش میں گئے - ترکی آش خانے میں عصرانہ (لنچ) کھا کر الجزائر کا بازار مراکش پیلس - الجزائر اور مراکش کی عورتوں کا ناچ وغیرہ دیکھکر واپسی کے وقت ہوائی کے آتش فشاں پہاڑوں کا پانوراما Pancrama دیکھا عجیب صنعت کی ہے مکان میں داخل ہوتے ہی معلوم ہوتا ہے گویا پہاڑ کے غار میں سے ہو کر بلندی پر جاتے ہیں - ہر طرف بڑے بڑے سوراخوں سے آگ نکل رہی ہے کہیں دھواں اُٹھ رہا ہے - پتھر پگھل کر حرارت کی شدت اور آگ کی حدت سے لوہے کے کھنگروں کے مثل سیاہ ہو گئے ہیں - بعض غاروں کے کناروں پر چند آدمی تماشائی کھڑے ہیں - آگ کے شعلوں کی روشنی میں ہر چیز کی ہیئت کذائی بخوبی نظر آتی ہے - غرضکہ شام تک ہوٹل میں رہکر آٹھ بجے کے قریب ریلوے اسٹیشن پر آئے ایک فسٹ کلاس پل مین کار رزرو تھی - سوار ہو کر نیاگرا فال کو روانہ ہوئے -

۱۸ - ۱۹ - جولائی - صبح کے دس بجے **کلفٹن** میں پہنچے - یہ آبادی **نیاگرا فال** کے اسی کنارے پر انگریزی کناڈا میں واقع ہے - ندی کے دوسرے کنارے پر یونائٹڈ اسٹیٹ امریکہ کی زمین ہے ندی اور آبشار بھی اسی میں داخل ہے - دریائے نیاگرا اس طرح اوپر سے بہتا ہوا آیا ہے کہ آبشار سے بہت اوپر دو حصے ہو کر بیچ میں ایک بڑا جزیرہ جسکو **گوٹ آئیلنڈ** کہتے ہیں اور تین چھوٹے چھوٹے ملے ہوئے موسوم بہ تھری سسٹرس Threesisters بناتا ہوا دو تین بلندیوں سے گرتا ہے - نیاگرہ کی

کی طرف اور بھی بہت چھوٹے چھوٹے تیرہ ۱۳ چودہ جزیرے واقع ہوئے ہیں۔ کسی قدر
پانی جنوب کی طرف سے آکر گھوڑے کی سم کی شکل ہلالی دائرے میں ایک سو اٹھاون ۱۵۸
فیٹ بلندی سے گرتا ہی اور یہاں سے دونوں طرف بلند کناروں کے بیچ میں ندی بہتی
ہی۔ یہ ہلالی دائرہ جسکو ہارس شو Horseshoe موسوم کرتے
ہیں ہمیشہ پانی سے کٹ کر پھیلتا جاتا ہی چنانچہ ۱۸۸۶ء میں دو ہزار چھ سو فیٹ ۲۶۰۰ تھا اور
۱۸۹۰ء تک تین ہزار دس فیٹ ۳۰۱۰ ہوگیا چار برس کے عرصے میں چار سو دس ۴۱۰ فیٹ
دائرہ بڑھ گیا ہی۔ نیاگرہ فال اور ہارس شو کے بیچ میں گوٹ آئیلنڈ واقع ہوا ہی۔ گوٹ
آئیلنڈ کے دوسرے کنارے سے جو نیاگرا شہر کی طرف ہی مشرق کی سمت سے دوسرا
حصہ ندی کا بہتا ہوا آیا ہی اور ایک ہزار ساٹھ فیٹ ۱۰۶۰ عرض میں سات سو ساٹھ ۷۶۰ فیٹ بلندی
سے چالیس فیٹ موٹی دھار گرتی ہی۔ دنیا میں سب سے بڑی آبشار یہی ہی۔ اِس دھار کے
قریب جزیرہ گوٹ کے برابر ایک ہوا کا سوراخ ہی جسمیں سے بشدت ہوا آتی ہی۔ اور
اسی کے پہلو میں پندرہ ۱۵ بیس ۲۰ گز چوڑی ایک چھوٹی آبشار ہی۔ بلندی اُسی قدر ہی مگر عرض
کم ہی۔ ایک ہزار ساٹھ ۱۰۶۰ فیٹ چوڑی آبشار اور چھوٹی چادر کے بیچ میں تھوڑے فاصلے
تک چٹانین ہیں۔ ہوا کے غار سے نیچے تک زینہ بنا ہوا ہی اور زینے کے ختم پر چھوٹی
آبشار کے نیچے جانے کو تختے کی جنگلے دار راہ بنی ہوئی ہی۔ چونکہ پانی سات سو ستر ۷۷۰
فیٹ بلندی سے گرتا ہی اسلیے جڑ سے بہت فاصلے پر دھار گرتی ہی اور بیچ میں فضا خالی
ہی۔ اکثر سیاح چھوٹی چادر کے نیچے جاتے ہیں۔ نہایت خوفناک آمد و رفت ہی۔

پانی کے باریک باریک قطرے گھرے ابر کی طرح فضا کو روکے ہوئے ہیں ۔ دم
گھٹنے لگتا ہی۔ کائی پر پانو پھسلتا ہی۔ زینے کے قریب کوٹھری میں ایک آدمی رہتا ہی
جو کسی قدر کرایہ یا انعام لے کر واٹر پروف اور ایسا بوٹ پہنا دیتا ہی جو کائی پر نہ پھسلے۔

کلفٹن اور نیاگرا سٹی کے بیچ میں چونکہ نوسو یا ہزار فیٹ گہری نیاگرا ندی
بہتی ہی۔ آمد و رفت کے واسطے سسپنشن برج Suspension Bridge
(جھولے کا پل) بنا دیا ہی۔ سوار۔ پیادے اور گھوڑا گاڑی اُس پر سے گزرتے ہیں۔ پل
کی لمبائی گیارہ سو فیٹ اور بلندی بھی قریب ایک ہزار فیٹ کے ہوگی۔ دونوں طرف سے
لوہے کے چار چار رسوں میں لٹکتا ہی۔ پل کے دونوں سروں پر دو دو ستون بنے
ہوئے ہیں۔ رسیاں ستونوں کے اوپر ہو کر ایک مکان کے اندر انجن سے بندھی
رہتی ہیں۔

واٹر فال سے فی منٹ ڈیڑھ کرور مکعب فیٹ یا فی ہفتہ ایک میل مکعب پانی گرتا ہے
نیاگرا ندی کے بہاو پر فی پون میل پچپن فیٹ ڈھلان ہوتا گیا ہی۔ آبشار کے سامنے
دخانی کشتیوں میں بیٹھ کر سیر کے واسطے جاتے ہیں۔ دھار کے بہت قریب تک
کشتی جا سکتی ہی۔ واپسی کے واسطے پل کے قریب آ کر ایک سوراخ کے طور پر اوپر سے
پاٹا ہوا رستہ ہی۔ آدمی کو کرسی پر بٹھا دیتے ہیں اوپر سے انجن ایک رسی کے ذریعے
سے کرسی کو کھینچ لیتا ہی بہت آسانی ہی۔

انگریزی عملداری کی طرف جس سمت میں کلفٹن ہوٹل واقع ہی نہایت عجیب و غریب

پانی کا ایک چشمہ ہی۔ چھوٹے کنویں کے مثل گول حوض میں پانی بھرا ہوا ہی۔ اوپر عمارت
ہی۔ پانی میں لوہے کی ایک نی کھڑی کردی ہی۔ جب چاہتے ہیں نی کو اٹھا لیتے ہیں۔
پانی کے سطح پر دیا سلائی جلا کر ڈالنے سے آگ لگ جاتی ہی اور سفید رنگ کا نورانی
شعلہ پیدا ہوتا ہی۔ اگر نی لگا کر اُسکے سوراخ پر آگ لگاتے ہیں تو نی روشن ہو جاتی ہی اور شمع
کی طرح شعلہ نکلتا ہی۔ نی اُٹھا لینے سے پھر آگ بُجھ جاتی ہی۔ حرارت البتہ کسی قدر محسوس
ہوتی ہی مگر کپڑا وغیرہ کوئی چیز نہیں جلتی۔ نی سے نکلتی ہوئی لو پر امتحاناً رومال رکھا گیا ایک
تار بھی نہیں جلا۔ غالباً اِس پانی سے کوئی جلنے والی گاس نکلتی ہی۔

نیاگرا کو پہنچنے سے پہلے حسین بخش خدمتگار کی آنکھیں دُکھتی تھیں۔ یہاں آنے
تک بہت زیادہ سُرخ ہوگئیں۔ دیکھنا اور چلنا پھرنا دشوار ہوگیا۔ اسلیئے یہ صلاح
ٹھیری کہ حسین بخش کو مع تین فالتو آدمیوں کے نیویارک بھیجدیں مگر اس سفر میں
ایسے شخص کو جو انگریزی نہیں جانتا پانی ملنا بھی ممکن نہیں ہی۔ ضرور ہی کہ ایک انگریزی
بولنے والا بھی ساتھ جاے چونکہ مولوی صاحب کو کسی جگہ اکیلے جانے میں جھجک
نہیں ہی صاحب نے اُنہیں کو ساتھ جانے پر آمادہ کیا۔ مسٹر ٹڈن بھی جرسی کو اپنی بہن
سے ملنے جاتے ہیں۔ مولوی صاحب کے ساتھ وہ نیویارک تک رفیق سفر ہیں۔
اگرچہ ہمکو مولوی صاحب کا علحدہ ہونا سواے سخت مجبوری کے گوارا نہیں ہی۔ نہ وہ
ہم سے ایک منٹ کو جدا رہنا پسند کرتے ہیں مگر قہر درویش بجان درویش شام کو
زبان حال سے ع

سخت بدتا بکجا می بردآبشش خورما		ما برفستیم و تو دانی و دل غم خورما

کہتے ہوئے اُسی جھولے کے پل سے پار اُتر کر نیویارک کو روانہ ہوئے۔ رات ریل
میں بسر کی محرم کا چاند ریل ہی سے دیکھا اور اپنے نزدیک ہم سے علحدہ سفر کرنے
کو سفر کربلا تصور کر لیا۔ اُنیس ۱۹ جولائی کی صبح کو مولوی صاحب نیویارک پہنچے۔ ریل ہڈسن
ریلورکے اُس طرف ٹھیری جرسی سٹی جہاں مسٹر ٹڈن جاتے ہیں اِس کنارے پر
ہی اور نیویارک اُس پار بیچ میں جہاز چلتا ہی امید تھی کہ طامس کک کا کوئی آدمی اُسطرف
ملیگا آیا تو تھا مگر مولوی صاحب کو نہیں ملا۔ مسٹر ٹڈن کی بہن اسٹیشن سے اپنے
بھائی کو جرسی لے گئیں۔ مولوی صاحب نے اسباب تو ریل میں بیٹھے بیٹھے ایک
فارورڈنگ ایجنٹ کو حوالے کر دیا تھا کہ طامس کک کے آفس میں پہنچا دے صرف
آدمی تھے اُن کو ساتھ لے کر ہڈسن ریور سے عبور کرنے کو جہاز میں بیٹھے اور فوراً ایک
امریکن جنٹلمین سے یارانہ کر لیا۔ غرضکہ اِس پار آکر وہی بھلا مانس اِن سب کو آفس تک
پہنچا گیا آفس سے ایجنٹ کو ساتھ لے کر پہلی قرارداد کے موافق ونزر ہوٹل میں ٹھیرائے
گئے حسین بخش کے واسطے فوراً ڈاکٹر بلایا گیا چونکہ یہ شخص آنکھوں کا ڈاکٹر نہ تھا اسلئے اُسنے
صرف ایک روز علاج کیا اور کہہ گیا کہ ہم کل آنکھوں کے ڈاکٹر کو لائیں گے۔ بیچارے نے
اپنے فائدے پر نظر نہ کی بلکہ بیمار کے فائدے کی غرض سے دوسرے روز ڈاکٹر
کیلش کو لایا۔ ڈاکٹر کیلش نہایت ذی علم۔ مہذب اور آنکھوں کے علاج میں مشاق
آدمی ہی بہت غور سے علاج کیا۔ مولوی صاحب چند روز سے بضرورت عینک لگاتے ہیں

دیر تک پڑھنے لکھنے سے اکثر بائیں آنکھ میں درد ہوا کرتا ہی- ڈاکٹر کیلش نے دونوں آنکھوں کو امتحان کرنے کے بعد کہا کہ بائیں آنکھ بہ نسبت دہنی کی کسی قدر کمزور ہی آئندہ سے خاص قسم کی عینک جو ہم بنوائے دیتے ہیں لگایا کرو چنانچہ پتھر کے چند ٹکڑے جوڑکر ایک عینک جسمیں قریب اور بعید دیکھنے کی دونوں قوتیں ہیں بنائی گئی اور نہایت مفید بھی ہوئی- نیویارک آج کل خالی ہی- گرمی کے سبب سے اکثر عمائد شہر اپنے اپنے **یَلاق** (گرمی میں رہنے کی جگہ) میں گئے ہوئے ہیں-

ایک روز مولوی فرخی کو بازار سے آتے ہوئے ایک امریکن جنٹلمین نے کہا کہ تمھاری شکل وصورت کے دس بارہ آدمی اس ہوٹل میں جو سامنے نظر آتا ہی ٹھیرے ہوئے ہیں مولوی صاحب اِس شوق میں گئے کہ مدت کے بعد آج اپنے ہموطنوں سے ملیں گے- ہوٹل کے آفس میں رجسٹر دیکھ رہے تھے کہ نام سے معلوم ہو جائے گا کون صاحب ہیں- پارک کی طرف جو نظر پڑی تو دیکھا کہ چند ہندوستانی جنٹلمین اور ایک یوروپین انہیں کی طرف چشم انتظار کھولے ہوئے بیٹھے ہیں معلوم ہوا کہ ہز ہائینس **مہاراجہ صاحب بہادر کپورتھلہ** تشریف لائے ہیں- یوروپین افسر **کرنل میسی** Col C.F. Massy ڈپٹی کمشنر امرتسر اُنکے ساتھ ہیں- شیخ عزیز بخش صاحب ریونیو افیسر اور کپتان سندر سنگھ ایڈیکانگ دولت رام پرائیوٹ سکرٹری وغیرہ شرفاے پنجاب- چند خدمتگار- سید صادق علی ڈاکٹر- طامس کُک کا ایک اجنٹ سب ملا کر دس گیارہ آدمی ہز ہائینس کے ساتھ ہیں- مولوی صاحب بھی نہایت اشتیاق سے اِن

صاحبوں سے ملے۔ کرنل بیسی صاحب نے تحریک کی کہ آپ مہاراجہ صاحب بہادر سے بھی ملو۔ اتفاقاً وہ سوار ہونے کو تشریف لارہے تھے۔ کرنل صاحب نے تعارف کیا۔ ہز ہائینس نے مولوی صاحب سے ہمارا حال دریافت کیا اور مولوی صاحب نے ہماری طرف سے مزاج پرسی کی۔ مگر وہ ہمارے نیویارک پہنچنے سے دو روز پہلے تشریف لے گئے۔ مولوی صاحب کہتے ہیں مہاراجہ صاحب نہایت خوش اخلاق اور سنجیدہ مزاج رئیس ہیں۔

نیویارک بہت خوبصورت شہر ہے اور نہایت دلکش طرز سے آباد ہوا ہے۔ بڑی بڑی سڑکوں سے جنکو اونیو Avenue کہتے ہیں دونوں طرف آمنے سامنے اسٹریٹ یعنی گلیاں نکلی ہیں۔ اونیو اور اسٹریٹ کے نام لال ٹینوں پر اور گلیوں کی ابتدائی دیواروں پر لکھے ہوئے ہیں جنکے نمبر اور سمت سے بآسانی کسی مکان کو تلاش کر سکتے ہیں۔

ایک روز ہمارے کمرے میں مسلم ورلڈ اخبار کے تین پرچے جسکے مالک اور اڈیٹر محمد الگزنڈر رسل ویب ہیں۔ رکھے ہوئے ملے۔ یہ صاحب منجملہ یوروپین امریکن کے پہلے مسلمان اور امریکہ میں مذہب مبارک اسلام کی اشاعت و منادی کرنے والے اوّل شخص ہیں۔ وقت کی کمی نے ہمکو اُن سے ملنے کی فرصت نہ دی۔ افسوس رہا۔ مگر مولوی فرخی مکان کا نمبر اخبار میں دیکھکر اُنکے پاس گئے۔ مکان کے دروازے پر مسلم ورلڈ لکھا ہوا تھا۔ دروازے پر گھنٹی دی۔ ایک خادمہ نے آکر دروازہ کھولا اور محمد ویب صاحب کا کمرہ بتا دیا۔ دو تین آدمیوں کے ساتھ وہ اپنے آفس میں بیٹھے

تھے۔ مولوی صاحب نے مسلم ورلڈ اخبار نواب کلب رامپور کے واسطے خریدا اور اسلام ان امریکہ نام کتاب کی دو جلدیں اور طامس کارلائل کا رسالہ جو غالباً اثبات نبوت میں مدلل طور پر لکھا گیا ہی محمد ویب صاحب نے ہدیہ کیا۔ نومسلموں کی تعداد اسوقت تک اُنتالیس ۳۹ ہی۔ بعض صاحب جو وہاں موجود تھے مولوی صاحب سے بھی ملے۔ وہ کہتے ہیں نہایت مقدس اور نورانی چہروں کے بزرگ ہیں۔

محمد ویب صاحب نے حقیقت اسلام پر لکچر دینے کا کمرہ۔ نماز کا کمرہ اور وضو وغیرہ کی جگہ دکھائی۔

گو اہلِ امریکہ عیسائی ہیں۔ تاہم غایت آزادی اور حق پسندی کی وجہ سے اُنکو اپنے نومسلم بھائیوں سے کچھ تعصب نہیں ہی۔

مسلمانانِ امریکہ نے واشنگٹن وغیرہ بعض شہروں میں اس غرض سے کہ لوگ مذہب اسلام کی حقیقت پر خوب واقف ہوجائیں۔ ملہ سرکل نام سے اسلامی مذہبی تاریخوں کا ایک کتب خانہ قائم کیا ہی۔ اکثر معزز عیسائیانِ امریکہ اُسکے ممبر ہیں۔

محمد ویب صاحب کہتے ہیں کہ میں سید حسین صاحب بلگرامی کی آمد کا جنکو بھیجنے کا سلطنت حیدرآباد نے وعدہ کیا ہی منتظر تھا کہ وہ مذہبی جلسۂ شکاگو میں مذہب اسلام کی نسبت لکچر دیں۔ مگر نوبت یہاں تک آگیا ہی اور اب تک کوئی مدد ہندوستان وغیرہ ممالک اسلام سے نہیں ہوئی۔ ناچار میں اکیلا جاتا ہوں اسلام کی نسبت جو امر میرے

علم میں ہی وہ ظاہر کروں گا۔ مولوی حسن علی صاحب رئیس پٹنہ کے پہنچنے کا بھی اُنکو انتظار ہی۔

قبل اس سے کہ ہم امریکہ کو خیرباد کہیں اپنے ہموطنوں کی واقفیت کیواسطے انڈین امریکن یعنی امریکہ کے اُن قدیم جنگلی باشندوں کے مذہبی حالات بیان کریں جو کولمبس کے امریکہ پہنچنے اور امریکہ کے آباد ہونے سے قبل وہاں رہتے تھے اور اب بھی جنگلوں میں اُنکے مختلف قبیلے ہمیشہ گردش میں رہتے ہیں۔ جہاں شکار کی کثرت دیکھی وہیں مارا۔ کھایا۔ چند روز رہے اور چلدیئے۔

اگرچہ اہل امریکہ کی زبانی انڈین امریکن کی نسبت بت پرستی۔ جادو۔ ٹونا اور توہم پرستی کی بہت سی روایتیں سنی ہیں چنانچہ الاسکا کے بیان میں روسیوں کے ہاتھ سے انڈین جادوگروں کی گرفتاری اور بے رحمی سے اُن کو قتل کرنا بھی مجمل طور پر لکھدیا ہی۔ مگر ہم زبانی روایات کو جمع کرنے میں کچھ دلچسپی نہیں پاتے۔ یہ خیال کرلینا کافی ہی کہ عام جہلا کی طرح وہ بھی خیال پرست ہونگے۔ مگر بعض قبائل کی مذہب کی نسبت مولوی فرخی نے بفلو بل موسوم رسالے سے دو ایک مفصل روایتیں ترجمہ کی ہیں جنکے سننے سے قیاس کیا جاتا ہی کہ یہ مذہب اِن لوگوں میں نیا شائع ہوا ہی۔ چونکہ دلچسپ ماجرا ہی۔ اسلیئے مولوی صاحب نے جن لفظوں میں ترجمہ کیا ہی بیان کنسبہ درج کیئے دیتے ہیں۔ وہو ہذا۔ از صفحہ ۳۸ - تا - ۴۴ -

مغربی اہل امریکہ میں روحانی رقص

سیوکس Sioux قبیلے کا آدمی مسمے بہ کسی زاپی تاوا Kiciza pi tawa† جسکی قوم ڈاکوتا Dakota نام مقام پر رہتی تھی۔ بیان کرتا ہو کہ ہم لوگ یوٹیس Utes اور اراپاہوس Arapahoes میں پَین ریج Pine ridge سیوکس قبیلے کے پاس ہر گرمیوں میں لین دین اور شکار کے واسطے آیا کرتے تھے چنانچہ حسب عادت گزشتہ جولائی میں ہمنے پہلے نئے مسیح کے آنے کی خبر سُنی۔ ہماری قوم اوتا گانو میں پہنچی بھی نہ پائی تھی کہ ہمنے ایک یوروپین واعظ کی خبر سُنی جسکے اثر سے اہل اوتا جوش میں بھر گئے۔ اُس واعظ نے ایک عظیم الشان اور مقدس سرخ رنگ آدمی کے آنے کی نسبت ایک دلچسپ خواب یا الہام بیان کیا۔ یہ اجنبی شخص ہماری قوم کی غلط فہمیوں کو درست کرتا تھا اور ایسا ولی تھا کہ جو خواہش یا الفاظ اُسکی زبان سے نکلا پورا ہوگیا۔ وہ ہمارے شکار اور شکارگاہیں واپس دلا سکتا تھا۔ اُسکے وعظ نے اوتا کے رہنے والوں پر نہایت مضبوط اثر ڈالا اور اِس شخص کے حکم کے موافق لوگوں نے رقص مسیحا شروع کیا۔ ہمارے آدمیوں نے اِس ناچ کی طرف پہلے تو کچھ زیادہ توجہ نہ کی اور ہمارے کوچ کرنے تک یہی حالت رہی مگر چلتے چلتے ہمارے گروہ میں سے بعض کے دلوں پر اِس معاملے نے پُرجوش اثر ڈالنا شروع کیا۔ جب ہم اوتا سے

† Ki ci za pi tawa نام کے معنی انگریزی میں Keeps the battle ہوتے ہیں

روانہ ہوسے تو پادری دونوں ہاتھ بلند اُٹھا کر کھڑا ہوا اور روح اعظم کی برکت ہمارے واسطے استدعا کی اُسنے ہمسے کہا کہ نجات دینے والے کی تشریف آوری کے منتظر رہو اور ہمکو یقین دلایا کہ وہ (نجات دہندہ) جلد اور اچانک آجاے گا - اُسنے ہمکو مسیح کے انتظار میں راسخ اور اُسکے ساتھ شاندار خوشی کی شکارگاہ (بہشت) میں چلے جانے کے واسطے آمادہ رہنے کا حکم دیا - اور ہمارے گناہوں کے سبب سے غمگین ہوکر ہماری قوم میں مسیحا ڈانس قائم کرنے کو کہا اور ہدایت کی کہ جب تک خداوند خود رونق افروز ہو روحانی ناچ کو استقلال سے جاری رکھو -

جب قوم سیوکس جو اُوتا انڈین سے ملنے آئے تھے پہلی دفعہ مسیحا ناچ عمل میں لائے تو اُس موقع پر بہت تماشائی تھے - اُنکو بھی اس عبادت کے ساتھ بہت دلچسپی ہوئی - دیکھنے والوں پر اس عمل کا اسقدر اثر ہوتا تھا کہ کسی طرح اُسمیں شریک ہونے کی خواہش کو روک نہیں سکتے تھے - ایک وقت میں پانسو آدمیوں کے قریب بہت بڑا حلقہ باندھکر اُچھلتے کودتے اور زمین پر لوٹتے تھے - پانوں کے دباؤ کی شدت سے - زمین چونے سے صندلائے ہوئے سطحے کی مثل مضبوط ہوگئی تھی - جب جنگلی ڈاکٹروں نے جو جڑی بوٹی سے اُنکی بیماریوں کا علاج کیا کرتے تھے روحانی ناچ کا اہتمام اپنے ذمے لیا تو ایک آدمی کو رسوم مذہبی ادا کرنے کے واسطے اپنا امام اعظم مقرر کیا اور اُسی طرح اُسکے چار مددگار بھی مقرر ہوکر ناچ شروع کرنے یا روکنے اور جو شخص اُنکے حکم سے انکار کرے اُسکو سزا دینے پر مختار کیے گئے -

جسوقت امام دعا میں مشغول ہوتے ہیں اُسوقت عورتیں ایک بڑا حمام اسطرح بناتی ہیں کہ لکڑی کی بلیاں زمین پر گاڑکر اور اُنکی نوکیں جھکاکر باہم مضبوط باندھ دیتی ہیں۔ یہ کام اسقدر مضبوط ہوتا ہی کہ کئی سو پونڈ بوجھ بخوبی بلیوں کی جُڑی ہوئی نوکوں پر ٹھیر سکے۔ اُس پر کمل اور لبادے اور پتلے لادکر اتنی موٹی تہ ہوجاتی ہی کہ بھاپ اُسمیں سی باہر نہیں نکل سکتی۔ حمام کے قریب ایک سوراخ میں آگ جلاکر اُسمیں بیس یا تیس بڑے بڑے پتھر گرم کرنے کو ڈال دیتے ہیں۔ جب پتھر خوب گرم ہوجاتے ہیں تو جوان آدمی جو روحانی ناچ کی غرض سے اپنے کو پاک کرنے کے واسطے غسل میں شریک ہوتے ہیں سوائے ستر عورت کے تمام جسم سے برہنہ ہوکر سوراخ کی طرف سے حمام میں گھس جاتے ہیں اور سب مل کر حلقے کے طور پر دیوار کی طرف پشت کئے ہوئے پاؤں پھیلاکر بیٹھ جاتے ہیں تب کارکن لوگ گرم پتھروں کو اس کمل کی منڈھیا کے نیچے رکھکر اُس پر پانی ڈالتے ہیں پتھروں سے بھاپ نکل کر احاطے کو بھر دیتی ہی اور کارکن دروازے کے سوراخ کو اچھی طرح باہر سے بند کر دیتے ہیں کہ ہوا اندر نجا سکے اور بار بار بھاپ کی کمی کو تازہ گرم پتھروں پر پانی ڈالکر بڑہاتے رہتے ہیں۔ نہانے والوں کے جسم سے پسینا بہنا شروع ہوتا ہی۔ اس عرصے میں پائپ بھی پیئے جاتے ہیں۔ جب گرمی کی برداشت نہیں ہوسکتی تو باہر نکل آتے ہیں۔ اگر گرمی کا موسم ہوا تو کسی تالاب میں جاکر نہاتے ہیں ورنہ سردی میں حمام سے نکل کر کمل وغیرہ کپڑوں سے بدن لپیٹ لیتے ہیں۔ اسی قسم کے کئی حمام بنائے جاتے ہیں اور جب پچاس ساٹھ آدمی اسطرح اپنے کو پاک کر لیتے ہیں

توہائی پریسٹ اور اُس کے نائب سینے سے گھٹنوں تک ایک سایہ پہنے ہوئے سر پر عقاب کے پروں کی ٹوپیاں بلکہ کمر تک پروں کا برقع ڈالے ہوئے تشریف لاتے ہیں۔ سوا سے عقاب کے پروں کے کوئی شخص کسی قسم کا زیور نہیں پہن سکتا۔ بعض ناچنے والے تو اپنا معمولی لباس پہنے ہوئے بغیر زیور اور آرائش کے جیسا وہ نہایت عزیز رکھتے ہیں ناچ کے حلقے میں داخل ہوتے ہیں۔ اس نتیجے سے ثابت ہوتا ہی کہ کوئی قومی مذہبی اثر اُن پر کارفرما ہی۔ سورج یا لڑائی وغیرہ دوسری قسم کے ناچوں میں کہ وہ بھی عبادت ہی اور **اوماہا† ڈانس** Omaha میں عقاب کے پر۔ چوڑیاں ھتیار۔ نباتات۔ سیہی کے کانٹے۔ گھوڑوں کی دُمیں۔ سمور کے ٹکڑے۔ گلوبند۔ گھنٹیاں اور چاندی کی ڈبیا وغیرہ سے جسم کو آراستہ کرتے ہیں اور ان چھلّے بٹوں کو جسم پر لگانے میں نہایت فراخ حوصلگی اور کشادہ دلی دکھاتے ہیں۔

گانو کے قریب میدان میں دس بارہ گز بلند درخت پر سفید جھنڈیاں لگاتے ہیں اور اُس کو مقدس درخت قرار دے کر اُسکے قریب حلقہ کرتے ہیں۔ ناچ کا حلقہ مہیا ہو جانے پر ہائی پریسٹ گانو سے پانچ چھ سو گز بھاگ کر آتا ہی اور مقدس درخت کے قریب بیٹھ کر یہ گیت گانا شروع کرتا ہی۔

گیت سنو اور دھیان کرو سب لوگو۔ جلد دوڑکر آؤ اور ناچو اور جب تم حلقے میں دوڑنا ختم کرو اِن آدمیوں سے بیان کرو جو کچھ تم نے روحانی دنیا میں دیکھا۔ میں خود روحانی

† اوماہا بڑھیا عورت کو کہتے ہیں۔

دنیا میں گیا ہوں اور بہت عجیب اور خوبصورت چیزیں دیکھی ہیں۔ کل وہ چیزیں جن پر بزرگ واکن ٹانکا۔ Wakantanka (خدا) حکومت کرتا ہے اور جن کو میری آنکھوں نے مجھسے کہا پاک ہیں اور یقینی ،،

جب واعظ گیت ختم کرتا ہے مرد اور عورتیں کثرت تعداد کے موافق چند حلقوں میں ایک دوسرے کے ہاتھ میں انگلیاں گانٹھ کر باہم جڑ جاتے ہیں۔ اور بائیں طرف کو حلقہ جنبش کرتا ہے۔ اور سب آدمی پانوں کے تلوے زمین پر رگڑتے ہوئے چلتے ہیں کہ گر پڑنا اور حلقے سے جدا ہو جانا بدبختی تصور کرتے ہیں۔ سکریڈ ٹری Sacred tree (مقدس درخت) تیس ۳۰ چالیس ۴۰ فیٹ بلند سیدھا پسند کیا جاتا ہے سب سے اوپر کی چوٹی پر سفید جھنڈی یا کنویز کی دھجی لگاتے ہیں اور جڑ سے کئی فیٹ بلندی تک درخت کا تنا گھاس اور جھنڈیوں کے لپٹنے سے قریب پانچ فیٹ کے موٹا ہو جاتا ہے۔ ناچنے والے وقتاً فوقتاً اپنی نذر کی اشیا اُن نیزوں یا جھنڈیوں کی ڈانڈیں جو سکریڈ درخت پر لگی ہوئی ہیں چڑھاوے کے طور پر پروتے جاتے ہیں۔ یہ قربانیاں جو راسخ عقیدے کے ساتھ پیش کی جاتی ہیں روح اعظم کا غصّہ ٹھنڈا کرنے کے واسطے وسیلہ تصور ہوتی ہیں اور یہ نذر کی چیزیں جو درخت پر ڈالی جاتی ہیں اکثر تمباکو یا پائپ رکھنے کے سوتی کپڑے کی تھیلیوں کے ٹکڑے ہوتے ہیں (پائپ اور تمباکو بھی مقدس چیزیں شمار ہوتی ہیں۔ اسلئے تمباکو کا دھواں آسمان کیطرف پھینکنا بہشت تک پہنچکر خدا کی خوشنودی کا وسیلہ خیال کیا جاتا ہے) ناچنے والے مذہبی حرارت کے جوش میں اپنے بازوؤں سے گوشت کی بوٹیاں بھی کاٹ کر مقدس درخت

کی شاخوں میں پرو دیتے ہیں ہنری ہنٹر Henry Hunter نے مجھسے بیان کیا کہ کئی روز تک ناچ قائم رہنے کے بعد درخت کی جڑ انسانو نکے خون سے جو اپنے جسم سے بوٹیاں کاٹ کر چڑھاتے ہیں لتھڑ جاتی ہو۔ جسوقت حلقہ بائیں طرف کو حرکت کرتا ہو۔ ہائی پریسٹ اور اُسکے نائب بلند آواز سے ناچنے والوں کو ایک لمحہ ٹھیرنے کا حکم دیتے ہیں اور حلقے کی حرکت رُکتے ہی مغرب کی طرف ہاتھ اُٹھا کر سب آدمیوں کے واسطے یہ دعا کرتے ہیں۔

اے روح اعظم اب ہماری طرف دیکھ۔ بڑا باپ اور بڑی ماں (دادا۔ دادی) آگئے۔ یہ سب اچھے لوگ واکن ٹانکا کو دیکھنے جاتے ہیں۔ لیکن وہ صحیح سلامت زمین پر واپس لائے جائیں گے۔ ہر چیز جو عمدہ ہو تم وہاں (روحانی دنیا میں) دیکھو گے اور وہاں جانے سے تم مذکورۂ بالا چیزیں پا سکو گے۔ کل اشیا جو تم سنتے ہو وہاں مقدس اور سچی ہونگی اور جب تم لوٹو گے تو اپنے احباب کو بتا سکو گے کہ وہ مقام کیسا روحانی ہے۔ جب وہ دعا کرتا ہے تو ناچنے والے مذہبی تعصب کی طرفداری میں زور زور سے چلاتے ہیں اور روتے ہیں اور سسکیاں لیتے ہیں بہت اُن میں سے پکارتے ہیں ”اے بزرگ باپ میں تجھسے چاہتا ہوں کہ تو میرے اوپر رحم کر“ اِن لوگوں کا جوش مشکل سے کسی کے خیال میں آسکتا ہو جارج برٹلیٹ George. E. Bartlett جو یونائڈ اسٹیٹ کی طرف سے اِس ضلع میں ڈپٹی مارشل تھا۔ اور مسٹر سوینی اسکول ٹیچر وغیرہ صاحبوں نے مجھ سے بیان کیا ہو کہ جنگلی حد کی اجنبی پر ہمارے قیام کی مدت میں جو ہمارے تجربے کی وسعت کا زمانہ تھا ہمنے اکثر

اِس قسم کے ناچ دیکھے - ایسے ناچ خصوصاً رات کو جادوگری اور روحانی طور پر ہوتے ہیں - روشنی کیواسطے آگ جلتی ہے شعلے بلند ہوتے ہیں اور عبادت کرنے والوں کے دل جوش عقیدت سے پگھل جاتے ہیں اور اسطرح روکر چلاتے ہیں کہ گویا بڑی دردناک جانکنی برداشت کر رہے ہیں - جب ہائی پریسٹ اُنکونزرگ واکن ٹانکا کے حضور اپنے گناہوں کی معافی کیواسطے التماس کرنے کو کہتا ہے تو اسقدر اثر انگیز مایوسانہ فریادیں بلند ہوتی ہیں کہ اُس سے زیادہ شاید ممکن نہو - باینہمہ کہ یورپین بھی موجود ہوں یہی حالت ہوتی ہے - بیان کرنیوالوں کی راے ہے کہ ان جنگلیوں کے مثل کوئی آدمی زیادہ سرگرمی اور امیدوارانہ جوش دعا میں نہیں دکھا سکتا - غرضکہ قربانی چڑھانے - رونے اور فریاد کرنے کے بعد پھر ناچ شروع ہوتا ہے - پہلے ناچنے والے آہستہ آہستہ چلتے ہیں مگر جب امام کھڑے ہوکر چلاّنا اور کودنا شروع کرتا ہے تو ناچنے والوں میں تدریج جوش پیدا ہوتا ہے اور بجاے آہستہ چلنے کے ہر شخص آگے پیچھے جست کرتا ہے اور جسقدر عورت یا مرد کے امکان میں ہوتا ہے بغیر اسکے کہ برابر والے کا ہاتھ چھوٹے جست وخیز کرتے ہیں اور ایک ایک کرکے سلسلے سے گرنا شروع ہوتے ہیں - بعض شرابیوں کے مثل لڑکھڑاتے ہیں بعض وحشیانہ طور پر ادھر اُدھر دوڑتے پھرتے ہیں کچھ آدمی آسیب زدہ کیطرح زمین پر گرپڑتے ہیں - اندھی عورتیں مُنہ پر کپڑا ڈال کر درختوں کی طرف دوڑتی ہیں - ہائی پریسٹ ناچنے والوں کے مُنہ پر عقاب کے پر رکھ دیتا ہے - کیونکہ عقاب کے پر بہت مقدس سمجھے جاتے ہیں - مسمیریزم کی گہری اور تیز نظر ڈال کر پریسٹ کا پروں کو استعمال

کرنا فوراً انسانوں کو بے خبر سُلا دیتا ہی۔ یہ نیند اصلی ہو خواہ بناوٹ کی مگر ہم بغیر کہے نہیں رہ سکتے کہ کافی طور پر گہری ہوتی ہی۔ کیونکہ ناچ میں جانے والے امریکن اُن کو گدگدا کر یا کوئی چیز چبھو کر چونکا نہیں سکتے۔ اسمیں کلام نہیں کہ پریسٹ کے فعل کا اثر ناچنے والوں پر نیند کی ہم خاصیت ایک اثر ڈالتا ہی۔ ایک جوان آدمی نے جو روحانی ناچ میں بیس دفعہ شریک ہوا تھا بیان کیا کہ پریسٹ نے بہت قوت سے ہماری طرف گھور کر نظر ڈالی۔ کوئی شخص مرد ہو یا عورت اُسکے سانپ کی طرح گھورنے کا مقابلہ نہیں کر سکا اور جو اُسنے کہا وہ کیا۔

مسمیریزم کے پروفیسر بھی اس طرح جلد اپنے معمول پر اثر نہیں ڈال سکتے۔ اس امر کی بابت کہ بیہوشی میں ناچنے والوں نے روحانی دنیا میں کیا دیکھا بہت کچھ تصور کیا جاتا ہی میں تین امریکن انڈین مستقل بادشاہوں سے ملا اور اس معاملے میں گفتگو کی۔ ہر ایک نے بیان کیا کہ جب میں بیہوش پڑا تھا تو ایک بزرگ اور بڑا عقاب آیا اور مجھے اُٹھا کر ایک بلند پہاڑ پر لے گیا۔ وہاں ایک گانو ایسا تھا جیسا یورپین لوگوں کے ملک میں آنے سے پہلے ہماری قوم کے ہوتے تھے۔ اُس گانو میں تمام ڈیرے بھینس کی کھال کے تھے اور ہمارے ہی استعمال کے تیر و کماں تھے۔ مگر گوروں کی بنائی ہوئی کوئی چیز اُس خوبصورت دنیا میں نہ تھی۔ نہ کسی گورے یعنی یورپین کو وہاں رہنے کی اجازت ہی۔ یہ زرخیز اور سیراب زمین دور تک پھیلی ہوئی تھی اور میری آنکھوں کو بہت خوشنما معلوم ہوتی تھی۔ میں وہاں بزرگ مسیحا کے حضور میں لے جایا گیا اور اُسنے مجھسے یہ الفاظ فرمائے۔ ”میرے بچے میں

تجھے دیکھنے سے خوش ہوا۔ کیا تو اپنی اولاد اور رشتہ داروں کو جو مر گئے ہیں دیکھنا چاہتا ہے"۔

مینے جواب دیا" ہاں میں اپنے رشتہ داروں کو جو عرصہ ہوا مر گئے ہیں دیکھنا چاہتا ہوں"

تب خدا نے میرے دوستوں کو وہاں بلایا جہاں میں حاضر تھا۔ وہ لوگ نہایت عمدہ گھوڑوں پر سوار آئے۔ ایسے گھوڑے مینے کبھی نہیں دیکھے۔ بہت پاکیزہ اور شاندار لباس پہنے ہوئے تھے اور بہت خوش معلوم ہوتے تھے جب وہ لوگ آئے مینے اپنے بچپن کے ساتھیوں کو پہچان لیا۔ اور میں جبکہ خوشی کے آنسو میرے رخساروں پر بہتے تھے اُن سے گلے ملنے کو دوڑا۔ پھر ہم سب ایک اور گانوں میں گئے وہاں بڑے بڑے گھر بھینس کی کھال کے تھے اور وہاں کریٹ واکن ٹانکا (خدا سے بزرگ) سے بہت دیر تک باتیں ہوئیں۔ واکن ٹانکا چند عورتیں رکھتا تھا جنہوں نے ہمارے واسطے کئی قسم کے ساگ۔ گوشت جنگلی پھل اور واسنا Wasna (گائے کے گوشت کا قیمہ جسمیں جنگلی برکولیاں اور پیلیاں وغیرہ ملی ہوں) پکا کر کھانا تیار کیا۔ جب ہم کھانا کھا چکے تب روح اعظم نے ہمارے آدمیوں کے واسطے جو زمین پر ہیں دعا کی۔ پھر ہم سب نے ایسے پائپ میں تمباکو پیا جو بہت خوبصورت پروں اور سیہی کے کانٹوں سے آراستہ تھا پھر ہم وہاں سے چلدیئے۔ ایک بڑے درے میں دیکھا کہ ہزاروں بھینسیں۔ ہرن بارہ سنگے اور اانک چر رہے تھے۔ درہ کو دیکھکر ہم پھر شہر میں آئے۔ اِس اثنا میں روح اعظم

نے کلام کیا اُسنے مجھسے کہا کہ زمین خراب اور گھسکر پُرانی ہوگئی ہی اسلیئے تم کو ایک نیا
مسکن درکار ہی - وہاں تمکو بدذات - دغاباز - شریر - گورے - (یوروپین امریکن) پریشان
نہیں کرسکیں گے - پھر اُسنے مجھے میری قوم سیوکس میں لوٹ جانے کو کہا اور فرمایا اپنی
قوم سے کہدینا کہ اگر وہ روحانی ناچ پرثابت قدم رہیں گے اور گوروں کی بات کی پروا نکریں گے
توہم اُنکی مدد کو جلد آئیں گے - اور اگر ہائی پریسٹ ناچنے والوں کے واسطے دوا کا کرتہ
بنادے گا اور اُنکے اوپر دعا کرے گا تو پہننے والے پر کوئی نقصان نہ آسکے گا اور گوروں
کی گولیاں جو مسیحا ناچ کو روکنا چاہتی ہیں بغیر اسکے کہ کسی کو نقصان پُہنچائیں زمین پر گرپڑینگی
اور جو لوگ تم پر گولیاں چلائیں گے وہ بھی مرگر پڑیں گے - اور اُسنے کہا کہ
ہمنے سب گورے بے ایماں کافروں کی مدارات کے واسطے زمین کے اندر ایک
غار بنایا اور اُس کو گرم پانی اور آگ سے بھر رکھا ہی - اِن الفاظ کے ساتھ مجھکو زمین پر
واپس جانے کا حکم دیا گیا -

جس انڈین چیف نے مجھسے مسطورہ بالا قصہ بیان کیا اُسکا نام **لون ولف**
Lone wolf (اکڑ بھیڑیا) تھا -

اِس ناچ کے عرصے میں تھوڑی تھوڑی دیر دم بھی لیتے جاتے ہیں اور اُس وقفے
میں کئی کئی دفع پایپ پیتے ہیں اور ہرشخص آسمان یعنی واکن ٹانکا کے خیالی مسکن کی طرف
زور سے دھواں پھونکتا ہی اور بید مجنوں کی خوشبودار سرخ چھال کے دھویں کا گھر ادم لگاتا
ہی اور پھر ناک سے دھواں نکالدیتا ہی اور اپنے برابر والے کو پایپ دیدیتا ہی - اور ناچ

کی حالت میں بغیر ڈھول وغیرہ باجے کے مفصلہ ذیل گیت سب مل کر گاتے ہیں ہم اُس گیت کو جیسا انڈین زبان میں ہی اُنہیں لفظوں میں لکھ کر پھر اُردو میں اُسکا ترجمہ کیے دیتے ہیں تاکہ زیادہ دلچسپ ہو۔

گیت ۔ اِناہے کُویٔ می سنکالاسی یا اُو مانی تےاِی اِناہے کُوتے۔

یہاں آ میری ما — میرا چھوٹا بھائی چلتا ہو اور چیختا ہو — یہاں آ میری ما

آتی ہے لو" آتی ہے لو۔

باپ یہاں ہو باپ یہاں ہو۔

Ina he kuye Misunkala Ceya omani yee Ina he kuye ate he lo ate he lo

دوسرا گیت اِتی ہے ئےلو کنوپاوان ستی سی کاہوپی کا یانی پی کٹا لُو

یہ باپ نے کہا — وہ تمھارے واسطے پائپ لایا اور تم زندہ رہوگے

آتی ہے ئے لُو آتی ہے یے لو

یہ باپ نے کہا یہ باپ نے کہا

Ate he ye lo Canupawan cicica hu pi ca yani Pi kta lo ateyelo ati he lo

جبکہ ناچنے والے فریاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کے واسطے روتے ہیں۔ تو ہائی پریسٹ اُسوقت پہلا گیت گاتا ہے جسمیں کان پھوڑنے والی آوازوں کے ساتھ سب

مل جاتے ہیں۔ بعض مرد اور عورتیں اُسوقت درختوں کی شاخوں سے لپٹے ہوئے سسکیاں
لیتے ہیں جیسے اُنکے دل پھٹے جاتے ہیں یا بعض ٹہلتے پھرتے ہیں اور چیختے ہیں ۔
بعض کے ہاتھوں میں اینٹھن ہوتی ہی انگڑائیاں لیتے اور بل کھاتے پھرتے ہیں اور ایسی
حالت میں ہوتے ہیں جس سے ارتکاب گناہ اور خدا سے تعالیٰ سے عہد شکنی پر نہایت
گہرا رنج وغم ظاہر ہوتا ہی ۔ ناچنے والے اپنی ماں کو بلند آواز سے پکارتے ہیں کہ آکر اُنکی
مدد کرے ۔ باپ سے استغاثہ کرنا گویا خدا سے تعالے سے استغاثہ ہی اور ایسے وقت
میں مذکورہ بالا لفظوں کا استعمال ماں کے جلد آنے کے واسطے تاکید تصور کرتے ہیں
دوسرے گیت کے لفظ مختصر طور سے باپ کی خوبیاں ظاہر کرتے ہیں بعض ناچنے
والے مرد یا عورتیں جیسے ہی بیہوشی کی حالت سے ہوش میں آسے اور فوراً دوسری
دنیا میں دیکھا ہوا حال بیان کیا ۔ ہائی پریسٹ چند پائپ ہاتھ میں لیئے ہوئے اِس
معاملے کی قوت کو بڑہاتا ہوا حلقے کے اندر کو بھاگتا ہی اور کہتا ہی کہ یہ پائپ براہ راست
روح اعظم کے پاس سے آئے ہیں اور وہ سب لوگ جو انکو پئیں گے زندہ رہیں گے
تمام حاضرین پائپ کے گرد طواف کرتے ہیں اور گاتے جاتے ہیں اور اس لفظ کی تکرار
کہ یہ باپ نے کہا مدعا کو زیادہ زور دیتی ہی چنانچہ بیداری کے بعد لیٹل ہارس نام ایک
انڈین امریکن نے جو خواب بیان کیا ہی سُننے کے قابل ہی۔

خواب "دو مقدس عقاب مجکو دوامی خوشی کی شکارگاہ میں لے گئے ۔ اُنہوں
نے مجکو مسیح بزرگ کو دکھایا ۔ جب میں نے اُسکے نورانی چہرہ کو دیکھا ۔ میں اسلیئے رو یا کہ اُسکے

ہاتھ اور پانوںمیں کیلوں کے زخم یا نشان تھے کیونکہ ایک دفع بیرحم گوروں نے اُسکو ایک
سولی سے باندھ دیا تھا اُسکے پہلو میں بھی ایک زخم تھا مگر چونکہ وہ اپنے جسم کو ایک عمدہ
پروں کے چغے سے ڈھانکے ہوئے تھا۔ یہ زخم صرف اُسوقت دکھائی دیتا تھا
جب وہ اپنے کل کو حرکت دیتا تھا۔ اُسنے مجھسے کہا کہ تم روحانی ناچ کو قائم رکھو اور ہم سے
وعدہ کیا کہ کوئی گورا روحانی شہر میں نہ آسکے گا نہ اُن اچھی چیزوں میں شریک ہوگا جو
ہمنے انڈین کے واسطے آمادہ کی ہیں۔ اُسنے کہا کہ زمین اب گھس گئی پُرانی ہوگئی۔
مگر آبادی کے قابل ہی (یعنی نئے انسان بسانے کے) اُسکی ڈاڑھی بڑی لمبی اور سر پر بڑے
بڑے بال تھے۔ اور ایسا خوبصورت تھا کہ مینے کبھی ایسا آدمی نہیں دیکھا۔ فقط

اِس امر کا بیان بھی دلچسپی سے خالی نہوگا کہ باوجود اسکے کہ بعض مشنریوں نے جیسا ترجمے
کی ابتدائی سطروں میں بیان ہوا ہی اُن کو بجاے واکن ٹانکا (خداے تعالے) کے مسیح کی
لو لگا دی ہی۔ یا یہ کہ واکن ٹانکا یا روح اعظم کا دوسرا نام مسیح بتا دیا ہی وہ یوروپین سے کیوں
دلی عداوت و نفرت رکھتے ہیں؟۔

اسکا سبب یہ ہی کہ سیوکس وغیرہ جنگلی امریکن قومیں اپنے وعدوں پر نہایت استقلال سے
قائم رہتی ہیں۔ مگر یوروپین امریکن جو عہد و پیمان اُنکے ساتھ کرتے ہیں کبھی پورا نہیں کرتے
بارہا فریب دیا گیا چنانچہ سنہ ١٨٨٩ء میں ہین ریج اجنٹی پر قوم سیوکس سے باہم عہدنامہ تصدیق
کرنے کو ایک کمیشن گیا۔ لاکھوں ایکڑ زمین جنگلیوں سے لے لی گئی مگر اُسکے عوض میں
انعام۔ تحائف اور رسد وغیرہ کے جو وعدے تھے وہ پورے نہوئے بلکہ اسپر طرہ

دارالسلطنۃ **واشنگٹن** سے یہ حکم نافذ ہوا کہ جنگلی اپنی عبادت خصوصاً روحانی
ناچ نکرنے پائیں تاکہ اُنکے خیال سے یہ غلط امید نکل جائے کہ واکن ٹانکا (مسیح - یا روح اعظم)
آکر اُنہیں گوروں کے پنجے سے چھڑائے گا اور اُنکی شکارگاہیں واپس دلائے گا -

اِسکے علاوہ ایمان نہ لانے کی یہ بھی ایک قوی وجہ ہے کہ جو پادری اُنکے پاس تلقین
کے واسطے گیا اُسنے نیا عقیدہ پیش کیا مثلاً **رومن کیتھلک - گریک چرچ** اور
پروٹسٹنٹ وغیرہ جدا جدا اپنی اپنی دال گلاتے رہے - بہلا وہ بیچارے سیدہے
سادے جنگلی یہ کیونکر سمجھ سکتے تھے کہ ایک انجیل سے اتنے مختلف عقیدے نکل سکے
ہونگے - اختلاف کلام کو فریب اور دھوکا سمجھکر اور کچھ حکام کے جھوٹے وعدوں سے متنفر
و مایوس ہو کر گوروں کو تہ دل سے خدا کا دشمن اور غیر مومن یقین کرنے لگے - ورنہ ایسی سیدہی
سادی قوم سچائی دیکھکر بہت جلد راہ راست پر آسکتی تھی -

غرضکہ مولوی صاحب کو نیویارک روانہ کرنے کے بعد اُنیس ۱۹ اور بیس ۲۰ کو ہمنے کلفٹن
میں قیام کیا -

۲۰ - ۲۱ - جولائی - بیس ۲۰ کی شام کو نیاگرا سٹی سے ہم ریل میں سوار ہو کر **پورٹ
ڈلہوزی** آئے - دو گھنٹے کی مسافت ہے - وہاں سے اسٹیمر پر سوار ہو کر **اونٹاریو
جھیل** Ontario میں سفر کیا - یہ جھیل ۴۳-۴۴ عرض شمالی اور ۸۰ - ۷۰ درجہ غربی
پر واقع ہے - تقریباً ایکسو میل لمبی ساٹھ میل چوڑی ہوگی - چند جگہ جہاز نے قیام کیا - مقام **ٹورانٹو**
Toronto پر جہاز تبدیل کیا گیا - دوسرے اسٹیمر پر جو پہلے سے کسی قدر بڑا تھا سوار ہوئے

دوسرے دن ایک بجے کے قریب سینٹ لارنس ریور St lawrence
میں پہنچے - چونکہ پانی میں جابجا پتھر کی چٹانیں کہیں چھپی ہوئی اور کہیں پانی سے باہر نکلی
ہوئی ہیں - جہاز کے ٹکرانے کا اندیشہ ہی اسلیے نہایت خوفناک مگر دلچسپ سفر ہی - راہ کے
پیچ وخم میں کشتی کی ڈانواڈول رفتار عجیب تماشا ہی - انسانی فطرت کا مقتضا ہی کہ جس امر
میں جان کا خوف ہو اسکو نہایت شوق اور رغبت سے دیکھنے کی خواہش ہوتی ہی - اس
رستے میں ہزاروں چھوٹے چھوٹے جزیرے واقع ہوتے ہیں - ریل کی راہ سے بھی
مونٹریال جا سکتے ہیں - غرضکہ چھ بجے شام کو مونٹریال پہنچکر کشتی سے اُترے اور ونزر
ہوٹل میں قیام کیا -

۲۲ - جولائی - آج یہاں ہندوستان کی ڈاک ملی - خدا کا شکر ہی کوئی امر باعث
تردد نہیں ہی ڈاکٹر غلام قادر جالندہری جو پہلے سے یہاں مقیم تھے ہم سے ملنے
کو آئے - پورے طور پر ہندوستانی لباس پہنے ہوئے ہیں - عرصے سے اٹلی میں رہتے
ہیں آج کل سیاحت کے واسطے امریکہ آئے ہوئے ہیں - سہ پہر کو کسیقدر ترشح ہوئی - بارش
کے بعد سوار ہو کر ہم لاکراس نام ایک کھیل دیکھنے کو گئے - یہ کھیل کناڈا سے مخصوص ہی
ہلکی ہلکی گیندیں بیڈمنٹن کے مثل بیٹ سے پھینکتے اور لپکتے ہیں - بہت مشق کے بعد
کھیل سکتے ہیں - لاکراس گیم کے سکرٹری نے نہایت مدارات سے ہمکو ایک خاص جگہ پر بٹھا کر
تماشا دکھایا - رات کو ایک تھیٹر میں گئے معمولی تماشا تھا -

۲۳ - جولائی - صبح کو بھی کسی قدر بارش ہوئی - آج ہندوستان کو خط لکھ کر بھیجنے

تھے اسلئے کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا - کناڈا میں مونٹریال سب سے بڑا اور خوبصورت شہر ہی - تقریباً تین لاکھ آدمی بستے ہیں - برٹش گورنر جنرل - اوتاوا Ottawa اور کوئی بک Quebic میں رہتے ہیں میجر بیچ لی Beehli ایک صاحب جو اکثر جاپان وغیرہ کے رستوں میں ہمارے ہم سفر تھے ہم سے ملاقات کے واسطے آئے ہیں -

۲۴ - جولائی - مونٹریال سے دس بجے صبح کو ریل میں سوار ہو کر بلف پائنٹ Bluff Point کو روانہ ہوئے - ساڑھے بارہ بجے وہاں پہنچے - یہ کوئی آباد مقام نہیں ہی صرف ایک ہوٹل کا نام ہی جو شام پلین Champlain جھیل کے کنارے بلف پائنٹ نام پہاڑ کے اوپر واقع ہی - بہت بڑی عمارت ہی - چند چھوٹی چھوٹی عمارتیں بھی ہوٹل سے متعلق ہیں - چنانچہ ہم بھی ایک چھوٹے سے بنگلے میں علیحدہ ٹھیرے ہیں - اس مقام پر اہل امریکہ آب و ہوا تبدیل کرنے کیواسطے آتے ہیں - چونکہ ہمارے آنے کی پہلے سے اطلاع دیگئی تھی مینیجر نے بینڈ کے ساتھ سٹیشن تک استقبال کیا اور ہمارے کمرے کے اوپر برٹش فلیگ (جھنڈا) لگا دیا - دستور ہی کہ جب کوئی فرمانروا کسی ہوٹل وغیرہ عمارت میں غیر ملک سے آکر ٹھیرتا ہی - تو اسکی سلطنت کا باوٹا قیام گاہ کے اوپر نصب کر دیتے ہیں - ہر ایک ہوٹل میں ہمارے پہنچنے کے وقت مہتمم کی طرف سے باوٹے کی نسبت نشان دریافت کیا جاتا تھا - وہ لوگ اس دستور کی تعمیل کرنے کو حاضر ہوتے تھے مگر ہمنے کسی جگہ اس قسم کے تشخص کی اجازت نہیں دی - یہاں ہمارے

آنے سے پہلے باوٹا لگا دیا گیا ہی۔

۲۵- جولائی - صبح کو کسی قدر پیادہ پا ہوا خوری کی - پھر منہ برسنے لگا - دن بھر کہیں جانے کا اتفاق نہیں ہوا - آج اخبار سے معلوم ہوا ہی کہ ہز ہائینس مہاراجہ صاحب بہادر کپورتھلہ نیویارک پہنچے - ہماری روانگی سے چودہ روز پہلے نویں مارچ کو بمبئی سے روانہ ہو کر یورپ میں سیاحت کر رہے ہیں -

۲۶- جولائی - آج صبح کو بھی کسی قدر بارش تھی - منہ کھلنے کے بعد کشتی پر سوار ہو کر تفریحاً جھیل میں پھرتے رہے - چونکہ ابر چھایا ہوا تھا اور منہ برسنے کا اندیشہ تھا اسلیے جھیل کا پورا دور طی نکر سکے واپس آ گئے -

آج شب کو ہوٹل میں ناچ تھا جسمیں ہمیں بھی شریک کیا گیا -

۲۷- جولائی - ساڑھے بارہ (۱۲ ½) بجے بلف پائنٹ سے ریل پر سوار ہو کر نیویارک کو روانہ ہوئے - پہلے قصد تھا کہ ہڈسن ریور میں ہو کر جہاز پر جائیں گے مگر جہاز تک پہنچنے اور سوار ہونے کیواسطے کافی مہلت نہ تھی - ریل پر روانہ ہوئے اور ساڑھے نو (۹ ½) بجے رات کو ونزر ہوٹل میں پہنچے - مولوی فرخی ہمارے انتظار میں چشم براہ تھے - خدا کا شکر ہی کہ ہمنے اُن کو اور اُنھوں نے ہمکو مع الخیر پایا -

۲۸- جولائی - سہ پہر کو بگھی پر سوار ہو کر سنٹرل پارک Centaral Park میں گئے - نہایت خوشنما پارک ہی - اِس موسم میں اکثر متمول لوگ نیویارک سے باہر ئیلاق کو چلے جاتے ہیں - شہر خالی ہی اِسلیے پارک بھی خلوت تھا - شام کو ٹیلر صاحب مع اپنی بہن

کے ہم سے ملنے کو آئے - بڈن صاحب کی بہن کی شادی ہندوستان میں ڈاکٹر گرے کے ساتھ ہوئی تھی اب ڈاکٹر گرے جرسی سٹی میں طبابت کرتے ہیں اسلیئے اپنے بال بچوں کو بھی یہیں لے آئے ہیں - دونوں میاں بی بی بہت صاف اُردو بولتے ہیں مختلف سن وسال کی تین لڑکیاں اور دو لڑکے ہیں - اِن میں بعض ہندوستان زاد اور بعض یہاں کی پیدائش ہیں -

۲۹ - ۳۰ جولائی - صبح کو مینہ برستا رہا - سہ پہر کو ہم اور کپتان کالون صاحب **نیو یارک ورلڈ** (اخبار) کا کارخانہ دیکھنے گیئے - یہ اخبار امریکہ کے مشہور اخباروں میں ہی - سامان کی کثرت اور اسباب کی حالت سین فرانسسکو کے کرانیکل اخبار پر قیاس کرو - مینیجر نے نہایت مدارات کی اور مکان کی تمام منزلیں دکھائیں - اوپر کی منزل پوری سو گز بلند تھی - ہر منزل پر علیحدہ علیحدہ کام ہوتا ہی - کہیں کمپوز کرتے ہیں - کہیں تصویریں بنائی جاتی ہیں کسی جگہ اخبار چھپتا ہی - نہایت مفصل کارخانہ ہی - ہر منزل پر جانے کو لفٹ لگی ہوئی ہی - ہمارے خیال میں اسکی روزانہ اشاعت بھی کرانیکل سے کم نہوگی - ایک کمرے میں تمام دنیا کے عموماً اور اہل امریکہ کے خصوصاً مشہور اور نامور آدمیوں کی سوانح عمری اور واقعی حالات اخبار وغیرہ کے وسائل سے جمع کر کے رکھے جاتے ہیں - آج کوئی مشہور شخص مرا اور کل اسکی سوانح عمری اِس مطبع سے چھپ کر شائع ہوگئی امریکہ وغیرہ سے متعلق ہمارے حالات بھی لکھے ہوئے رکھے تھے -

سب سے اوپر کی منزل پر چڑھکر دیکھنے سے تمام شہر اور **آزادی کی مورت**

جو فرینچ نے امریکہ کو انکی آزادی کی یادگار مین تحفہ دی ہی نظر آتی ہی - وہان سے ہم
بروک لینز برج Brookleys bridge پر ہو گذرے یہ پل ہڈسن ریور پر جہان
دریا کا عرض نیاگراندی سے ڈیوڑھا دوگنا ہوگا - واقع ہی - چوڑا ابھی اسقدر ہی کہ بیچ میں دو لائن
برقی ریل کی لگی ہوئی ہیں - دونوں طرف گاڑی کی دو سڑکیں ہیں اور صرف ریل کی
سڑک کے اوپر کا حصہ پاٹ کر چھت کے اوپر پیادہ چلنے کی راہ ہی - پل کے بیچ میں ایک
اسٹیشن بھی ہی - تمام پل بغیر کسی قسم کے ستون یا پاسے کے رسّوں پر لٹکا ہوا ہی ہر طرف
سے لوہے کے پانچ پانچ رسّے پل کو سنبھالے ہوئے ہیں - تیئس ۲۳ تاریخ کو کہیں جانے کا
اتفاق نہیں ہوا -

۳۱ - جولائی - مسٹر ٹین کے بہن بہنوئی بال بچوں سمیت لنچ پر آئے کچھ وقت اِس
شغل میں بسر ہوا - لنچ کے بعد ہم **کمپینیا** Compania (ک - م - پ - ے - ن -
ی - ا) جہاز کو دیکھنے گئے - یہ جہاز دنیا کے جہازوں میں سب سے بڑا - چودہ ہزار ٹن یا
(۳۹۲۰۰۰ من) بھاری ہی اور بیس ہزار ۲۰۰۰۰ آدمی لیجا سکتا ہی - **کیونارڈ لین** انگریزی کمپنی
اسکی مالک ہی - جہاز کے افسر نے تفصیل کے ساتھ سیر کرائی - باوجود اسقدر بھاری ہونے
کے عجیب بات یہ ہی کہ فی گھنٹہ تیئس ۲۳ ناٹ رفتار ہی - اسکے بعد **ٹیوٹانک**
Teutonic جہاز کو جو ہمیں امریکہ سے لندن لے جائے گا دیکھکر واپس آئے -

یکم اگست ۱۸۹۳ء - نیویارک میں صاحبزادہ یار محمد خانصاحب کا مدار ریاست
جاورہ کا خط لندن سے پہنچا - انکا ارادہ علاج کی غرض سے **سوئیس** اور **جرمن** وغیرہ کے

معدنی چشموں پر جانے کا ہی۔ اِس خبر سے کہ پندرہ اگست تک صاحبزادے صاحب موصوف لندن میں ہمارے پہنچنے اور ہم سے ملنے کے منتظر رہیں گے نہایت مسرت ہوئی جامع المتفرقین سے امید ہی کہ اسی طرح ایک روز وطن میں پہنچکر ہمکو اپنے ہموطن دوستوں سے ملنے کی مسرت ہوگی۔

آج ہماری تمام پارٹی کی تصویریں کھنچوائی گئیں۔ باقی دن اسباب کے سنبھالنے میں صرف ہوا۔ کل انشاءاللہ تعالےٰ لندن کو روانہ ہونگے۔

چونکہ کتاب کا حجم زیادہ ہوگیا ہی اسلیے ایشیا اور امریکہ تک اِس حصّے کو علیحدہ کیا جاتا ہی۔ یورپ اور مصر کی سیاحت کے حالات بھی زیادہ مفصل اور طولانی ہیں۔ بہتر ہی کہ اُس حصّے کو دوسری جلد قرار دیا جائے۔

تمام شد حصّہ اوّل

اشتہار

بہ حسب منشاے ایکٹ ۲۵ (XXV) سنہ ۱۸۶۷ء اس کتاب

کا کاپی رائٹ بحق مولوی فرخی صاحب زررواور رجسٹری شدہ ہے

کوئی صاحب بغیر اجازت قصد چھاپنے یا ترجمہ کرنے کا

نہ فرمائیں وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ فقط

اطلاع

جس کتاب پر مولوی صاحب کی مہر نہو وہ سرقہ تصور کیجاے اور

بلا مہر کتاب رکھنے سے اجتناب چاہیے فقط